

Carl

LI

R18N

Ref one
✓

100
10212

Carl

LI
R18N

یک متن گلی یک متن ان بیک متن خزانہ

یک متن گلی یک متن ان بیک متن خزانہ

۱۵

نعمت نادر

28

232

(مصحف)

چار سو سے زائد متقدمین و متاخرین شعرائے اردو کے کلیات و دواوین کے ادبی
علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ ملکی۔ قومی۔ اور نچرل اشعار کا بیش بہا اور نادر ذخیرہ
اور ان کے کلام کے انتخاب کا بے نظیر اور کارآمد گنجینہ

(جسمائیں)

تقریباً پچیس ہزار دھچپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرز جدید کے ساتھ
درج کیے گئے ہیں

(جسکو)

راجہ راجیو راجا و اصفہر خلف اکبر راجہ اومایت اولہ بونت بہادر (ورما)
والی سمستان دو مکندہ مولف مترجم کتب متعددہ نہایت محنت و قابلیت سے مدون فرمایا
ہر تہہ ۱۳۲۷ھ - مطبوعہ ۱۳۵۲ھ

مطبع نظام کون عظیم الہم پرس جید آباد کونین طبع ہوئی

آئینہ اردو ادبی و علمی لغت



آئینہ اردو ادبی و علمی لغت

قاموس الہند

KAFKAR UNIVERSITY
Iqbal Library
Acc. No. 309525
Dated. 25-1-23

یہ اردو (فارسی، عربی و ہندی) کا نہایت ہی معتبر مستند و جامع اور ادبی و علمی لغت ہے جو بہ ترتیب بھائی
اساس تاریخی پر عام فہم اور اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ہر لفظ کے صحیح اعراب و تشکیل، تلفظ بالحروف چہرہ
لسانی تصحیح (اردو، فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت، ترکی، انگریزی، پہلوی، مؤرد، مفرس، معرب، ہند اور
مؤلد و ذیل وغیرہ) اقسام کلام (اسم صفت، فعل، حرف، متعلق فعل وغیرہ) اور ان کی ذیلی تقسیم (اسم کی صورت
میں مذکر، مؤنث، واحد یا جمع فعل کی حالت میں لازم، متعدی، حقیقی یا جعلی وغیرہ)۔ اصلیت و حقیقت (لغوی تحلیل
و ترکیب مادہ مأخذ، اشتقاق صوری تبدل و تغیر وغیرہ) حقیقی و مجازی معانی (اور ان کے مختلف مفاہیم) کے
علاوہ مرکبات، محاورات، مقولات، امثال وغیرہ کا بیان نہایت تھق و دقیق اور توضیح و تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے۔
علمی ادبی، واضطناعی اصطلاحات اور قانونی، سیاسی و صحافی الفاظ کی تعریفات صحیح و موجز ہیں۔ الفاظ کی تشریح
میں تمام متقدم و مترقی قدیم و جدید السنہ عالم کا تقابل متاثر و توافق، لسانی تخطیط اور لغوی فلسفہ کے اصول کے
بموجب کیا گیا ہے، الفاظ کا تولد، تدریجی ارتقا و تنزل بہت حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اردو، فارسی
و عربی اصطلاحات کے مترادفات، ہندی و سنسکرت میں اور اس کے بالکس بتائے گئے ہیں، فضیح
وغیر فصیح، مبکر و بتذل و متعل و متروک الفاظ کا امتیاز اچھی طرح ذہن نشین کرایا ہے۔ صرنی قواعد اور
لسانی صنایع کے لحاظ سے ہزار ہا اغلاط و تشامحات کی تصحیح و تصویب کر دی گئی ہے۔ الغرض قاموس الہند
پہلا لغت ہے جو لسانی استقرا اور ادبی انتقاد کے بعد، اردو، فارسی، ہندی میں اس قدر کثرت الفاظ اور غزرت مؤ
کے ساتھ تالیف ہوا ہے۔

اس لغت کی تدوین سے پہلے لغوی، ادبی، علمی، فنی و اصطلاحی مباحث کے متعلق تمام معتمد و موثق کتابیں

بقیہ مضمون ٹائٹل کے تیسرے اور چوتھے صفحہ پر ملاحظہ ہو

تقريب

ناظم بميثاق الناشر باكمال مولوی حنفی حلیل حسن صفا المخطیبه نواب قضا جناب حلیل

جانشین حضرت امیر مینائی مرحوم

یہ مجموعہ اشعار کیا ہے؟ انسانی جذبات و خیالات کا ایک نہایت روشن آئینہٴ اخلاق کا معلم تہذیب کا مشعر، نیکی اور بھلائی کا
حب منزل کا وعظ ہے اور کہیں سیاستِ مدن کی تعلیم ہے غرض کہ اس مجموعہ کا مطالعہ نہایت دلچسپ و فرحت بخش
رہے گیوں نہ ہو شعراء ہند کی جولانی طبع کے بوقلموں خیالات ہیں رنگارنگ پھول گلستانِ سخن کے ہیں جن کی شادابی
بے ملر ہے۔ جنابِ تسلیم۔

اور یہ خدمت نہایت مفید کے مرتب جناب راجہ راجیسور راؤ صاحب بہادر صاحب امرائے ملک کی چیدہ جماعت کے لیے
دامن میں لئے ہوئے خدمات کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور دماغی محنت کے نتائج سے ملک و قوم اور زبان و پر
سے کام کیا گیا ہے، ہر آئینہ کار کو ایک جگہ جمع کر کے حقیقت میں انھوں نے بڑا کام کیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو پڑھے لکھے
اگر فارسی شعرا یا کیا ہے دوسری طرف شعرائے اردو کی قدر افزائی کی ہے کہ ان کے اشعار انتخاب کر کے ملک میں
ہوگی۔ اللہ اللہ! یہ زمانہ ہے تیسری طرف انھوں نے یہ بڑا احسان کیا کہ اس عام اعراس کو اٹھا دیا کہ ہمارے ملک کے
کے لئے تو کھوئے ہوئے ہے۔ اس میں سوا معمولی باتوں عشق و محبت کی حکایتوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اب اس ضخیم مجموعہ کو
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ اس میں سوا معمولی باتوں عشق و محبت کی حکایتوں کے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اب اس ضخیم مجموعہ کو
ایام دیسکتا ہے اور کس کی مجال ہے کہ ان کی نغمہ سنجیوں پر حرف لائے۔

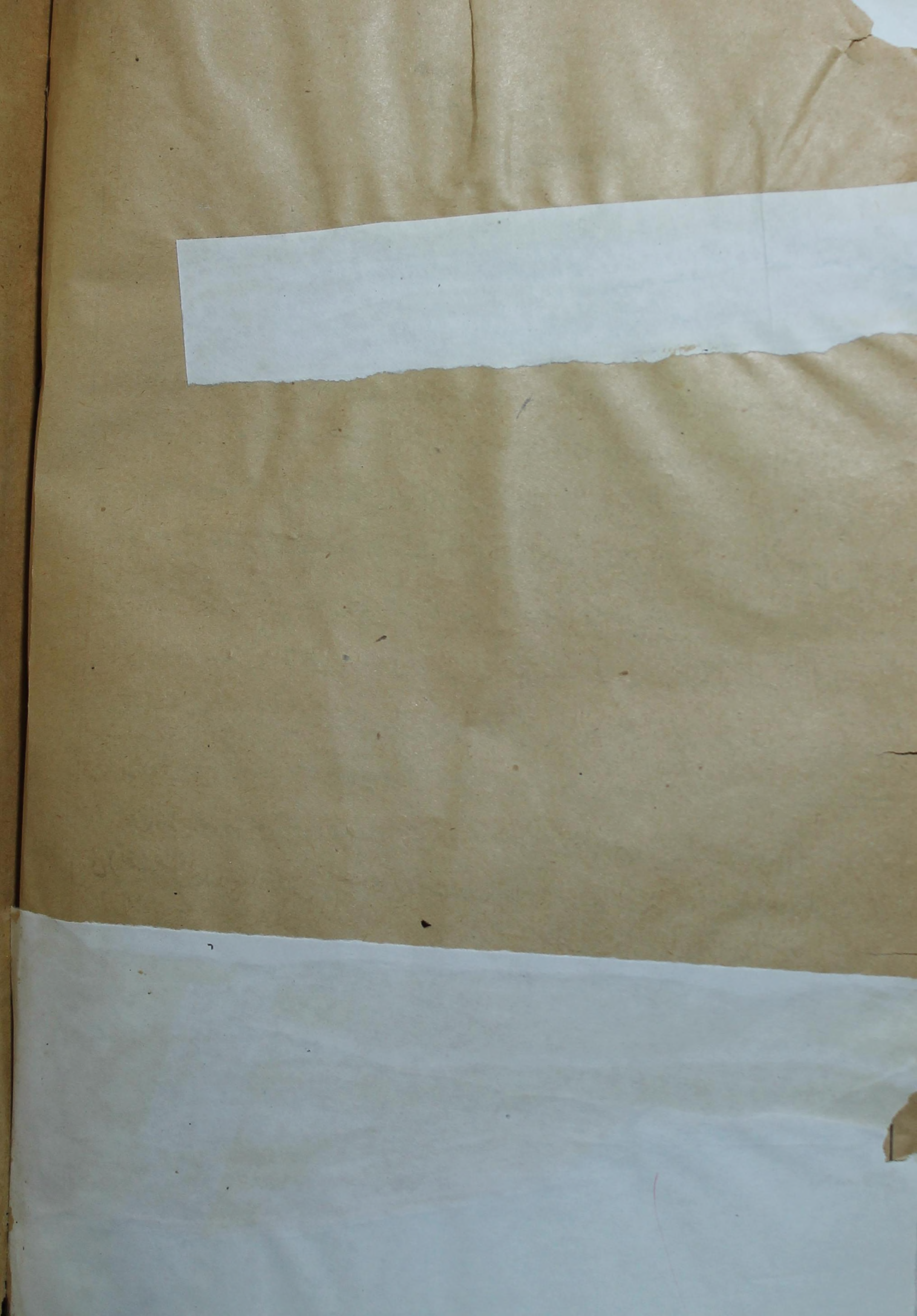
روئے کی تالیف سے ہمارے خیال میں ایک نفیس کتاب کا اضافہ کیا ہے جو بہت جلد سبک سے
مخلص
کی خوبیوں اور فائدوں کا ذکر اس مقام پر بے کار ہے۔ بہتر ہے کہ لوگ دیباچہ کے صفحات
اکبرین کی محنت و جستجو کا ۱۰۔ ۲۰ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ایک مغفول کیا ہے۔



تقریر

مولانا مولوی عید علی حید (المخاطبہ نواجید یا جنگ) نظم طباطبائی لکھنؤی
عربی پرفیسر نظام کلج سرکار عالی

کتاب لغت، عنادل راجہ راجیسور راو بہادر اصغر دکن کے ایک امیر ذی توقیر کی تالیف ہے
شعراے غزل گو کے کلام سے اخلاقی اشعار ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کیے ہیں۔ اور غزل اصناف نظم میں سے
ایک ایسی صنف ہے جسے مکالمے نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ ”غزل کا جزو اعظم یہ ہے کہ شاعر آنکھ بند کر کے
اپنے جوش طبع کو ظاہر کر دے۔“ اردو کہنے والے شعرا بھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں لیکن زیادہ تر جوش طبع ان کو کسی
منظر حسن یا معشوق حسین ہی کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور جدھر یہ جوش طبع ان شعرا کو لے جاتا اُدھر یہ
بتے تامل چلے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ اردو کی غزلوں میں حسن و عشق، بہار خزاں اور شراب کباب کا ذکر اکثر ہوتا ہے
یہ صنف نظم اخلاقی مضامین کیلئے نہیں وضع ہوئی ہے ہاں کبھی زمین غزل یعنی اس کا قافیہ اور ردیف ایسی ہوتی ہے
کہ اس میں اتفاق سے ایک آدھ شعر اخلاقی بھی نکل آتا ہے۔ یہ حال تو غزل کا ہے اس میں سے اس قدر کثرت سے
اخلاقی شعر نکالنا راجہ صاحب ہی کا کام تھا۔ غرض کہ یہ کتاب ان کی قابل داد ولایت صا د ہے۔ ایسی کتابوں
کی ملک کو بہت ضرورت ہے۔ نثر میں اس کتاب کے اشعار کا صرف کرنا نثر کے حسن کو دو بالا کر دے گا۔
اور اس کا مطالعہ شعراء کو شعر کے مختلف میدان دکھائیگا اردو کی نظم ہو کہ نثر دونوں کو اس کتاب سے فائدہ
پہنچے گا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ اردو کی شاعری پر جو ایک بڑا الزام ہے کہ غزل کے سوا اور کسی صنف شعر کی طرف
یہ لوگ وجہ نہیں کرتے۔ اس کتاب کا مطالعہ اس الزام کو دفع کر دے۔ اور ہر باب میں مضامین کا ذخیرہ
دیکھ کر محض ایک ہی باب میں کبھی کبھی طبع آزمائی کرنے کا ذوق اردو کہنے



تقریظ

ناظم بے بدل و ناشر عدل و منشور از اورنگ زیب

دولت خواہ کسی قسم کی دولت ہو اس کے پاس ہوتی ہے اس کے دل میں طرح طرح کے جذبات پیدا کرتی رہتی ہے۔ اور ان جذبات کا خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ رہ رہ کر دولت کے مصرف تلاش کر نیک تقاضا کرتے رہتے ہیں اور یہ تلاش منحصر ہوتی ہے دولت مند شخص کی طبیعت کی افتاد پر۔ یعنی نیک سرشت اور پاکیزہ خیال دولت مند کا مصرف دولت نیک اور مفید اور بد سرشت و آوارہ مزاج دولت مند کا مصرف دولت غیر محمود اور بسا اوقات تباہی بخش ہوتا ہے۔ چنانچہ راجہ در راویہادر اصغر جو روپیہ اور پیسہ کی دولت کے ساتھ ماشار اللہ دولت علم بھی رکھتے ہیں۔ ان نیک سرشت اور پاکیزہ خیال دولت مندوں کی صف اول میں جگہ پانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ جن کا مصرف دولت خود ان کو اور ان کے بھجنسوں کو فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے مبارک و محمود سمجھا جاتا ہے۔ دولت علم کا مصرف اختیار کرنے کے متعلق راجہ صاحب مغز کی حالت بلاشبہ قابل رشک اور دیگر دولت مند ان علم کے لیے لائق تقلید ہے۔ ان کو خداوند تعالیٰ نے جس دولت علم سے مالا مال اور نہال فرما رکھا ہے اس کو یہ فضول طور پر صرف کر کے خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کی بے قدری نہیں کرتے بلکہ اسے موقع و محل سے صرف کر کے عملی طور پر اس کی قدر دانی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

یوں تو راجہ صاحب کی علمی فیاضی سے زبان اردو ہمیشہ ہی مستفیض ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آپ کی تازہ ترین علمی فیاضی یعنی (نغمہ عنادل) کی تالیف و ترتیب خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ راجہ صاحب مدوح نے اس کتاب میں کوئی (۱۶۳) عنوانوں پر اردو کے زمانہ قدیم و حال کے مستند اور سربراہ اردو شعراء کے تقریباً ۲۵ ہزار اخلاقی اور ادبی اشعار جمع کیے ہیں اشعار کے انتخاب اور عنوانوں کے قائم کرنے میں راجہ صاحب نے جس ذوق سلیم سے کام لیا ہے وہ ہر طرح مستحق تحسین و آفریں ہے۔ ایشیا میں بھی اردو کی شاعری کا سرمایہ ناز محسن و عشق کے سوز و گداز اور گل و بلبل کے راز و نیاز کے سوا اور ہے۔ راجہ صاحب کی اس محنت کی داد دینی پڑتی ہے جو ان کو حسن و عشق اور گل و بلبل کے مضامین سے آگاہ کیا۔

یہ کتاب ادب و اخلاق کا ایک قابل قدر گنجینہ ہے جس کے لائق اردو داں لوگ راجہ صاحب کے بلا مبارکباد ہمیشہ رہیں۔ فقط۔ ۶ اگست ۱۹۶۹ء

مجیب احمد تمنائی حیدر آباد دکن

تقریر

مولانا مولوی محمد عبدالحکیم مرحوم شہر (مشہور ناولسٹ)

جملہ دولتمند اور عالی مرتبہ ہندو مصنفین اردو میں راجہ راجیسور راؤ صاحب اصغر کو ایک خصوصیت حاصل ہے جس کے اعتبار سے وہ بہت کچھ تحسین و آفریں کے مستحق ہیں۔ اردو پبلک میں وہ نئے نہیں ہیں کہ ہمیں تعارف کی ضرورت ہو کیونکہ ان کی کتب 'نجم اللغات' 'افسر اللغات' 'قران السعدین' اور محبوب الاخلاق وغیرہ نے انہیں بہت کچھ شہرت دے رکھی ہے۔

فی الحال انہوں نے ایک نئی اور بہت بڑی ضخیم کتاب تالیف فرمائی ہے جو قابل قدر ہے۔ اس کی تالیف میں ان کو مدتوں دواوین اور کتب نظم اردو کی ورق گردانی کرنی پڑی ہوگی کیونکہ انہوں نے کچھ اوپر (۱۶۳) سبجکٹ جو اخلاق و جذبات، مذہب و فلسفہ، شاعری و مضمون آفرینی سے تعلق رکھتے ہیں بہ ترتیب حروف تہجی جمع کر دیے ہیں اور ہر ایک کے متعلق مستند شعرائے اردو کے جتنے اشعار مل سکے ہیں ان کو اس سبجکٹ کے تحت میں جمع کر دیا ہے۔

فارسی میں اس نوعیت کی ایک کتاب بنام "گلستانِ مسرت" مرتب کی گئی تھی جس میں بہت سے شاعرانہ سبجکٹ قائم کیے گئے تھے اور ان کے تحت میں اساتذہ نظم فارسی کے مشہور اور متداول اشعار جمع کر دیے گئے تھے۔ مگر اردو میں یہ پہلی کوشش ہے اور گلستانِ مسرت کے مقابلہ میں بہت زیادہ مستوعب اور مکمل ہے جس کا نام راجہ صاحب نے **منعماء عنادل** رکھا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ راجہ صاحب کی یہ کوشش اردو کی دنیا میں نہایت مقبول ہوگی اور جو لوگ اردو میں رنگین عبارت لکھنے کا شوق رکھتے ہوں گے ان کو اس وسیع ذخیرہ سے بہت مدد ملے گی۔ میں راجہ صاحب کو ان کی اس مفید اور عام پسند کوشش پر مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اسے چھپوا کر شائع کرینگے۔

محمد عبدالحکیم شہر
اڈیسر و لکھنؤ
۳۰ خور واد

ایچرین دین بزرگوار و درانی کہ حقیقت

یکتہ حق لکھنیتان نالیک جناب

نعمتِ ناول

ترجمہ

چار سو سے زائد متقدمین متاخرین شعرائے اردو کے کلیات و دواوین کے ادبی۔ علمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ ملکی۔ قومی اور پھر اشعار کا
بیش بہا اور نادر ذخیرہ اور ان کے کلام کے انتخاب کا بینظیر اور کارآمد گنجینہ

(جسمائیں)

تقریباً پچیس ہزار دھپ اور منتخب اشعار نہایت خوبی اور طرز جدید کے ساتھ دج کیے گئے ہیں۔

(جسکو)

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلیفہ کبر راجہ واپس اوہا بلونت ہیاد (ورما) والی سستان و مکندہ

(مؤلف و مترجم)

محبوب الاخلاق۔ حقیقۃ الاخلاق۔ گلبن دانش۔ گلزار دانش۔ ریاض دانش کشف الاسرار۔ ہدیۃ الملوک۔ مفتاح العارفین۔ تیغ ہند
تایخ جہانگیری۔ طباق کبری (اردو) معالجات الکلب تشریح الفرس۔ انتخاب بہار دانش۔ انتخاب نور سہیلی۔ کارنامہ (ترجمہ جنگ)
نجم اللغات۔ مفتاح اللغات۔ افسر اللغات۔ گنجینہ لغات۔ مجمع الالفاظ۔ فرہنگ فارسی جدید۔ فرہنگ عربی جدید۔ فرہنگ الالفاظ ہندی
تصحیح الالفاظ۔ مصطلحات علمیہ انگریزی و اردو۔ قرآن السعیدین۔ مجمع البحرین۔ گنجینہ امثال۔ مجموعہ ضرب الامثال (دوچار زبان)
گلدستہ مصوری۔ رامائن (اردو) رامائن (فارسی)۔ ادھیاتمہ رامائن (اردو) جہا بھارت (اردو) فائدہ زہر (فارسی) فرحندہ آفاق
انخط عثمانی۔ کشکول صغر۔ قاموس ہند۔ وغیرہ نہایت محنت و قابلیت سے مدون فرمایا

حزبہ ۱۳۲۶ھ مطبوعہ ۱۳۵۲ھ

مطبع نظام دکن واقع سلطان بازار حیدر آباد دکن میں طبع ہوئی

دیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

<p>جد میں دیکھتا ہوں اس طرف آجان جاں تو ہے عیساں اُن پر جو ہو جائے کہ ہرل میں نہاں تو ہے تجھے پہچانتا ہوں خوب تجھ کو جانتا ہوں نہیں نگاہوں میں ترا جلوہ ہے سینوں میں نہاں تو ہے نہ کیوں بستیوں کا دور دورہ ہوتا ہے میں بلا نوش ایک میں بھی ہوں اگر پیر مغاں تو ہے ز ہے اوج تصو صوفیوں نے خاکساری میں</p>	<p>حریم دل میں ساکن ہے مکین لامکاں تو ہے حجر میں ہو شجر میں ہو ترا جلوہ نمایاں تو ہے ہوا کی سات پردوں میں جگہ آنکھوں کے نہاں تو ہے تجھی پر لوگ مرتے ہیں تجھی پر جان دیتی ہے مُرید با صفا ہے اک جہاں پیر مغاں تو ہے غلط ہے ماوہن کہنا تشخص سے باطل ہے زکا لا ڈھونڈ کر آخر تجھے دیکھا جہاں تو ہے عیساں تو ہی نہاں تو ہی نہاں تو ہی عیساں تو ہے</p>	<p>برہمن دیر کو جائے نہ جائے شیخ کعبے کو شمیم گل تو ہی ہے اور رنگ بوستاں تو ہے دلوں میں تیری الفت ہے سُرں میں تیرا سودا ہے تو ہی محبوب عالم کا ہر مطلوب جہاں تو ہے تری الفت مے ناب اورستی ہے خودی میری فقط پردہ پڑا ہے اور پرے میں نہاں تو ہے کہاں تک کر سکے اضعہ بیان نیرنگیاں تیری</p>
--	--	--

ناظرین ! فی زمانہ قومی و ملکی ہمدردی کا احساس ترقی پذیر ہے۔ ہر شخص اپنی حیثیت و حوصلہ کے موافق کسی نہ کسی طریقے کوئی نہ کوئی خدمات انجام دے رہا ہے۔ راقم آثم کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ جو کوئی کام کیا جائے خواہ وہ تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو مفید ملک ہو چنانچہ میں نے اردو لٹریچر کی ترقی کو اپنا خاص مقصد قرار دے رکھا ہے کیونکہ اگر قومی قوم کے اخلاق و عادات ہندوستان اور خیالات جذبات کی حقیقت معلوم کرنی چاہیں تو اس کے لیے بجز لٹریچر کے اور کوئی معیار نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی زندگی کی حقیقت کسی طرح معلوم ہو سکتی ہے۔

اس کا اندازہ کرنا تو بہت مشکل ہے کہ اپنے اپنے خیال کے مطابق ہر شخص کس قدر کامیاب ہوا ہے

یہ ملک کے ارباب بصیرت ہی کا کام ہے کہ وہ تنقیدی نظر مصنفین و مؤلفین کے کتب پر ڈالیں اور کامیابی اور ناکامی کا
تصفیہ کریں ۔

گل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو ذی فہم سے لطف نکتہ دانی پوچھو

قبل ازیں کہ میں اصل مطلب کی جانب رجوع ہوں آپ سے خواستگار معافی ہو کر کچھ عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت
میری عمر کوئی پندرہ سال کی ہوگی فارسی و اردو کی متداولہ کتابیں پڑھتا تھا اثنائے درس میں جب کبھی کوئی شعر اخلاقی آجاتا
تو اس کا دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا تھا اور میں اس کو بڑی دچسپی کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ بلکہ جداگانہ کتاب میں
ان اشعار کو ایک جگہ لکھ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مدت میں جا کر ایک خاص بیاض تیار ہو گئی۔ مگر اس میں جب دیکھا
یہ نقص پایا کہ نہ تو یہ بیاض ادب کے کل اخلاقی اشعار پر حاوی تھی اور نہ مضامین اشعار کے عنوان قائم کیے گئے تھے
حتیٰ کہ شعراء کا تخلص بھی درج نہ ہو سکتا تھا۔ اس کمی کی تکمیل اور کتاب کو بڑے پیمانہ پر تیار کرنے کی خواہش نے مجھے از سر
اس پر مجبور کیا کہ زمانہ موجودہ کے رنگ اور ڈھنگ کے موافق زبان اردو کے قدیم و جدید مشہور و ممتاز اساتذہ کے کلام کا وہ
جوابی اور اخلاقی حیثیت سے ہمارے بہت کام کا حصہ ہے ایک جگہ جمع کر کے ملک کے سامنے پیش کروں۔ اور ساتھ
اس کے اس بات کو بھی خوب جانتا تھا کہ اس قسم کا ہتھم بالشان کام کرنے کے لیے ایک بڑے دماغ، طبع نقاد اور ذہن قواد کی ضرورت
تھا ہم اس کی تکمیل کے شوق کا جن میرے سر سے نہ اترتا تھا نہ اترتا اور اس کی اشاعت کی دھن عاشقانہ دھن بن کر میرے
دل و دماغ کو ابھارے ہی پس مجبوراً غم باخزم کر کے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کام کو شروع کیا اس اثناء
میں حضرت حافظ شیرازی کے اس شعر کو ہر وقت اپنا رہبر بنا رکھا۔ ۔

دریا باں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم سرزنش با گر کند خار مغیلاں غم مخور

پس شعراء ماضی و حال کے کلیات و دواوین کی فراہمی اور غور و تعمق کے ساتھ مطالعہ کرنے پر آمادہ ہوا شعراء کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلیات
و دواوین جو ہم پہنچ سکے ہر ایک کو بالاستیعاب پڑھا اور خذ ماصفاذ غ ماکدیر کے اصول پر وہ کل اشعار جو ادب اخلاق
اور پسند و نصیحت اور خط و کتابت وغیرہ کے متعلق تھے نہایت تہذیب کے ساتھ انتخاب کیا۔

غرض یہ کتاب (مجموعہ اشعار) جو ناظرین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ میری ایک مدت مدید کی دچسپی کا نتیجہ اور
جان توڑ کوششوں کا بہترین ثمرہ ہے جس کا اظہار میں ابھی کر چکا ہوں ۔

مائدہ تازہ بروں آمده چاشنی گیر کہ چوں آمده

اس عرصہ میں میری چند دیگر متفرق چھوٹی اور بڑی کتابیں اور رسالے از قبیل کتب اخلاقی، ادبی، علمی شائع ہوتے رہے۔ مگر پھر بھی میرا یہ کام کچھ نہ کچھ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے برابر ہوتا ہی رہا بلا شک یہ بات میرے لیے کچھ کم باعث مسرت نہیں ہو سکتی کہ اُن کتابوں کو پبلک نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بعض تو اس قسم کی ثابت ہوئیں کہ متعدد بار چھپنے پر بھی ضرورت پھر اشاعت کی پائی گئی جس کی نسبت میں تہ دل سے پبلک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ خدمت کچھ ایسی اہم نہ سمجھی جائے۔ لیکن ذرا ناظرین کو اس خیال کے قائم کرتے وقت زمانہ موجودہ کے اس رنگ کو بھی بغور ملاحظہ کر لینا چاہیے جو پبلک اور خصوصاً تعلیم یافتہ جماعت کے دماغوں پر چڑھا ہوا ہے۔ یعنی عموماً ایشیائی شاعری اور خصوصاً ہمارے ملک کے شعراء سلف کے دواوین و کلیات جو عمر بھر کے نتیجے ہیں اور جن کو بلحاظ اثر و نتیجہ کے ہم لٹریچر کی روح رواں کہہ سکتے ہیں نظر انداز کر دیے جائیں۔

میں نے اس جدید رجحان کو نہایت مہذب الفاظ میں بیان کیا ہے تاہم میں یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ خیال سراسر لغو ہے۔ البتہ اس کا وہ حصہ جہاں تک کہ متبذل شاعری سے متعلق ہے ضرور نظر انداز کرنے کے قابل ہے لیکن اس حکم کو عام کر دینے کی گنجائش مطلق نہیں پائی جاتی۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی مذکورہ بالا جدید خیال کو ہم مان لیں تو اس ایک بڑی نعمت سے محروم ہوئے جاتے ہیں جو شعراء سلف نے دماغی اور روحانی مسرت کے لیے دسترخوان انواع نعمتوں سے تیار کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شعراء سلف کے کلام کو بحیثیت مجموعی قبولیت عام کی سند مل چکی ہے لیکن میں خاص طور سے بامدق اصحاب اور انشا پردازوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے کلام میں نہ صرف گل و بلبل کے قصے، زلف خال کی داستانیں، الفت و عشق کے مشغلے، ہجر و وصل کے ولولے، جوانی کی گرم جوشیاں، شباب کے رنگیں جنوں، حسن کی سر و مہریاں، شامِ شباب کے مزے اور صبحِ حرمان کی اداسی، اور مایوسی وغیرہ کی چاشنی ہی موجود ہے بلکہ اخلاق کے وہ عمدہ عمدہ نمونے اور ضرب الامثال درج کر گئے ہیں اور انسانی خیالات و رجحانات اور زمانہ کی نیرنگیوں کی وہ بے مثل تشریح کر چکے ہیں کہ انہیں کا حصہ تھا۔

حاصل کلام ہر زبان کے شعراء علمی دنیا میں مقدمتہً بحث سمجھے جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نسبتِ نشر کے نظم زیادہ موثر اور دل گداز ہوتی ہے اور اس نظمی حصہ سے لذت حاصل کرنے والے طبائع کے لیے شاعر کا کلام خوانِ نعمت سے کم نہیں ہے۔ جن مختلف ذائقوں کے دلکش طعام اس خوانِ نیما پر چنے ہوئے ملیں گے کسی شاہی دسترخوان پر بھی نظر آئیں گے۔ کیونکہ لطیف غذا میں صرف زبان ہی تاک محدود ہیں مگر شاعری غذائے روحانی ہے جو انسان کے باطنی احساسات کو بیدار اور روح کو لذت و سرور بخشتی ہے۔

بصدق اس کے اِنَّ مِنَ الشَّعْرِ الْحِكْمَةُ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لِسِحْرًا۔

پس ایک طرح میں نے ان کے اخلاقی اور روحانی فلسفیانہ اشعار کے انتخاب کا مقصد نوعیہ قائم کیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقیقت لوگ ایک بہترین مسلم اخلاق اور شیریں ترین کلامِ ناصح کو اپنا ہم جلس بناسکیں گے اور یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ داعطوں، اسپیکروں، انشاپردازوں، مضمون نگاروں، ایڈیٹروں وغیرہ کے لیے یہ کس قدر بیش بہا و کارآمد ذخیرہ ہے وہ اپنے حسب مذاق و ضرورت عمدہ سے عمدہ اخلاق کے اشعار مؤثر اور درو انگیز انتخاب کر سکتے ہیں۔ غرض جو شخص اسکا مطالعہ کرے گا، اس کی طبیعت نہ صرف عمدہ پیرایہ بیان ہی سے وجد میں آئے گی بلکہ بہ نسبت خشک اور تلخ کلام کے وہ اس سے اثر بھی زیادہ متبول کر سکیگی۔

خوشبو ہر ایک رنگ کی عطر سخن میں ہے

ہر پھول کی بہار ہمارے چین میں ہے

اب میں ناظرین کو اس ذخیرہ کی طرز ترتیب کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس مجموعہ انتخاب میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ متقدمین ہوں، یا متاخرین، طرز قدیم کے واسطہ ہوں یا طرز جدید کے دلدادہ، خواہ وہ لکھنوی ہوں، یا دہلوی، خواہ کسی اور شہر کے متوطن ہوں، جس کا اخلاقی کلام مجھے ملا اور اچھا معلوم ہوا اُسے جانے نہیں دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں نے استخراج یا تخریج اور ادنیٰ و اعلیٰ سے مطلق واسطہ نہیں رکھا اور سختہ و منکد سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ کس قدر شعراء کا کلام بالاستیعاب دیکھا گیا ہے جو روایف و ارتحریہ ہے۔

وہ گلچیں ہیں کہ ہم باغ سخن سے پھول چین چین کر

بنایا کرتے ہیں گلہ ستہ گلرو یوں کی محفل کا

میرے لیکر آخر تک جس قدر کلام مل سکا ہے ہر ایک کا انتخاب ایک اصول کے مطابق بہتر سے بہتر طریقہ پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں تک کلام پر نظر ڈالی جاتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شعراء اردو نے ابتداء ہی سے یہ مد نظر رکھ لیا تھا کہ اپنی شاعری کو ایک گلہ ستہ مختلف گلہائے مضامین کا بنائیں۔ اگرچہ انہوں نے زیادہ تر غزلوں ہی پر جو دست طبع دکھلائی ہے مگر حقیقت ہم مضامین کو دیکھتے ہوئے غزل کو اس کے تنگ صنف کلام پر محمول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم لمجا مضمون اس کو خوش خیالی کا ایک وسیع زینہ پاتے ہیں۔

غالباً یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بڑے نام چند خاص خاص رنگ کے پھول چنے اور ان کے گلہ ستے بنایے ہیں مگر بھی بمستان سخن کے صد باخوش ہر پھول یا تو گلچیں کی کم توجہی یا تغافل کی بدولت اپنی اپنی شاخوں پر پڑ مرده ہو کر رہ گئے۔

اور جبکہ ناظرین کے سامنے ایک مکمل مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تو اب اس کی ضرورت نہیں پائی جاتی کہ میں خود اس کتاب کے نقطہ خیال سے شعرائے ماضی و حال کا مرتبہ قائم کروں یا ایک کا دوسرے سے مقابلہ کروں یا ایک کو دوسرے پر فوقیت دوں۔ ناظرین کلام کو دیکھ کر خود اس کا مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔

البتہ ایک بات میں عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ ابتدائی زمانہ کی شاعری میں اخلاقی ادبی اور پُر از نصیحت اشعار نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں زمانہ وسطیٰ کی شاعری میں نسبتاً یہ رجحان کم پایا جاتا ہے لیکن جو کچھ موجود ہے وہ بہتر سے بہتر ہے اس لیے کہ اس زمانہ میں اردو بھی نہایت صاف ہو گئی تھی اور ترکیب و بندش عروج پر تھی۔ اور آخری دور کے شعرا تو زمانہ وسطیٰ کے شعرا کے مقابلہ میں زیادہ وقیع و ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہ بات کم تعجب نہیں ہے کہ جدید شعرا کے کلام میں جو رنگ قدیم کے ولدا ہے بہت ہی کم یہ حصہ پایا جاتا ہے مگر پھر بھی اخلاقی نچرل اشعار اپنے اپنے مختلف رنگوں کے امتیاز سے قابل قدر ہیں۔ جن شعرا کا کلام ماہوار شعر و سخن کے رسالوں یا دیگر کتب سے انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر شعرا کا نام باخبر تخلص کے معلوم نہ ہوا اور بعض دواوین غیر مطبوعہ نیز مطبوعہ ایسے دستیاب ہوئے کہ ان میں بھی شاعر کا نام نہ پایا گیا۔ اس لیے فہرست میں صرف تخلص ہی لکھ دیا گیا۔

دل جس کا چاہے سیر کرے آ کے دو گھڑی
دروازے سب کھلے ہوئے بیت سخن کے ہیں

ناظرین کی زیادہ سمع خراشی مجھے پسند نہیں ہے۔ اس لیے اب اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں ساتھ ہی اپنی اس محنت کا ذکر کرنا بھی بالکل بیکار سمجھتا ہوں جو ایک معقول مدت تک کلام کے انتخاب اور جمع و مرتب کرنے میں صرف ہوئی خصوصاً جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ دنیا کے کسی کام کا نتیجہ بغیر محنت و مشقت کے ہو ہی نہیں سکتا تو اس امر کے اظہار کے لیے طول کلامی کرنا بالکل بے سود بلکہ فضول ہے۔

ہرگز بہر زلف نگارے نہ رسی ہرگز بہر زلف نگارے نہ رسی
ہرگز بہر لب لعل نگارے نہ رسی ہرگز بہر لب لعل نگارے نہ رسی
ہرگز بہر کف پائے نگارے نہ رسی ہرگز بہر کف پائے نگارے نہ رسی

ہرگز بہر زلف نگارے نہ رسی
ہرگز بہر لب لعل نگارے نہ رسی
ہرگز بہر کف پائے نگارے نہ رسی

البتہ جو کلام دستیاب ہی نہ ہو سکا اس کے لیے تو بندہ ہر طرح معذور ہے۔ یہ بھی قصہ ہے کہ اگر دوسرے ایڈیشن کی نوبت آجائے (خدا وہ دن دکھلائے) تو اس میں مناسب اضافہ بشرط غلبہ شوق ناظرین کر دیا جائیگا۔ اور باقی شعرا کا

جس قدر کلام آئندہ میسر ہوگا (جس کی تلاش جاری ہے) اس سے بھی اس مجموعہ کو زینت دینے میں ہرگز دریغ نہ کیا جائے گا۔

بارے خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج مجھے یہ نصیب ہوا کہ ناظرین ہاتھ لکین کے حضور میں ایک لکھنؤ گلدستہ جو چین چین کے پھول، باغ باغ کی پتیوں، اور ڈال ڈال کی کلیوں سے چین چین کرتا رہا گیا ہے، پیش کروں۔ اگر ناظرین اس گلدستہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کے اشعار پر بہار کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیں تو میں سمجھوں گا کہ میری اس قدر عرصہ کی محنت رایگاں نہیں گئی۔

منہی نہ رہے کہ اس گنجینہ دانش و بینش کی ترتیب کی نسبت یہ بہترین طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بلحاظ مضمون معرمان کے عنوان قائم کیے گئے اور وہ کل عنوان بطریق حروف تہجی لکھے گئے ہیں۔ اور ابتداء میں ایک مکمل نہایت عنوان شعر مع صفحہ کتاب دی گئی ہے تاکہ ناظرین کو تلاش عنوان شعر میں وقت واقع نہ ہو۔ اسی اصول کو مدنظر رکھ کر کتاب مکمل کر دی گئی۔

یہ مجھے معلوم ہے کہ یہ سارا مرقع تو کس کو پسند آئیگا۔ اگر ایک آدھ تصویر بھی دل و دانا کو عبرت انگیز اور چشم بینا کو حیرت منگھ معلوم ہو تو میرا دل بڑھانے کے لیے کافی ہے۔ جس طرح ہر گل کے ساتھ خار لازم ہے اسی طرح اس گلدستہ میں کچھ فروگزاشتیں ہو گئی ہوں تو ناظرین کی ذات ستودہ صفات سے امید ہے کہ مجھے جملہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے آگاہ فرمائیں تاکہ طبع ثانی کے وقت یہ مجموعہ نقائص سے پاک ہو کر حسبِ درخواستِ خواہ نکل سکے۔

ہماری سببہ نگاری کوئی تو دیکھے گا : نہ دیکھے اب تو نہ دیکھے کبھی تو دیکھے گا

آخر میں ایک امر قابلِ گزارش یہ ہے کہ فارسی اشعار کا بھی ایک مقولہ ذخیرہ اسی ترتیب کا جمع کر لیا گیا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو وہ بھی آئندہ ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔

پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سو گھٹتا

یارب! گل مراد مرا کس چمن میں ہے

رستم خادم الملک

راجیسور راؤ اصغر

(الباغ) حیدر آباد دکن - ۱۳۲۶ھ ہجری

اعلان

شکون

بیاض اصغر

(جسمیں)

اردو اور فارسی کے مفید اور نصیحت خیز مصاریع۔ ابیات و افراؤ۔ قطعات و رباعیات
رذیف و ارجح ہیں۔ جو روزمرہ (بول چال) اور علم ادب میں کارآمد ہوتے ہیں

(منتخب)

راجہ راجیو راؤ اصغر خٹہ راجہ اماپت راؤ ہمالیوت بہادر (ورما)
والی سستان دو مکندہ۔ مؤلف مترجم کتب متعددہ

۱۳۵۳ھ

(ع)

قیمت

ملنے کا پتہ :- راست مؤلف سے یا غلام دستگیر حسنا تاجر کتب و مکتبہ ابراہیمیہ و دکن بک اسٹیشنری۔ بھٹن بازار (عابد روڈ) و عظیم لبریری حسنا تاجر کتب

فہرستِ عنوان مضامین اشعار متقدمہ متاخرہ اردو و ہندی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۰	پند و نصیحت	۳۷	۵۶	انجام	۱۹		دیباچہ	۱
۱۱۳	پیری	۳۸	۶۴	انقلاب	۲۰	۱	حمد باری	۲
	ت		۷۵	انتقام	۲۱		الف	
۱۲۲	تجربہ	۳۹	۷۵	اولاد	۲۲		آبرو	۳
"	تجسس مقصود	۴۰		ب		۲۶	اتفاق	۴
"	ترک دنیا	۴۱	۷۶	بدخلق	۲۳	۲۷	احسان	۵
۱۲۶	ترک وطن	۴۲	۸۰	بد خلقی	۲۴	۲۸	اخفائے راز	۶
۱۲۸	ترہیت	۴۳	۸۱	بد قسمتی	۲۵	۳۱	ادنیٰ و اعلیٰ	۷
"	ترقی و تنزل	۴۴	۹۲	بقائے نام	۲۶	۳۲	آرزو	۸
۱۳۰	تعظیم	۴۵	۹۴	بے تمیزی	۲۷	۳۴	آزادی	۹
"	تعمیر	۴۶	۹۴	بے خودی	۲۸	۳۵	استغناء	۱۰
۱۳۱	تقلید	۴۷	۹۵	بے قدری	۲۹	۳۸	استقلال	۱۱
"	تندرستی	۴۸	۹۷	بیکسی	۳۰	۴۰	استعداد	۱۲
۱۳۳	توکل و قناعت	۴۹	۱۰۰	بے دردی	۳۱	۴۱	اطاعت	۱۳
۱۳۲	تواضع	۵۰	۱۰۰	بے ثباتی دنیا	۳۲	۴۱	اعتماد	۱۴
۱۳۳	تہذیب	۵۱	۱۰۶	بے وفائی	۳۳	۴۲	افسردہ دلی	۱۵
	ج			پ		۴۲	امید	۱۶
	جستجو		۱۰۶	پاکدامنی	۳۴	۴۶	انسان	۱۷
۱۳۴	جوانی	۵۲	۱۰۷	پریشانی	۳۵	۴۷	انصاف	۱۸
"		۵۳	۱۰۷	پشیمانی	۳۶	۵۵		

لے یہ عنوان بموجب ردیف حائے حلی میں درج ہونا تھا مگر تبرکاً و تمیناً اول قائم کیا گیا۔ لے نیز ملاحظہ ہو عنوان "دنیاۓ فانی"۔

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۹۸	سعی	۹۰	۱۹۰	۷۰	۱۴۹	۵۴	جہالت
۲۹۹	سوال	۹۱	"	۷۱			پ
	ش		۱۹۱	۷۲			چشم بینا
۳۰۱	شاعری	۹۲	۱۹۸	۷۳	۱۵۱	۵۵	ح
۳۰۳	شجاعت	۹۳	۲۲۳	۷۴			حاجتمندی
"	شرم	۹۴	۲۲۰	۷۵			حب دنیا
"	شراب	۹۵	۲۲۲	۷۶	۱۵۳	۵۶	حب وطن
۳۰۴	شکر	۹۶	۲۲۵	۷۷	۱۵۴	۵۷	حرص
۳۰۶	شکایت زمانہ	۹۷	۲۲۹	۷۸	۱۵۵	۵۸	خس
	ص		۲۵۳	۷۹	۱۵۸	۵۹	حسرت
۳۱۱	صبر	۹۸		۸۰	۱۶۶	۶۰	خاکساری
۳۱۳	صحبت	۹۹	۲۶۳	۸۱			خاموشی
۳۱۸	صفائے باطن	۱۰۰	۲۶۶	۸۲	۱۶۸	۶۱	خلق
۳۲۴	صلح کل	۱۰۱	۲۶۹	۸۳			خوشی و غم
	ض		۲۷۴	۸۴	۱۶۹	۶۲	خود غرضی
۳۲۶	ضبط و تحمل	۱۰۲	۲۷۹	۸۵	۱۷۸	۶۳	خوشامد
۳۲۷	ضعف	۱۰۳	۲۸۱	۸۶			خوش مزاجی
	ط			۸۷	۱۸۰	۶۴	خوف خدا
۳۲۷	طمع	۱۰۴	۲۸۲	۸۸	۱۸۳	۶۵	د
	ظ			۸۹	۱۸۶	۶۶	
۳۲۹	ظاہر و باطن	۱۰۵	۲۹۱		۱۸۸	۶۷	
۳۳۰	ظلم	۱۰۶	۲۹۲	۸۷	۱۸۹	۶۸	
	ع		۲۹۷	۸۸		۶۹	
				۸۹			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۲۶	ملاقات	۱۴۶	ق	۳۳۳	عاجزی		
۵۲۷	موزی	۱۴۷	قدرت خدا	۱۲۸	۳۳۵	عبادت	
۵۲۸	موت	۱۴۸	قدر دانی	۱۲۹	۳۳۷	عبرت	
	ن	۲۴۷	قسمت	۱۳۰	۳۵۰	عدم	
۵۲۶	ناموری	۱۴۹	ک		۳۵۲	علم	
۵۲۸	نامیدی	۱۵۰	کدورت	۱۳۱	۳۵۹	عمر ناپایدار	
۵۲۹	نام آتفاقی	۱۵۱	کم ظرفی	۱۳۲	۳۶۶	عید	
"	نفس امارہ	۱۵۲	کمال	۱۳۳	۳۷۱	عیش	
۵۵۳	نفاق	۱۵۳	گ		۳۷۳	عیب و ہنر	
۵۵۴	نقل و وصل	۱۵۴	گناہ	۱۳۴		غ	
"	نیکی	۱۵۵	گوشت نشینی	۱۳۵	۳۷۶	غور	
	و	۲۶۶	گور غریباں	۱۳۶	۳۸۳	غربت	
۵۵۸	وضعداری	۱۵۶	ل		۳۸۷	غصہ	
"	وفا	۱۵۷	لڑکپن	۱۳۷	۳۸۷	غفلت	
۵۵۹	وقت	۱۵۸	م		۴۰۰	غور و فکر	
	ھ	۲۶۸	محنت	۱۳۸		ف	
۵۶۱	ہر کمالے رازوالے	۱۵۹	مساوات	۱۳۹	۴۰۱	فراق	
۵۶۲	ہمدردی	۱۶۰	مصائب	۱۴۰	۴۰۲	فضل خدا	
۵۶۳	ہمت	۱۶۱	مصیبت کی کوئی سیاحت نہیں	۱۴۱	۴۰۹	فعل بد	
۵۶۷	ہوس	۱۶۲	مصیبت کے بعد رحمت	۱۴۲	۴۱۰	فقر	
	ی	۲۸۱	معرفت	۱۴۳	۴۲۶	فکر عقبہ	
۵۷۰	یاد خدا	۱۶۳	مفلسی	۱۴۴	۴۲۸	فلک کج رفتار	
۵۷۴	یاد رفتگان	۱۶۴	مکاری	۱۴۵	۴۳۶	فت	
	تمت						

سری	تخلص	نام اصلی	پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶	افسر	حکیم محمود حسین صاحب	..	سہسوان	شاقب	
۲۷	افسر	مولوی عبد البکیر صاحب	..	گیا	کوثر	
۲۸	افسر	محمد ابراہیم صاحب	..	بہمنی	منت	
۲۹	افسوس	
۳۰	افسوس	حافظ محمد یوسف صاحب	..	بنارس	فائز	
۳۱	افسوس	مرزا محمد کاظم حسین صاحب	..	مراد آباد	..	
۳۲	افضل	سید فضل علی خان صاحب	اسیر	لکھنؤ	امیر	
۳۳	اکبر	وانا پور	..	
۳۴	اکبر	میرٹھ	..	
۳۵	اکبر	مولوی سید اکبر حسین صاحب	..	الہ آباد	وحید	پیشتر حج الہ آباد
۳۶	امانت	سید آغا حسن مرحوم	میر آغا رضوی	لکھنؤ	دلگیر	۱۲۵۷ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
۳۷	امجد	منشی امجد علی صاحب	..	بنارس	رحمت	
۳۸	امیر	مفتی امیر احمد صاحب	مولوی کریم محمد صاحب	لکھنؤ	امیر	۱۲۹۷ھ میں بمقام حیدر آباد دکن بمر ۲۷ سال فوت ہوئے
۳۹	امین	سید مین الدین حسن صاحب	..	میرٹھ	منت	
۴۰	انجم	مرزا آسمان شاہ	واجد علی شاہ	لکھنؤ	نظم	
۴۱	انجم	منشی شہاب الدین خان صاحب	..	کلکتہ	شاقب	
۴۲	انشا	سید انشاء اللہ خاں مرحوم	میر انشاء اللہ خاں	دہلی	..	۱۲۳۳ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
۴۳	انور	سید امرو مرزا صاحب	سید جلال الدین حیدر	..	ذوق وغالب	
۴۴	انور	جہا بلی صاحب	
۴۵	انیس	میر بر علی صاحب	حضرت خلیق	لکھنؤ	خلیق	۱۲۹۱ھ میں بمر ۳۷ سال بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
۴۶	اوج	
۴۷	بارق	مرزا مظفر حسین بیگ	داغ	
۴۸	بادشاہ	قادر بادشاہ صاحب	..	مدراں	..	
۴۹	باقی	راجہ گردھاری پرشاد	راجہ نرہری پرشاد	حیدر آباد	افق	
۵۰	بخاؤر	بخاؤر سنگ	..	جلال آباد	..	
۵۱	بکر	میر امداد علی مرحوم	شیخ امام بخش	لکھنؤ	ناسخ	۱۳۰۰ھ میں بمر ۵۷ سال بمقام رامپور فوت ہوئے
۵۲	بدر	مولوی بدر الزماں صاحب	..	کلکتہ	..	
۵۳	برتر	.. نادر علی صاحب	..	غازی پور	ظہیر	
۵۴	برق	مرزا محمد رضا مرحوم	مرزا کاظم علی	لکھنؤ	ناسخ	المخاطب فتح الدولہ ۱۸۹۷ھ میں بمقام کلکتہ فوت ہوئے
۵۵	بشیر	سید شاہ محمد صاحب	..	دیوا	..	

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	حقیقت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۵۶	بیمین	قاضی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۷	بنخود	نواب میر حسین خان صاحب	..	برودہ	نظہیر	
۵۸	بنخود	مولوی عبدالحی صاحب	..	بدایون	داغ	
۵۹	بیدل	مولوی سید حامد حسین صاحب	..	شاہجہاں پور	نظہیر	
۶۰	بیرل	.. حبیب الرحمن صاحب	..	سہارنپور	غالب	
۶۱	بیرل	.. عبد السمیع صاحب	..	میرٹھ	..	
۶۲	بیدم	میاں بیدم صاحب	..	اٹاودہ	..	
۶۳	پرتو	
۶۴	تراب	سید شاہ تراب علی صاحب	..	کا کوری	..	
۶۵	تاباں	
۶۶	تائب	حافظ نثار احمد خان صاحب	..	شاہجہاں پور	غلام حسین اکبر آبادی	
۶۷	تجمل	حاجی سید تجمل حسین صاحب	..	جلال پور	تائب	
۶۸	تحقیق	حکیم محمد عبدالحق صاحب	..	حیدر آباد	..	
۶۹	ترکی	ترک علی شاہ صاحب	..	پنجاب	..	
۷۰	تسلیم	منشی امیر اللہ صاحب	مولوی عبد الصمد صاحب	لکھنؤ	نسیم	
۷۱	تشفیق	
۷۲	تقی	
۷۳	تمنا	
۷۴	تیغ	منشی فقیر محمد صاحب	..	احمد نگر	..	
۷۵	ثناقب	مولوی نجم الدین احمد صاحب	..	بدایون	نظہیر	
۷۶	جادو	میر احتشام علی خان صاحب	..	برودہ	..	
۷۷	جاد	
۷۸	جاد	منشی سکندر جاد صاحب	..	لکھنؤ	ثناقب	
۷۹	جرات	شیخ قلندر بخش	حافظ امان	اکبر آباد	حسرت	۱۲۲۵ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے۔
۸۰	جرار	
۸۱	جعفر	
۸۲	جگر	منشی افتخار علی صاحب	..	بسوان	امیر	
۸۳	جلال	میر ضامن علی صاحب	..	لکھنؤ	رشک	
۸۴	جلیل	حافظ جلیل حسن صاحب	حافظ عبد الکریم صاحب	مانچپور	امیر	
۸۵	جنون	

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۸۶	جنون	مولوی محمد عمر صاحب	مولوی محمود میاں صاحب	منگروں	جلال	
۸۷	جوش	
۸۸	جوش	نواب احمد حسن خاں صاحب	
۸۹	جوہر	منشی عبداللہ خاں صاحب	تینخ	
۹۰	جویا	محمد علی	نحف علی حکیم	مراد آباد	..	
۹۱	حاتم	شیخ ظہور الدین صاحب	..	دہلی	..	
۹۲	حافظ	قاضی خلیل الدین صاحب	..	پہلی بھیت	..	
۹۳	حافظ	شیخ لعل صاحب	..	احمد نگر	..	
۹۴	حافظ	حافظ نصیر الدین صاحب	..	بھوپال	ثاقب	
۹۵	حالی	مولوی الطاف حسین صاحب	..	پانی پت	غالب	المخاطب شمس العلماء ادیٹر رسالہ اردوئے معلّٰی
۹۶	حسرت	سید فضل الحسن صاحب	..	موہان	تسلیم	
۹۷	حسرت	مرزا جعفر علی	مرزا ابوالخیر	دہلی	دیوانہ و آشتی	
۹۸	حسن	سید غلام حسن	میر غلام حسین صاحب	..	ضیا	
۹۹	حسین	محمد حسین خاں صاحب	..	لوہارو	..	شاعر بھی تخلص ہے ۱۲
۱۰۰	حفیظ	حافظ محمد علی صاحب	..	جونپور	امیر	
۱۰۱	حکیم	پچھوٹے بھیا صاحب	اسیر	لکھنؤ	اسیر	
۱۰۲	حمید	مولوی حمید الدین صاحب	..	بدایون	ثاقب	
۱۰۳	حیرت	محمد جان خان صاحب	
۱۰۴	خادم	منشی عبدالکریم صاحب	..	بہمنی	تجمل	
۱۰۵	خاطر	سید ظفر حسن	..	لکھنؤ	جلیل	
۱۰۶	خاکی	منشی محمد اسماعیل صاحب	منشی محمد خان صاحب	
۱۰۷	خاموش	حیدر آباد	..	
۱۰۸	خلیل	نواب ابراہیم علی خان صاحب	..	ٹوہنک	مضطر	
۱۰۹	خلیل	شیخ ابراہیم	..	لکھنؤ	آتش	
۱۱۰	خوشدل	
۱۱۱	خیال	مولوی ریاض حسن خاں	..	منظفر پور	جلال	
۱۱۲	داغ	نواب مرزا خاں صاحب	..	دہلی	ذوق	فصیح الملک۔ جہاں استاد۔ بیل ہندوستان ناظم یار جنگ۔ استاد آصف حضور نظام۔ ۱۹۹۹ء میں بمقام دہلی فوت ہوئے ۱۲
۱۱۳	درد	حضرت خواجہ میر صاحب	خواجہ ناصر صاحب عندلیب	..	عندلیب	
۱۱۴	ذاکر	شیخ محمد برکت اللہ	

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۱۵	ذائق	منشی عابد العزیز صاحب	..	بنارس	تائب	المخاطب خاقانی ہند ۱۲۰۳ھ میں ہجرت ۶ سال فوت ہو
۱۱۶	ذائق	محمد ہاشم صاحب	..	بمبئی	منت	
۱۱۷	ذوق	شیخ محمد ابراہیم صاحب	شیخ محمد رمضان	دہلی	نصیر	
۱۱۸	راحت	
۱۱۹	راسخ	مولوی عبد الرحمن صاحب	حضرت فقیر صاحب	دہلی	فقیر	آپ کا انتقال ۱۳۰۳ھ میں ہوا ۱۲
۱۲۰	رافت	رؤف احمد خالصا صاحب	..	بریلی	..	
۱۲۱	راکب	منشی محمد نیر صاحب	
۱۲۲	رحمت	رحمت علی صاحب	..	لکھنؤ	شاقب	
۱۲۳	رازق
۱۲۴	ریشک	میرا وسط علی صاحب	میر سلیمان صاحب	لکھنؤ	ناسخ	..
۱۲۵	رضا	مولوی احمد رضا خالصا صاحب	..	بریلی
۱۲۶	رضی	رضی الدین صاحب	..	مراد آباد
۱۲۷	رعنا	سید محمد ہاشم صاحب	..	دہلی	شاعر	..
۱۲۸	رفعت	منشی اسماعیل داؤد صاحب	..	بمبئی	امیر	..
۱۲۹	رمز	سید محمد صاحب	..	دہلی	شاقب	..
۱۳۰	رہز	نواب سید محمد خاں مرحوم	نواب غیاث الدین محمد خاں	لکھنؤ	آتش	..
۱۳۱	رنجین
۱۳۲	رونق	منشی محمود میاں	..	احمد نگر	منظور	..
۱۳۳	زکی	سید محمد زکریا صاحب	..	دہلی	غالب	..
۱۳۴	سالک	مرزا قربان علی بیگ
۱۳۵	سالک	سلطان محی الدین بادشاہ
۱۳۶	سحر
۱۳۷	سخن	سید محمد فخر الدین حسین	..	دہلی	غالب	مروش سخن آپ کا لکھا ہوا مشہور قصہ ہے ۱۲
۱۳۸	سراج	سراج الدین متادری
۱۳۹	سرست	شاہ عزیز الرحمن صاحب
۱۴۰	سرور	حکیم سید سرور علی	قدر	..
۱۴۱	سرور	مرزا رجب علی بیگ	مرزا اصغر علی	لکھنؤ	نوازش	مصنف "فائد عجائب"
۱۴۲	سرور	غلام احمد خاں
۱۴۳	سلطوت
۱۴۴	سعید	منشی محمد سعید صاحب	..	سیا مٹی	تجمل	..

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	تذکرہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۴۵	سعید	سید سعادت علی	..	اکبر آباد	..	<p>میں السلطنہ پیشکار و مدار المہام سابق سرکار کا۔ آپ کے نظم و نثر میں متعدد تصنیفات اردو دنیا میں شہور ہیں ۱۲ مدار المہام دکن</p>
۱۴۶	سفیر	نواب میر شائق حسین خان صاحب	نواب میر زین العابدین خان صاحب	حیدر آباد	نظم	
۱۴۷	سمجھو	نشتی غلام محمد صاحب	..	سورت	مومن	
۱۴۸	سودا	مرزا محمد رفیع مرحوم	مرزا محمد شفیع	دہلی	حاتم	
۱۴۹	سوز	سید محمد میر مرحوم	میر ضیاء الدین	
۱۵۰	سید	سید حسین صاحب	..	باس بریلی	..	
۱۵۱	شاد	مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر	راجہ ہری کشن	حیدر آباد	آصف	
۱۵۲	شاد	حاجی محمد صاحب	..	بمبئی	کیکٹا	
۱۵۳	شاداں	مہاراجہ چندو لعل	..	حیدر آباد	نصیر	
۱۵۴	شاطر	نشتی محمد شفیع صاحب	..	بمبئی	کیکٹا	
۱۵۵	شاعر	آغا ظفر علی بیگ صاحب	..	دہلی	داغ	<p>برادر فصیح الملک داغ مرحوم ۱۲</p>
۱۵۶	شاغل	آغا مرزا مرحوم	
۱۵۷	شاغل	حکیم علی محمد صاحب	..	بمبئی	تائب	
۱۵۸	شاکر	سید محمد القادر صاحب	..	وانبائری	..	
۱۵۹	شائق	مولوی سدید الدین	..	بدایون	افضل	
۱۶۰	شائق	حافظ الہی بخش	
۱۶۱	شرر	مولوی سید اسحاق حسن	..	مارہرہ	وزیر	
۱۶۲	شرم	شمس النابگیم	
۱۶۳	شعلہ	
۱۶۴	شفیق	حافظ علیم الدین صاحب	..	اکبر آباد	مخلص	
۱۶۵	شفیق	سید حسن مرتضیٰ	..	عماد پور	امیر	<p>رئیس سورت</p>
۱۶۶	شمشاد	مولوی عبدالاحد صاحب	..	لکھنؤ	قلق	
۱۶۷	شمیم	میر حیات علی صاحب	..	حیدر آباد	منت	
۱۶۸	شوق	چودھری مصطفیٰ حسین	شاقب	
۱۶۹	شوق	نواب مرزا	..	دہلی	..	
۱۷۰	شوق	سید اشتیاق حسین	ظہیر	
۱۷۱	شہید	مولوی غلام امام صاحب	..	الہ آباد	..	
۱۷۲	شہیدی	.. کرامت علی خان صاحب	..	اکبر آباد	..	
۱۷۳	شیدا	بخشتی میر زین الدین خان صاحب	..	سورت	شاقب	
۱۷۴	شیدا	

سلسلہ	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شناگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱۷۵	شیر	نواب مصطفیٰ خاں	نواب مرتضیٰ خاں	دہلی	مومن	۲۸۶ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۷۶	شیفتہ	مولوی کاظم حسین صاحب	"	کنٹور	قدر کنٹوری	
۱۷۷	شیفتہ	منشی صابر علی	"	شملہ	ثاقب	
۱۷۸	صابر	شیخ محمد یعقوب صاحب	"	بہمنی	عارف	
۱۷۹	صادر	"	"	"	"	
۱۸۰	صادق	"	"	"	"	۲۷۱ھ میں فوت ہوئے ۱۲
۱۸۱	صبا	میر وزیر علی مرحوم	میر بندہ علی	لکھنؤ	آتش	
۱۸۲	صبر	عبدالکریم خاں	"	دہلی	منت	
۱۸۳	صفدر	"	"	"	"	
۱۸۴	صولت	اکبر حسین صاحب	"	بریلی	امیر	
۱۸۵	صولت	محمد تمغیل خاں	"	بہمنی	رشید	
۱۸۶	صيد	"	"	لکھنؤ	"	
۱۸۷	ضمیر	حافظ محمد حسین	"	میرٹھ	"	
۱۸۸	طالب	ونایک پرشار صاحب	"	بنارس	داغ	درا ماسٹ
۱۸۹	طاہر	مولوی طاہر علی	"	فرخ آباد	"	
۱۹۰	ظافر	محمد ابراہیم	"	پونہ	"	
۱۹۱	ظفر	ابو ظفر بہادر شاہ	اکبر شاہ	دہلی	ذوق	آخری تاجدار مغلیہ
۱۹۲	ظہیر	ظہیر الدین حسین صاحب	جلال الدین صاحب	"	"	المخاطب بہ راقم الدولہ
۱۹۳	عاجز	"	"	"	"	
۱۹۴	عارف	"	"	"	"	
۱۹۵	عاشق	ساجزادہ احمد سعید خاں صاحب	"	ٹونک	ظہیر	رئیس ٹونک
۱۹۶	عاشق	محمد عبد الغفور	"	چتور	"	
۱۹۷	عاشق	مرزا والا جاہ بہادر	"	"	"	
۱۹۸	عاشق	شمس الدین علی خاں صاحب	"	اجمیر	ظہیر	
۱۹۹	عاشق	پنڈت کنھیا لعل صاحب	"	"	"	
۲۰۰	عاشق	اقبال حسین صاحب	نور الدین احمد	دہلی	"	
۲۰۱	عاصی	"	"	"	"	
۲۰۲	عاقل	"	"	"	"	
۲۰۳	عالم	"	"	"	"	
۲۰۴	عالم	عالمگیر محمد خان صاحب	نیا ز محمد خان بہادر	جاوہر	حبیب	

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۰۵	عالم	ملک نواب باوشا محل صاحب	ملک واجد علی شاه
۲۰۶	عزیز	مرزا محمد ہادی صاحب	..	لکھنؤ	صفی	..
۲۰۷	عزیز	حافظ عبدالعزیز خان بہا	..	بریلی
۲۰۸	عشقی
۲۰۹	عطا	محمد عطاء اللہ خاں	..	شاہجہانپور	طاہر	..
۲۱۰	علم
۲۱۱	علی	بو علی صاحب
۲۱۲	علی احمد	علی احمد صاحب	اکبر	..
۲۱۳	عمیش	منشی خاوم علی
۲۱۴	غافل
۲۱۵	غالب	نواب مرزا نوشہ اسد اللہ خاں	عبداللہ بیگ خاں	دہلی	..	المخاطب بہ نجم الدولہ - اسد بھی تخلص تھا ۱۲
۲۱۶	غرق
۲۱۷	فدا
۲۱۸	فرحان
۲۱۹	فرخ	حکیم عبدالحمید صاحب	..	دہلی	..	مالک پنج بہادر و سلطان الاخبار ۱۲
۲۲۰	فروغ	سید امیر حسن صاحب	..	لکھنؤ	فصاحت	..
۲۲۱	فقیر	بابو صاحب	مصنف روضۃ البکاء
۲۲۲	فوق	محمد الدین صاحب	ادبیر کشمیری میگزین لاہور
۲۲۳	فیض	حضرت فیض صاحب	..	حیدرآباد
۲۲۴	قاسم	منشی قاسم علی	..	اورنگ آباد	کیتا	..
۲۲۵	قائم	محمد قیام الدین	..	سنہل	سودا	..
۲۲۶	قبول	الداد خاں
۲۲۷	قدر	سید غلام حسین صاحب	سید خلف علی	بلگرام	بحر و غالب	..
۲۲۸	قربان	سید قربان حسین شاہ	..	اکبر آباد
۲۲۹	قطب	قطب الدین	محمد نصیر الدین
۲۳۰	قلق	خواجہ اسد اللہ	خواجہ بہادر حسین	لکھنؤ	وزیر	المخاطب بہ نواب آفتاب الدولہ ۱۲
۲۳۱	قلق	حکیم مولا بخش	..	میرٹھ	مومن	..
۲۳۲	قمر
۲۳۳	قول	غلام محمد خاں	..	دہلی	شیفۃ	..
۲۳۴	قیس

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۳۵	کافی	مولوی کفایت علیخان صاحب	..	مراد آباد
۲۳۶	کامل
۲۳۷	کشته	سید افتخار عالم صاحب	..	مراد آباد	رضوان	..
۲۳۸	کمال	سید مهدی حسن صاحب	حضرت جلال	لکهنو	جلال	..
۲۳۹	کوثر	حکیم عابد علی صاحب	..	خیر آباد	امیر	..
۲۴۰	کوثر
۲۴۱	کیف	شیخ عالمگیر صاحب	..	لئونک	اسد	..
۲۴۲	گویا	فقیح محمد خاں	..	لکهنو	وزیر	..
۲۴۳	لطف	لطف علی خاں	..	بریلی
۲۴۴	ماه
۲۴۵	ماهر	سید مهدی حسین صاحب	..	لکهنو	امیر	..
۲۴۶	مجرع	میر مهدی حسین صاحب
۲۴۷	محب	محب حسین صاحب	..	اٹاوه	داغ	..
۲۴۸	محبوب	شیخ محبوب
۲۴۹	محسن	مولوی محمد حسن صاحب	..	کاکوری
۲۵۰	محروم
۲۵۱	محو	مقبول احمد صاحب	..	کاکوری
۲۵۲	مذاق	سید دلدار علی	..	بدایون	ذوق	..
۲۵۳	مرزا
۲۵۴	مزید
۲۵۵	مست	مولوی نواز شعلینا صاحب	مولوی امداد علیخان صاحب	حیدر آباد
۲۵۶	مسکین	میاں مسکین صاحب	..	بھوپال
۲۵۷	مشتاق
۲۵۸	مصحفی	شیخ غلام هدانی	..	لکهنو	امانی	..
۲۵۹	مضطر	سید افتخار حسین صاحب	..	خیر آباد	امیر	..
۲۶۰	مضطر	دہلی
۲۶۱	منظہر	منظہر حسن	معصوم علی	دھولانہ	رسوا	..
۲۶۲	منت	غلام غوث خاں	حضرت قول	دہلی	قول	..
۲۶۳	منتہی
۲۶۴	نیر	محمد اسماعیل	..	شکوہ آباد	اشک	..

المخاطب بہ افتخار الشعراء

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شاگرد	تذکرہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۶۵	موجد	کاکا پرشاد	..	لکھنؤ	نسیم	
۲۶۶	مومن	حکیم مومن خاں مرحوم	..	دہلی	ممنون	
۲۶۷	مونس	میر نواب صاحب	حضرت خلیق	لکھنؤ	خلیق	
۲۶۸	مہتاب	مہتاب رائے صاحب	
۲۶۹	مہر	مرزا حاتم علی بیگ	..	اکبر آباد	ناسخ	
۲۷۰	مہر	منشی سورج نرائن صاحب	..	دہلی	..	
۲۷۱	میر	میر تقی مرحوم	خان آرزو	
۲۷۲	میکش	شمس الحق صاحب	
۲۷۳	ناسخ	شیخ امام بخش مرحوم	شیخ خدا بخش	لکھنؤ	..	۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے
۲۷۴	ناصر	
۲۷۵	ناظم	نواب یوسف علی خاں	..	رامپور	غالب	فرمانروائے رامپور
۲۷۶	نزہت	
۲۷۷	نساخ	مولوی عبدالغفور صاحب	..	جونپور	جبرأت	
۲۷۸	نسیم	نواب اصغر علی خاں	نواب آغا علی خان	دہلی	مومن	۱۲۸۲ھ میں بمقام لکھنؤ فوت ہوئے
۲۷۹	نسیم	پنڈت دیاشنکر	..	لکھنؤ	..	مصنف "گلزار نسیم"
۲۸۰	نشاط	
۲۸۱	نصیر	شاہ نصیر الدین	شاہ غریب اللہ	دہلی	ماہل	
۲۸۲	نظر	منشی نوبت رائے صاحب	..	لکھنؤ	..	
۲۸۳	نظم	مولانا علی حیدر صاحب طباطبائی	سید مصطفیٰ حسین صاحب	مصنف تشریح دیوان غالب راقی نامہ تشقیق و غیرہ
۲۸۴	نظیر	مولوی ولی محمد صاحب	..	اکبر آباد	..	
۲۸۵	نفیس	میر خورشید علی	حضرت انیس	لکھنؤ	انیس	
۲۸۶	نمود	
۲۸۷	نواب	نواب کلب علی خاں	..	رامپور	امیر	فرمانروائے رامپور
۲۸۸	نوح	منشی محمد نوح	..	تھارہ	داغ	
۲۸۹	واسطی	
۲۹۰	وجاہت	وجاہت حسین صاحب	..	جہنپہانہ	داغ	
۲۹۱	وجد	غلام غوث صاحب	..	بدایون	مذاق	
۲۹۲	وحشت	مولوی رضا علی صاحب	..	کلکتہ	..	
۲۹۳	وحشی	
۲۹۴	وزیر	خواجہ محمد وزیر	خواجہ محمد فقیر	لکھنؤ	ناسخ	۱۲۷۷ھ میں فوت ہوئے

ردیف	تخلص	نام اصلی	نام پدر	وطن	شناگرد	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۲۹۵	وزیر	شیخ وزیر	..	لکھنؤ	حکیم	..
۲۹۶	وسیم
۲۹۷	وقار
۲۹۸	وہبی	منشی دیوبند پشاد صاحب	..	لکھنؤ
۲۹۹	ہدایت	مولوی ہدایت رسول صاحب
۳۰۰	ہرچند
۳۰۱	ہزبر	مرزا محمد نیر علی خان بہادر	واجد علی شاہ لکھنؤ	لکھنؤ
۳۰۲	ہمد	رائے گلاب سنگھ
۳۰۳	ہوس
۳۰۴	ہوش
۳۰۵	یکتا	منشی فتح محمد صاحب	..	مرزا پور	ظریف	..
۳۰۶	یکتا	شاہ فرید الدین صاحب	..	بہار
۳۰۷	یم	منشی فیض الدین احمد صاحب	..	لاہور	شماقب	..

فہرست شعر از کلام مختلف روئے کتب و غیر ہم انتخاب کیا گیا

(الف)

آباد نثر احد احمد احقر اختر ارم
ارشاد ازلی آسمان اسلم آسی اسد
آصف الدولہ آغا آفاق اقبال اکمل
امیر آہ امین۔

(ب)

بارق بازغ باسط بخاور برکت برہم
بزمی بزم بلاغت بہار بیان بیتاب۔

(پ)

پاسخ۔

(ت)

تجلی ترجمہ تسلی توفیق تہویر۔

(ث)

ثابت۔

(ج)

جمی جعفری جعفر زلی جلالی جمیل
جوہری جوگی۔

(چ)

چکبست

(ح)

حامد حشم حق نما حلیم حیدر۔

(خ)

خواجہ دل محمد

(د)

داور دبیر دستگیر دل دلاور۔

(ر)

راضی راز رحمت رشید رعب
رغبت رفیق رجور رنگ رہبر ریاض۔

(ز)

زور

(س)

ساحر سجاد سخاوت سرور سرو
سرتار سعادت سلام سلیمان سہیل
سفیر سیفی

(ش)

شاہ شروانی شوکت شہید شہیر
شہرت شیریں۔

(ض)

ضبط ضیا۔

(ظ)

ظہور۔

(ع)

عادل عرش عشی عشقی عشق غبر
عیشی عید۔

(غ)

غریب غرق غلام جیلانی غنی۔

(ف)

فاروق فائز فاخر فرخ فصاحت فصیح
فقیر فلک

(ق)

قادر قدرت قدیر قلم قہر قوس

(ک)

کاشف۔

(گ)

گہر۔

(ل)

لائق۔

م

متین مجروح مجبور محشر محوی مخمور

مقدور مدار مذنب مسیح مسلم
مشرقی مصور مضطر معصوم مفتون
مقبول ممنون موج منور۔

(ن)

ناثر ناز نامی ناشاد نذیر
نذیر احمد نشر نصرت نعیم نفیس
نمود نور نیاز نیر نیرنگ۔

(و)

واصل وارث واقف واہ واجد
واصف وضاحت وفا ولی وہبی۔

(ہ)

ہجر ہمایوں ہمنر۔

(ی)

یقین یوسف

یٰ مہر

حمد باری

حمد باری

نہیں تیرے کرم کو قید کچھ ادنیٰ و اعلیٰ کی
چشم جینا چاہئے تو جلوہ گر ہے ہر طرف
خدا پنہاں ہے عالم آشکارا
ماسوا تیرے نہیں ہنسنے کا کچھ یا باقی
کچھ نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے
خدا کے خوان کرم سے ہو سیر جو چاہے
کام رہنے کا نہیں بند اپنا
ہوئی محتاج منظوری نہ تجھ کو اپنے سائل کی
دکھایا حسن سے اعجاز موعے ملک قدرت نے
عنوان نامہ نام ہے رب کریم کا
سرنامہ لکھا مطلع جو حمد کبریائی کا
کی وصف کر سکوں میں خدائے جلیل کا
بہر ثنا قلم ہو پر جسبرئیل کا
نہرو دے جو ڈال دیا انکو آگ میں
کی منہ مرا کہ حمد مقدس کروں رقم
دل کو مرے ذرا نہیں خوف عذاب حشر
آثم کی آبرو رہے دونوں جہان میں
یا رب کہیں زمین نہ تھی آسماں نہ تھا
تعریف تیری کرنی سراسر یہ تھا محال
ہر سمت سے آرہی ہے آواز
اللہ ہماری شرم رکھ لے
جسے جانچو تری ناپیر مخلوقات میں داخل
بڑا کہنا تجھے شایاں خدا کہنا تجھے زیبا
جسے دیکھو تری برحق خدائی کا بدل قائل
بہر حالت کوئی معبود برحق ہے تو وہ تو ہے
وہ قومیں جو ترے انکار کی خوگر ہیں قاصر ہیں
نظا ہر مادہ کی بحث موزوں بھی ہے کش بھی
یہ ثابت ہو چکا ہے مادہ بے جان و بے حس ہے
اگر ہم فرض کر لیں مادہ خلاق عالم ہے
کہو تو ہم بھی کہہ دیں تین ملکر ایک ہوتے ہیں
تری ذات گرامی خالق و نسب و ما فیہا

سکن ترشہ نہ رہ جائے پئے خضر آب حیاں کو
پردہ ہے اسے شمع و پردہ ترا فانوس کا
نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے
جو ہے فانی ہو تری ذات ہو الہا باقی
جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
نہ ٹہر ہوتی ہے اس پر نہ ہے نشاں ہوتا
بندہ پرور ہے خداوند اپنا
بنایا کاشہ سرواثرگوں کا سہ گدائی کا
ید بیضا بنایا چور انگشت حسائی کا
دیواں یہ عفو نامہ ہے جرم عظیم کا
مرے دیوان میں آیا نظر جلوہ خدائی کا
اور اس کے خاص نور جمیل و جلیل کا
پانی دوات کے لئے ہو سبیل کا
تیرے بغیر کون تھا حامی خلیل کا
دعویٰ قلم کو ہے نہ زباں کو دلیل کا
ہے آسرا مجھے وہاں تجھ سے کفیل کا
مالک ہے یا آل تو ہی عہد ذلیل کا
بس تو ہی جلوہ گر تھا کسی کا نشاں نہ تھا
قابل تری صفت کے ہمارا دہاں نہ تھا
اللہ بھلا بشر برے ہیں
تیرے ہی تو ہیں اگر برے ہیں
نارواح اس محبت نے ذرات اس سے مستثنیٰ
بڑائی بھی ترا حصہ خدائی بھی ترا حصہ
موافق بھی ترا بندہ مخالف بھی ترا بندہ
یہ وہ دعویٰ ہے جس کو کوئی باطل کر نہیں سکتا
تری قدرت کے نظاروں نے اندھا کر دیا ہوگا
گر جب غور سے دیکھا ترا جھانسا کھلا ہوگا
جب ایسا ہے تو ذات حق مادی اور وہ پیدا
جب امر حق یہی ہے دل گواہی کیوں نہیں دیتا
مگر اسے کاش یہ دہوکا دلوں کو مطمئن کرتا
ترا اسم مبارک قادر قیوم سبے ہمتا

مناد میں تری سیوا مساجد میں تری پوجا
تجھے سب نے خدا جانا تجھے سب نے خدا مانا
جو کاشی میں ترا درشن تو کعبہ میں ترا جلوہ
جدھر دھونڈھا تجھے پایا جدھر نہیں
تری ہمت دھریں سک جو پل بھلا تو پل بھلا
تری توحید کا سک اعداد کا مجبور و احد ہو
یہ ممکن ہے کہ تین اعداد کی تشلیک کا دعویٰ
غلط باطل غلط تو حیدنی تشلیک کا دعویٰ
اگر تشلیک راہی ہو کہ روح اشداں ہے
تو جو توحید کا مطلب وہی تشلیک کا منشا
جو تو صانع تو ہم مخلوق آتنا و صدقنا
جو تو خالق تو ہم محفل و دانش کا فتنے ہو
ترے منکر کی بابت عقل و دانش کا فتنے ہو
وہ جلال و زجاہل کا بطلان نامک
ترے برحق و جود پاک کا طبعیات کا یارا
تیرے نام کی قدرت نہ لغو قصے ہیں
کہاں کا مادہ کس کی قدامت لغو نہیں کہتا
کوئی ترے جو خلاق عالم ہو ہی سکتا
تری ذات الہیہ و اقدس تری شان ارفع و اعلى
قیود ہم سے باہر حدود و ہم سے بالا
حمد باری

حمدا باری

نہ مکان میں نہ لامکان میں کچھ
بلکہ وہ فرما ہیں وہاں تو ہے
رنگ تیرا چین میں بوی تیری
خوب دیکھا تو باغباں تو ہے
واقف دوں کے مجھ سے کیا ہیں
آئینے اپنا حال سکندر سے کیا ہیں
عکس آئینہ سے تو جی اسرار
تو جی اول ہے تو جی نبایا
تو جی اس خدا کی جس نے جہاں بنایا
کیسی زمین بنائی کیسی ہیں کھلائے
شیرنگ اور شیریں بھول بنایا
اس خاک کے کھنڈ کو کیا گلستاں بنایا
مٹی سے بیل بولے کیا خوشنما اکاٹے
پہنا کے سبز خلعت ان کو جواں بنایا
میوے لگا کے کیا خوش دہاں بنایا
پچھنے سے جن کے جج کو شیریں ہیں جو پیتی
پیارے پیری پیری چڑیاں پھر تیری بنایا
قدرت نے تیری انکو تسبیح خواں بنایا
مورج بنا کے تو نے رونق جہاں کو بخشی
رہنے کو یہ جارت اچھا مکان بنایا

سورج

ہماری کشت تمنا ہری ہوئی آخر
عاجز ہیں سب غرور کسی کا بجا نہیں
اندوہ کیا اٹھائے وہ جس کو خدا بچائے
حفاظت رہی یوسف کنوے میں نوح طوفاں میں
کسی پر رحم ہے اُس کا کسی پر قہر ہے اُس کا
آرائش جہاں ہے دلیل وجود رب
اللہ کی عطا نہیں دنیا میں بے محل
تری اے نا خدا ہے کس کو پروا
بقا تجھی کو ہے اے مالک زمین و زماں
دہر میں لاکھوں سکندر ہیں سلیمان سیکڑوں
بے زبان و بے دہن ہے نطق کام اللہ کا
دھیان بندوں کو ہے لازم صبح و شام اللہ کا
کون جانے بہت کس کس کو کیا کس کو نیست
تابع فرماں نجوم و چرخ و ذرات میں
آسماں پر بھی کوئی فارغ عبادت سے نہیں
باغ میں ہل کر ہوا سے جو صدا دیتے ہیں گ
مفلسی فلس کی منعم کی بجا ہے منعمی
ہے یہ ظاہر وہ کسی سے ہے نہ اس سوئے کوئی
بطن میں کو دک تو کیر انگ میں پاتا ہے رزق
دکھتا سنتا ہے سب لیکن نہیں ہے چشم و گوش
مغفرت کی روز محشر کیوں نہ ہو ہم کو امید
نخل ہستی سے نمودار ہے قدرت تیری
شعلہ نار سقر سے جو ڈرے اہل گناہ
اس سے موافقت ہے تو سب سے موافقت
نہ تو آغاز ہے تیرا نہ تو انجام ترا
یہ آفتاب ہے گرم اس کی کبریاں کا
بشر سے حمد الہی امیر کیا تمکن
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا
جو حد سے ہو باہر کوئی کیونکر اُسے دیکھے
دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
تو ہے خلوت میں تو ہے جلوت میں
نہیں تیرے سوا یہاں کوئی

سحاب رحمت پروردگار کے عرش
آفاق میں خدا سا کوئی دوسرا نہیں
محفوظ چاندنی سے ہیں زخمس گل چین
اُسے کیا خوف ہے جبکہ خدا آفت میں حامی ہے
کہیں گوہر برستے ہیں کہیں پتھر برستے ہیں
بے باغباں کبھی نہیں ہوتا چین درست
کی طفل شیر خوار کو دندان کی احتیاج
خدا کشتی کا اپنی نا خدا ہے

نہ جاوداں ہے زمانہ نہ جاوداں ہونہیں
فی الحقیقۃ کا رخا نہ ہے عظیم اللہ کا
سب کلاموں سے ہے بالاتر کلام اللہ کا
دل میں یاد اللہ کی ہولب یہ نام اللہ کا
کارخانہ یوں ہی جاری ہے مدام اللہ کا
دونوں عالم میں ہے کیسا انتظام اللہ کا
مہر و مر کرتے ہیں سجدہ صبح و شام اللہ کا
فی الحقیقۃ ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا
مصلحت سے کب کوئی خالی ہو کام اللہ کا
لم یلد ہے اور ولم یولد کلام اللہ کا
پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا
سب جگہ ہے پھر نہیں کوئی مقام اللہ کا
سنتے ہیں مدت سے ہم غفار نام اللہ کا
اصل وحدت ہے تری فرع ہے کثرت تیری
ابر بن بن کے برسنے لگی رحمت تیری
وہ برخلاف ہے تو جہاں برخلاف ہے
تمھی ہمیشہ سے ہمیشہ ہے خدائی تیری
کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا
پہاڑ اٹھائے کہاں حوصلہ یہ ائی کا
دروازہ سے ہے گھر تک سارا ظہور تیرا
روشن ہے کہ جاتی ہے نظر حد نظر تک

کون جانے تجھے کہاں تو ہے
سونٹا نوں پہ بے نشاں تو ہے
کہیں پنہاں کہیں عیاں تو ہے
میزباں تو ہے میہاں تو ہے

امیر

امیر

سورج سے پہنچ پائی گرمی بھی روشنی بھی
رحمت سے تیری کیا کیا ہیں نعمتیں مستر
پیاسی زمیں کے منہ میں مینہ کا چوایا پانی
آب رواں کے اندر مچھلی بنائی تو نے
ہر چیز سے ہے تیری کاریگری سبک
پاؤں تلے بچھایا کیا خوب فرش خاکی
خدایا کوئی یار ویاور نہیں
خدایا نہیں کوئی تیرے سوا
تصور تیری ذات کا ہے محال
نہیں موج طوفان کا کچھ خطر
کوئی تیرا ہمجنس و ہمتا نہیں
ہوا کو دیا تو نے کیا خوب رنگ
دے تو نے مانباپ کیسے شفیق
یہ تیری ہی قدرت کا نیزنگ ہو
سمندر ہے قدرت کا تیری بڑا
جو طلاح تو ہے تو گھبراؤں کیا
کیا تو نے آراستہ یہ مکاں
دیا جسم بھی تو نے اور جان بھی
ازل سے ابد تک ہے بس تو ہی تو
سبھی آفتوں سے بچایا ہمیں
نہ تھا عہد طفلی میں کچھ بھی وقوف
ہماری نہ کوشش نہ تدبیر تھی
نہ ہوتا اگر تیرا لطف نہاں
ہیں تیری حمایت میں محفوظ سب
ہے خداوند حقیقی کو سزاوار پاس
تیری قدرت ہے قوی حکم ترا ناطق ہے
تیری رحمت کے طلبگار ہیں شب و گدا
کون کر سکتا ہے پر ذائقہ کھانے تیار
تو نہ مٹی سے اگاتا جو چنے اور گیہوں
تا کہ دامان زمیں تازہ و شاداب رہے
شاخ اشجار میں لٹکاٹے سر رنگا رنگ
دشت و کہار کو دی سبز و گل سے زینت
صحن عالم میں کیا خیمہ طلسم برپا

کیا خوب چشمہ تو نے اسے مہریاں بنایا
ان نعمتوں کا مجھ کو بھی قدر دانا بنایا
اور بادلوں کو تو نے مینہ کا نشان بنایا
مچھلی کے تیرنے کو آب رواں بنایا
یہ کارخانہ تو نے کب رایگاں بنایا
اور سر پہ لا جو ردی اک آسماں بنایا
مگر تو کہ موجود ہے ہر کہیں
اگر تو نہ ہوتا تو ہوتا ہی کیا
کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال
کہ تو آپ ہے راہ اور راہبر
گماں کا یہاں پاؤں جمتا نہیں
سراسیمہ ہے عقل اور فکر دنگ
ہمیا کئے تو نے کیا کیا فریق
کہ نابود میں بود کا ڈھنگ ہے
اور اس بحر میں یہ سفینہ پڑا
نگہبان تو ہے تو چلائیں کیا
بلایا کرم سے ہمیں میہماں
دیا زندگی کافی کا سامان بھی
ترا جلوہ ہے عالم رنگ و بو
کھلایا پلایا پڑھایا ہمیں
تو ہی پالتا تھا ہمیں اے رؤف
ترا حکم تھا تیری تقدیر تھی
تو ہم بزم ہستی میں ہونے کہاں
ہیں تیری عنایت سے محفوظ سب
جان نے تن میں کیا حکم سے جکے اجلاس
ہے بھلا نقد بقا تیرے سوا کس کے پاس
تیری حکمت نے دیا اس کو حیر اس کو پلاس
کون بن سکتا یہ پرزیب ردا اور لباس
خاک سے کرتا مہیا نہ سن اور کیا س
تو نے رکھا کمر کوہ پہ چشموں کا نکاس
جس میں حکمت نے کیا جمع مٹھائیں رکھاس
سامنے جکے لگیں لعل و زمرہ بھی اداس
جس میں قدرت نے جڑے گوہر لعل الماس

اسمعیل

حمد باری

مالک الملک ہے تو اور عزت و جبار
تو ہی خلاق ہے زاق ہے اور رب الناس
ازل سے تا ابد ہے آلاں کماکان
ترا طغیاء ہوا اتنا ہی مستور
کھلا قنبا ہوا اتنا ہی مستور
چھپا قنبا رہا کھلتا بدستور
ترا اخفا ہے گویا عین اظہار
ترا اظہار ہے اخفا ہے اسرار
تو باطن میں ظاہر بلکہ اظہار
نہ تو عین منظر
نظاہر بن گیا تو عین منظر کیا
جو باطن ہے تو باطن کا پتہ کیا
جو ظاہر ہے تو ہے تیرے سوا کیا
جو اول ہے تو پہلے اور تھا کون
جو آخر ہے تو چھپے رہ گیا کون
ہے تیرا اول و آخر مطابقت
نہ تیرے ساتھ لائق ہے نہ سابق
جو آخر ہے وہی اول بھی تھا تو
وہی جو آج ہے کل بھی تھا تو
نہیں اول کو آخر سے جدائی
وہ اول

حکمرانی

میں

اس نے پیدا کیا ہے عالم کو
آسمان کو زمین کو ہر شے کو
اپنی مرضی سے کام کرتا ہے
بے زباں وہ کلام کرتا ہے
کوئی اس کو کون کیا ہے
آپ ہی جانتا ہے جیسا ہے
وہ قوی ہے کبھی نہیں ٹھکتا
وہ ہر اک چیز کو ہے کر سکتا
اور ٹھکتا ہے کبھی نہ ہوتا ہے
سب ارادے اس کے ہوتے ہیں
زندہ ہے زندگی کا مالک ہے
جو ہے اس کے تو اسو مالک ہے
اس نے یہ آسمان بنایا آپ
اس نے فرش زمین بچھایا آپ
اس نے بادل سے بوند پکائی
اس نے پانی پہ ناؤ تیار کیا
مردہ مٹی میں اس نے ڈالی جان
بہلہ تے ہرے بھرے میدان
اس نے دنیا میں انبیاء بھیجے
اپنے رستہ کے رہنما بھیجے

ہو

وہ اول تو کہ نامحرم ہدایت
وہ اول تو کہ ہے آخر سے آخر
مسلم ہے تجھی کو حکمرانی
ہو موجود ہے تجھ سے عبارت
احد ہے تو نہیں زہار معدود
خدایا اول و آخر بھی تو ہے
سوا تیرے نہیں موجود کوئی
ازل سے دائم المعروف ہے تو
تری رحمت ہے یہ جلسہ دکھاتی
تجھے نسبت ہے لاشے سے نہ نشے سے
یہ ہنگامہ اور اس پر بے نشانی
پتا لگتا نہیں تنزیہ میں بھی
اگر جبروت میں بانگ انا ہے
زمین و آسمان کا نور ہے تو
مبرا قید اور اطلاق سے تو
تو ہی ہے علم و عالم بلکہ معلوم
ذات حق اپنی آپ ہے موجود
اسکی ہستی سے سب کی ہستی ہے
اسکا جو وصف ہے سو کامل ہے
بزم جہاں میں رونق ہے تجھ سے
بے جس کو بخشا احساس تو نے
ہے ترے دم سے اے عالم آرا
بس اک آتاز ہے سجدہ کے قابل
ہے وصف ترا محیط اعظم
خاک نمناک اور تابندہ نجوم
یکانی قانون کہے دیتی ہے
اس کا ساجھی نہیں شریک نہیں
جانتا ہے وہ ان ہوئی باتیں
تری توحید کے اسرار پھیلیں کیوں نہ ہو تو کہ
اس کی ثنا میں ہر دم مصروف رکھ زباں کو
ملے جو رتبہ ترے در کی جہہ سانی کا
ہے مسلم اسی کو سلطانانی
جسکو چاہے کرے وہ ملیا میٹ

وہ آخر تو کہ ناپید نہایت
وہ آخر تو کہ ہے اول سے فاخر
کہ تیری سلطنت ہے جاودانی
ہو مقصود ہے تجھ سے اشارت
صمد ہے تو نہ والد ہے نہ مولود
خدایا ظاہر و باطن بھی تو ہے
نہ عابد ہے نہ ہے معبود کوئی
ابد تک خود بخود موصوف ہے تو
ہے قہاری تری سب کو مٹاتی
غنی ہے تو نہیں سے اور ہے سے
ہوا ہے عقل کل کا خون پانی
خبر ملتی نہیں تشبیہ میں بھی
صف ارواح میں حمد و ثنا ہے
مگر خود ناظر و منظور ہے تو
منزلہ نفس و آفاق سے تو
تو ہی ہے رحم و ارحم بلکہ مرحوم
کوئی اس کے سوا نہیں معبود
خلقت اس کی بسائی بستی ہے
نہ کسی سے جدا نہ شامل ہے
اس میکدہ میں ہو حق ہے تجھ سے
دی مشیت گل کو بوباس تو نے
بزم عسروسی آفاق سارا
زمانے میں گو آستانے بہت ہیں
یاں تاب کسے سناوری کی
اس ایک ہی قانون کے کیمر محکوم
لاریب کہ ہے ایک ہی رب معلوم
اور کو مانئے تو ٹھیک نہیں
دیکھتا ہے ڈھکی چھپی گستاخیں
زباں بن بن کے کہتا ہے ہر اک پتا گلستاں کا
اک روز بے صدا ہے آخر یہ ساز تیرا
تو ایک سلسلہ ہوشا ہی و گدائی کا
عرش اعظم ہے تخت ربانی
نہیں اسکو کسی سے لاگ لپیٹ

اسمعیل

ہے وہ بے آنکھ دیکھتا سب کو
اس کا احسان فضل ہے دن رات
اس کا جوڑا نہیں ہمال نہیں
لطف ایزد ہی سے امید ہے یہ انشا کی
ہے ذات حق جو اہر و اعراض سے بری
داورا اسچ کہ سزاوار پریش کیوں ہے
روز و شب حضرت خلاق ترے حکم میں ہے
ہرگز جہاں پہنچ نہ سکے طائر خیال
نشان کیا کیا دکھانے یارب بے نشان ہو کر
سمک سے تاسما اقرار ہے تیری خدائی کا
وہ خالق جو کہ ہے بے شبہ بے شک دائم وقائم
جہاں دیکھو وہاں اقرار ہے تیری خدائی کا
کوئی انسان اس کی قدرت کا بیاں کیا کر سکے
زمین و آسمان لوح و قلم کار از کھل جائے
صفات حق تعالیٰ فہم منکر میں نہیں آتے
ترے پر تو سے ہر و ماہ روشن
ارض و سما میں ہے شور تیرا
خدا دانا بنیا ہے ہر نیک و بد کا
تیرا قائل بوٹا بوٹا تجھ پہ مائل پھول پھول
اے بے نیاز مالک مالک ہے نام تیرا
ہو شوق مرتے دم بھی اے خوشخرام تیرا
رٹ اسی لگ گئی ہے جو بھولتی نہیں ہے
ہر مرغ باغ تیری تسبیح پڑھ رہا ہے
داغ عاشقوں کا اے جاں جام جہاں نما
دونوں مکان تیرے تیری ہی خلوتیں ہیں
دل وہ کیا ہے کہ نہ ہو جس میں محبت تیری
ہم کرتے ہیں گناہ وہ دیتا ہے ہم کو رزق
بندہ نوازیوں پہ تری کسب کلام ہے
کیونکہ نہ اپنی خلق پہ یکساں ہو تیرا لطف
انجم ہماری آنکھیں کھلی ہیں جو بعد مرگ
تری رحمت ہے غضب پر غالب
کس میں ہیں اسی قدریں صدقے میں تیرے باغ
اُسی پہ مرتے ہیں ہم اور اُسی کو چاہتے ہیں

ہے وہ بے کان سنتا مطلب کو
اس پہ واجب نہیں ہے کوئی بات
اس کو گھٹا نہیں زوال نہیں
کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم فضل و ہنر کا تکیہ
تشبیہ کیا ہے اس کو جو وجود و عدم کے ساتھ
بے شک و شبہ سمعنا و اطعنا الحق
عرش و لوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق
ہے کاخ فضل کا یہ ترے عظم و ارتفاع
عیال کیا کچھ کیا ہے تو نے اے خالق نہاں ہو کر
ازل سے تا ابد ہے جوش تیری کبریائی کا
وہی حاکم زمینوں پر وہی عرش معلیٰ پر
ہر اک سو جوش زن ہے بحر تیری کبریائی کا
ایک قطرہ کو اگر چاہا تو دریا کر دیا
مگر ممکن نہیں کھلنا ترے اسرار قدرت کا
وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہونا ہے خدا ہونا
ترے جلوہ سے ضو کون و مکان کو
سنتے ہیں کانوں سب کان والے
کہ ہے ذات اس کی سمیعاً بصیراً
تیرا عاشق پتا پتا تیری شیدا شاخ شاخ
مجھ کو ہے ناز تجھ پر میں ہوں غلام تیرا
آنکھوں میں دم ہو اپنا لب پر ہونا نام تیرا
ورد زباں ہے ہر دم اے جان نام تیرا
ہر برگ کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا
مغنی رہے گا کیونکہ ہم سے مقام تیرا
ہے آنکھ بھی ترا گھر دل بھی مقام تیرا
سروہ کس کام کا جس میں نہ ہو سودا تیرا
ادنے یہ اک کرم ہے ہمارے کریم کا
اک بات میں بڑھا دیا رتبہ کلیم کا
رحمت احاطہ ہے ترے فیض عبیم کا
ہے رحم دیکھنا ہیں اپنے رحیم کا
روزِ محشر سے ڈرانے والے
باغ کو تو بنائے دشت دشت کو تو بنائے باغ
وہی ہے عالم و دانا وہی گواہ بھی ہے

اسمعیل
انشاء
احمدی
اشک
اکبر
افسر
انجم

حیدرآبادی

روانہ رکھ کہ جہاں میں ذلیل و خوار ہو نہیں
جو انوں سوہوں پتے سے در کا خاکسار ہو نہیں
نقش مرے دل میں جو اقرار خدا کا
مشر میں نظر آئے گا دیدار خدا کا
جنت میں سوا انکے نہ ہوگا مجھے کچھ کام
دیکھوں گا وہاں لمعہ انوار خدا کا
گل سے عیاں ہوئی ہے نیرنگی قدرت
ہر ذرہ سے جلوہ ہے نمودار خدا کا
عارف کا تصور بھی پہنچے ہے معذور
وہ کون ہے مجھے گا جو اسرار خدا کا
جو طالب حق ہے اے کس بات کی خواہش
دنیا میں پہنچے گا نہ طلب کار خدا کا
جہاں جمع ہوا کرتے ہیں مسجد میں نمازی
کیا گرم مصیبت کہی زہن سازندہ جی
جہاں ورد زباں نام جو ہر بار خدا کا
مقدور کیا ہو وصف خدا کے علیم کا
یار نہیں جو شرح الف لام میم کا
دوست اپنا نہ یار ہے اپنا
وہی پروردگار ہے اپنا
سائے عالم

انجم

جہاں
گنہ گنہ ہے اور کمال ہے اور خدا کی
جسب اس کا ہے اور کمال ہے اور خدا کی
وہ ایک ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
کون پائے کون پائے کون پائے
چشم بینا میں بھی بینائی نہیں
کس حد تک وہ اس زمین و زمان کا
کہ خالق ہے وہ اس قدرت کی
جسب کا رخا ہے اس نے
احاطہ نہیں جن پر وہ اس نے
ہر اک اس وجہ کو بنایا ہے اس نے
وہی پالنے والا سارے بنائے
دندے چند سے پرندے بنائے
پرندوں اور بالوں سے جسم ان کا ڈھانکا
وہ دنیا ہے پتھر میں کیڑے کو روزی
وہ فریادیں ہیں ہر اک بنے زباں کا
نہ لگتے تھے کچھ خبر اپنی اپنے
کیا سنا ہے بچوں پر پاپ اور ماں کا
ہمیں جس قدر گنتیں اس نے
نہیں ہے کسی کو بھی یار بیاں کا
نہیں ہے

سارے عالم میں نور ہے تیرا
شرق سے غرب قاف سے قاف
میں کہاں اور تیرا نام کہاں
تیرا ہر ذرہ میں یارب نور ہے
تیری قدرت میں ہے کار و جہاں
منتظر تیری تجلی کا ہوں اب
کل ملے گی لذت دید اسکو واں
تو ہی مختار اے پروردگار
اب نہیں ویرانہ دل آعجاز کا
شنا خدا کی بشر سے ہو یہ نہیں ممکن
لے رہا ہے غنچہ غنچہ کھل کے نام اللہ کا
ہے جو لینا تجھ کو خوان فیض عام اللہ کا
طاہر عرش بریں بکر جو ڈھونڈھے مرغ عقل
چاہتا ہے دین و دنیا میں بھلائی کچھ اگر
کیوں نہ مشکل ہو ہر اک آسان دم بھر میں مری
آدمی ہو یا پری ہو جن ہو یا وحش و طیور
کہتے ہیں عرش بریں جسکو ہر اک پر و خواں
چاہئے انسان کو ہر وقت اٹھتے بیٹھتے
دیکھنا ہو دیدہ بالین سے جس کو دیکھ لے
حضرت یوسف بچے افتاد غم سے چاہ میں
ٹل گیا آنکھ ہمارے سر سے کوہ رنج و غم
کیا کیا ہے کرم مجھ پہ خداے دو جہاں کا
تازہ ہے چمن بسکہ خداے دو جہاں کا
جو آگیا اس راہ میں سالک وہی ٹھیرا
دریائے کریم میں ہیں سو طرح کے جلوے
صحرا میں نہ دریا میں زمین پر نہ فلک پر
دیکھے تو کوئی غور سے قدرت کے کرشمے
دریائے غضب جوش میں آئے تو غضب ہی
بلبل کی طرح عشق میں نالاں ہوں نہیں اسکے
پوشیدہ بھلا کر سکے اس سے کوئی کیا بات
دم مارنے کی جا نہیں اے صاحب دراک
قدرت خالق میں ہے عاجز نوازی کا طہور
ہے بیاض صبح قدرت کے سیاہی کی کتاب

ہر جگہ پر ظہور ہے تیرا
تندرہ دور دور ہے تیرا
سب کرم کا و نور ہے تیرا
اس قدر قربت پہ بھی تو دور ہے
ہوگا وہ جو کچھ تجھے منظور ہے
میں ہوں موسیٰ اور مرادل طور ہے
جوئے عرفاں سے یاں مخمور ہے
ما سوا تیرے جو ہے مجبور ہے
یار سے یارب تری معمور ہے
بشر شن کے نہ قابل نہ ہے زبان بشر
بھر رہا ہے پتا پتا دم مدام اللہ کا
ورد لب رکھ اے دل خستہ مدام اللہ کا
پر نہ پائے وہ کسی صورت مقام اللہ کا
ذکر تو اے دل کیا کر صبح و شام اللہ کا
دم بدم جاری ہے میرے لب پہ نام اللہ کا
رزق ہر اک کو پہنچتا ہے مدام اللہ کا
ہے وہ اک ادنیٰ سے ادنیٰ تر مقام اللہ کا
نام لیتا ہی رہے دل سے مدام اللہ کا
خانہ دل میں ہے ہر اک کے مقام اللہ کا
گرتے گرتے لے لیا جس وقت نام اللہ کا
صدق دل سے لے لیا ہم نے جو نام اللہ کا
شکر اس کا ادا کر سکے کیا منہ ہے زباں کا
کچھ دخل نہیں گلشن قدرت میں خزاں کا
گمراہ ہوا جو نہ یہاں کا نہ وہاں کا
دیکھو صدف جسم میں عالم درجاں کا
موجود ہے پر نام نہیں اس کے نشاں کا
شادی کہیں بچے کی کہیں غم ہے جواں کا
غرقاب سفینہ ابھی ہو جائے جہاں کا
ہے جو گل یکتا چمن ہر دو جہاں کا
دانندہ و واقف ہے وہ ہر از نہاں کا
حقا کہ وہاں دخل نہیں وہم و گماں کا
یاں سلیمان بھی ہوا ممنون خوان مور کا
مطلع خورشید طغرا ہے ترے منشور کا

انجم
اعجاز
اگر
امانت
انور

غنچے میں رنگ گل میں بوتیری ہے
 سارے شجر و برگ ہیں مشکل زباں
 دونوں عالم میں نمودار ہے قدرت تیری
 آسماں اپنی بلندی پہ خمیدہ کیوں ہے
 کیوں زمیں پھیلی ہے اطراف جہاں میں خاموش
 کیوں سمندر میں ہر اک موج ہے مشکل نہاں
 بسکہ ہر گل سے ادا ہوتے ہیں تیرے نئے رنگ
 یوں تو ہر صورت انساں میں ہے آئینہ ترا
 صاف ہر فرد سے پیدا ہے تری منفردی
 خاک سے تو نے بنایا ہمیں تیری مرضی
 پاک کر کے ہمیں ایمان دیا دین دیا
 یا الہی میں تری حمد و ثنا کیونکہ کروں
 ناطقہ سر بگرباں تری مدحت کیا ہو
 ذات میں تیری صفت اور صفت منظر ذات
 احدیت کو تیری جاننا ناممکن ہے
 عقل سمجھی نہ تجھے دل نے تجھے جان لیا
 جان لینا تجھے بالکل یہ خطا ہے میری
 عذر لا علم لانا جب کہ فرشتوں نے کیا
 تو مجھے اپنا بنا اور مرا تو بن جا
 تری تحمید ادا ہوتی ہے چپ رہنے میں
 اے کل جہاں کے مالک ہر شے بنانیوالے
 وہم و گمان پائیں کیا آن بان تیری
 آتما نظر نہیں ہے گو آستان تیرا
 قدرت کے ہیں کوشے ہر سو ترے ہویدا
 ہر ایک کو عطا کی اک شان خاص تو نے
 عشاق کو دیا ہے سوز و گداز تو نے
 جس دل کو جیسا چاہا اس رنگ کا بنایا
 اک بندہ رضا ہے جاندارہ وفا ہے
 بلبل کو گلستاں میں آہ و فغاں ملی ہے
 دی سرو کو بلندی نرگس کو چشم حیراں
 سبزہ کو کر دیا ہے خوابیدہ سو رہا ہے
 پروانوں کو ہوا ہے سوز دروں عنایت
 رکھا ہے شمع محفل کو تو نے وقف زاری

گلزار جہاں میں جستجو تیری ہے
 ہر ایک زباں پہ گفتگو تیری ہے
 ذرہ ذرہ میں ہے پھیلی ہوئی صنعت تیری
 سر جھکا کے یہ بیاں کرتا ہے رفعت تیری
 عجز سے کرتی ہے ہر وقت فضیلت تیری
 جاری ہر ایک زباں سے ہوئی مدحت تیری
 پھر یہ نیزنگ کسی میں نہیں رنگت تیری
 کسی آئینہ میں ممکن نہیں صورت تیری
 اتنی کثرت سے عیاں ہوتی ہے وحدت تیری
 خاک کو پاک کیا عین عنایت تیری
 اس عنایت پہ ہوئی خاص رحمت تیری
 جو ادا ہو نہیں سکتی وہ ادا کیونکہ کروں
 سخت پیچیدہ گرہ ہے اسے واکونکہ کروں
 ایک کو ایک سے حیراں ہوں جد کیونکہ کروں
 غیر ممکن میں مجھلا عقل رس کیونکہ کروں
 اس کا کہنا نہ کروں اسکا کہا کیونکہ کروں
 گر نہ جانوں تجھے بالکل یہ خطا کیونکہ کروں
 تری توصیف میں اے پاک خدا کیونکہ کروں
 یہ دعا کیوں نہ کروں اور یہ دعا کیونکہ کروں
 سو خطا میں ہیں زباں کے لئے کچھ کہنے میں
 نیرنگیوں سے بزم ہستی سجانے والے
 اس سے بہت زیادہ اونچی ہے شان تیری
 لیکن بنا ہے سب کے دل میں مکان تیرا
 جلوہ ترا ہے سب میں جو کچھ ہوا ہے پیدا
 رکھا ہر اک طبیعت میں اختصا تو نے
 نسخے ہیں مہوشوں کو انداز و ناز تو نے
 اک موم کا بنایا اک سنگ کا بنایا
 اک بانی ستم ہے آمادہ جفا ہے
 پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے
 لالہ نے داغ پایا سنبل نے زلف پیچاں
 گریاں اسے بنایا ہے ابرو رہا ہے
 سینوں میں رکھ دیا ہے انکے شمار الفت
 رہتی ہے صبح تک وہ مصروف اشکباری

حمایاری

چپ سے ہے جب سے تری بنائے سپہ
 اس باب سے بڑھ کر تجھے بندوں پہ ہے مہر
 اس باب سے نہیں ہے مہر
 گرویش رہا نہیں ہے مہر
 سیوں پیش دم سے مہر
 ہے کعبہ دست خانہ میں جلوہ تیرا
 ہر کار و دیندار ہے شہید تیرا
 بجا تر ہے رشک ابن مریم
 سودا کی ہے جس کو نہیں سودا تیرا
 سودا کی ہے دل میں کوئی سامان کا
 بجز نرس مرے دل میں کوئی پانہ کا
 یہ قرب پھر بھی ترا جیب کھوں
 میں کس زبان میں حیرت یہ ہے کہ جو کھوں
 کہ ایک لفظ ترے مرتبہ کا پانہ کا
 جو تیری مدح مرانی کی فکر کی میں نے
 زبان گنگ ہوئی خام لب بلا نہ سکا
 کوئی جہان میں تیرا نہیں شب و نظیر
 کوئی مثال کسی کو کوئی بت نہ سکا
 تری مثال کرم نے مرے جگر میں کیا
 کچھ ایسے تیرے کرم نے مرے جگر میں کیا
 کہ شور آتش دوزخ کا بھی ڈرا نہ سکا
 تو ہے وہ قادر قیوم جس نے سجھا ہے
 بجز ترے وہ کسی کو خدا بنا نہ سکا
 ہر ایک

احمد

میں کہتا ہوں سچ تیری سوگند ہے
تیری چمک سے پیارے روشن ہیں سب تار
جہل ہے تہمت ہلا کو پر کرو مت قتل کی
چار سو جلوہ ہے اس کا لیکن
میں کیا جو اس کی کنہ حقیقت کو پاسکوں
تری ہے ذات ہر صورت سے لائق فضل احسان
خدا نے ہیں دی نعمتیں کیسی کیسی
کرتا ہے پرستش تری ہر گبر و مسلمان
بلبل دل گر کرے تقریر حمد کبریا
دیکھیں ارباب نظر تاثیر حمد کبریا
آسمان سے آرہے ہیں لیکے مضمون جبریل
کیوں شیطان بعین وقت سخن ہو جائے قتل
کس کو ہے معلوم ذکر حق تعالیٰ کا شرف
کس قدر اللہ اکبر ہے یہ میت کا مقام
سپاس خداوند کون و مکان
کریموں کو وصف کراست دیا
فلک اسکی قدرت کے گلشن کا پھول
زبان قلم کی کہاں یہ مجال
مجھ سے لاکھوں خاک کے پتلے بنا سکتا ہے تو
کیا کثادہ ہے اس کا خوان کرم
تشنہ کی التجا ہے یا غفار
کیا ہوا اگر وقت پر کوئی نہ تھا میرے لئے
تیری رحمت کے آسرے پہ کریم
فکر بخشش کی ہے کس واسطے تشنہ دل کو
الہی نام تیرا ہے ولیفہ دوست دشمن کا
فدا کردوں میں تیری راہ میں سریہ تنہا ہے
حمد خدا و نعت نبی کس سے ہو بیاں
لکھا ہے رو بقبلہ ہو کے مطلع حمد نیرداں کا
کلمہ اللہ سے پوچھو مزہ دیدار بازی کا
آنکھیں وہی ہیں بنیادیں جو راہ تیری
اللہ رے بے نیازی یہ ناز تجھ میں پایا
ثاقب تم اور حمد اس کی
توصیف ذات پاک مجال بیاں نہیں

نہیں کوئی تجھ سا خداوند ہے
خورشید میں پڑا ہے اک ذرہ نور تیرا
شان تھاری خدا کی صورت جلاد ہے
دیکھتے ہم جو بصیرت ہوتی
گل ہے چراغ ہوش یہاں ہر فہیم کا
مری ہستی ہے یارب زشتی تقصیر کے قابل
بشر دیکھو دنیا میں کھاتا ہے کیا کیا
کونین میں معبود تو کیتا نظر آیا
مسکرا دے غنچہ تصویر حمد کبریا
پھیلی ہے قرطاس پر تصویر حمد کبریا
ہے نزول آئیہ طہیب حمد کبریا
ہے زباں منہ میں مرے شمشیر حمد کبریا
جاننا ہے کب کوئی تو قیر حمد کبریا
کانپتا ہے دل دم تقریر حمد کبریا
کیا جس نے موجود سارا جہاں
لشیموں کو غرق ملامت کیا
سب اس کے ہیں تابع نبی و رسول
کہ لکھے بیان جلال و جمال
میں کہاں سے ایک تیرا سا خدا پیدا کروں
رزق پاتے ہیں مسلم اور مجوس
مجھ کو بخشش سے تو نہ رکھ مایوس
اور سب اپنے لئے ہیں اک خدا میرے لئے
جرم بندوں سے کیا نہیں ہوتا
ہم نے تو رحمت خالق سے لگا رکھی ہے
ترے ہی ذکر میں ہر دم چلے منکامرے من کا
کسی ڈھب سے اتر جائے خدا یا بوجھ گردن کا
انسان کیا ملک کی بھی یاں گنگ ہی زباں
نہ کیوں ہو آفتاب صبح محشر نام دیواں کا
کہ ناز حسن میں عالم ہے کیا کیا بے نیازی کا
وہ کام کی زباں ہے جس پر ہونا نام تیرا
بیگانوں سے یگانہ اپنوں سے تو پرایا
بندہ بندہ خدا خدا ہے
ساکت و سن ہے حمد کے لائق زباں نہیں

تراب
تسلیم
تجمل
تائب
تشنہ
تحقیق
ثاقب
جنوں

حمد باری
بقا ہے ذات کو تیری فنا ہے سب کے لئے
ہزاروں ناموروں کے نہیں نشان باقی
کسی طاقت نہ ہے جو تیرا مدح خواں ہو اگر ہم
آپ ہی حامد ہے تو اور آپ ہی محمود ہے
تو ہی تھا فوز میں ہاں تو ہی شرار میں بھی تھا
تو ہی تھا ننگ میں تو ہی نہیں ہے کسی طرف
جو ہر طرف ہے اور نہیں ہے کدھر ہے کدھر ہے پروا
پھر کیا بتا ہے یہ چرخ دنی تو کیسے پروا
عدو ہوا ہے یہ واسطے کیا اسے کریم کو کم ہے
مدد کے واسطے کو نہیں منصب رسائی کا
کمند عقل آدم کو نہ ہے شان خدائی کا
بمندان درجہ باہم کہتے ہیں جس نے
کیوں نہ کیا آسے پیدا نہ کیا
انپا ثنائی کوئی پیدائش کا
تجسید میں مقام نہ ذکر حبیب کا
کس کو ناطق ترے ذکر جہاں ہے اشباہ کا
جہاں ہے ہر رنگ میں خالق ہے اشباہ کا
جلوہ ہے ہر رنگ میں عالم مرخ بسم اللہ کا
ہے ہر اک بلبل میں عالم مرخ بسم اللہ کا
بہر عارف رنگ و بو توحید کی ہر گلی میں ہے
لفظ واحد ہے عہد میں لالہ و اندک
نور عقال

جوار
جویش
جوہر

جوابی
تو ہی نظر آتا ہے ہر شے میں محیط ان کو
جو رخ و مصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا
نشہ میں وہ احساں کے سزا میں اور بخود
جو شکر نہیں کرتے نصیب پر ادا تیرا
بجائے یہ رکھا ہے انکار و اتیرا
بس قوم نے مہیاں خلعت سلطانی
جینا نہیں نظروں میں یاں گرد اتیرا
کلی میں گمن اپنی زیست ہے نامحرم
محرم بھی ہے ایسا ہی عیب کھلا تیرا
کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں سب سزا
گو بسے مقدم ہے حق تیرا ادا تیرا
بندہ سے گھر گئے پھیلے گی کتبک نہ بیک تیری
آفاق میں پھیلے گی پیغام تیرا
گھر گئے پھرتی ہے کمال تیرا
کمال جو ہے ایک وہ جلال تیرا
باقی جو ہے ایک ہی نہیں تیرا
انہی نظریں شوکت جیتی تیرا
پنڈے سے تیرے کیونکہ بائیں کون
پھیلا ہوا سب ہر سو عالم میں جال تیرا
چھوٹے ہوتے

نور عرفاں ہو تو سینہ بارگاہ عرش ہے
تو جسے چاہے گھٹائے جب جسے چاہے بڑھائے
بجو رحمت کے کنارہ سب کو پہنچاتا ہے وہ
کس رباں سے شکر لطف عام ہو یا رباں
حاصل گداے دہر کو رتبے ہیں شاہ کے
بجلی جو گری چرخ سے پھر پہنچی سرچرخ
پھر کیوں نہ خاص بندے ہوں قل طفتیں
بچا یا کجروی سے اور بتایا راستہ سیدھا
کروں پہلے توحید یزداں رقم
سر لوح پر رکھ بیاض حبیس
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا
نہیں کوئی تیرا نہ ہوگا شریک
پریش کے قابل ہے تو اے کریم
رہ حسمد میں تیری عزوجل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے
نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
زباں کو نطق بخشا اور عطا کی ہم کو دانائی
کیا عالم سے پہلے تو نے پیدا نور انساں کو
ہے مسلم تری کونین میں بے ہمتائی
تجھ کو ہر امر میں دل کا متکفل پایا
تری تعریف کا دھوئے کروں میں کیا مری ہستی
تو نے لباس گل ہی معطر نہیں کیا
دائم ہے بقا تجھ کو اک نقش فنا ہوں میں
مقدور کسے ہے تری قدرت کے بیاں کا
جلوے ترے نیزنگ کے ہیں ارض و سماں
ہر جز میں ہر اک گل میں تو ہی تو نظر آیا
خود جلونا آ کے ہوا پردہ گل میں
تو وہ گل بے خارِ دو عالم ہے کہ جس کو
دنیا سے گیا جس نے کہ عقبے پہ نظر کی
ہر جا ہے ترا نام تو کس جا نہیں موجود
طبع انسان کو دی سرشت وفا
قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
غفلت تری مانے بن کچھ بن نہیں آتی یاں

دل کس ہے اسکی اک درگاہ عالیجاہ کا
تیری قدرت سے ہے روشن گھٹنا بڑھنا ماہ کا
مرتبہ کیاں وہاں ہے خضر کا گمراہ کا
ہے فقیروں کو لقب تیرے کرم سے شاہ کا
ذریعے ہیں رشک مہر تری خاک راہ کے
لیکن وہ نہ سنبھلا جو گرا تیری نظر سے
جاری ہے دو جہاں میں جب فیض عام تیرا
کہاں تک شکر ہو مولا ترے انعام بچہ کا
جھکا جس کے سجدہ کو اول قلم
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
تری ذات ہے وحدہ لا شریک
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
تجھے سجدے کرتا چلوں سر کے بل
قلم جو لکھے اس سے افزودہ ہے
اسی کی غرض ذات کو ہے قیام
حسین از بسکہ ممنوں ہے تری رحمت کے احساں کا
بھلا کیا وصف مجھ سے ہو تو اس شان شایاں کا
تیری ضد دیکھی نہ تیرا متماثل دیکھا
دل کو ہر حال میں تیرا متوسل دیکھا
بقائے جاوداں ہے تجھ کو میں اک نقش بالکل ہوں
خوشبو ترے کرم کی ہر اک خار خس میں ہے
تجھ سے جو محبت ہے یہ بھی تری قدر ہے
ادراک تو کیا دخل نہیں وہم و گماں کا
لاریب کہ خالق ہے تو ہی کون و مکاں کا
سر ڈال کے جب پردہ توحید میں جھانکا
باعث ہوا خود بلبل شیدا کے فغاں کا
کھلانے کا ہے خوف نہ گھٹکا ہے خزاں کا
جو تجھ سے پھرا وہ نہ پہا کا نہ وہاں کا
کونین میں ڈنکا ہے ترے نام و نشاں کا
خاک کو کہیں کیا تو نے
اک بندہ نافرماں ہے حمد سرا تیرا
ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

جوہر
جلیل
جلالی
حسن
حسین
حمید
حیرت
حالی

چھوٹے ہوئے ہیں گوجی پر دل بند ہو گیا ہیں
 ہے مار فوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
 ہے پور زال سے دل اس کا قوی زیادہ
 کاوش میں ہے الہی دگدایں ہے طبعی
 ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی
 گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں
 رخ جہاں سوز تیرا دیکھا نظارہ افروز جس میں
 سلوک میں تیرے سب یکساں گہر و ترساہوں یاں
 پر بھی دی تو نے تیغ بھی دی گرنے ہاتھ بندہ سب کے
 نہ جی رکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے آٹھ ٹے
 میں اور عزم وصف خداے طلیل کا
 مقدور ہیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
 اس مسند عورت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
 بے تے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
 ہے خوف اگر جی میں تو تیرے ہی غضب سے
 جوں نور نظر ترا تصور
 جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
 دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ کے کرم
 وہ سر ہے سرفراز جو لے داغ تابہریت
 اے دہن تیرے لئے حرف دعا بہتر ہے
 سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
 جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
 لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
 مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
 داغ کو کون دینے والا تھا
 اک جہاں ہر سرباں ہوا تو کیا
 کیا بیاں وصف کرے بندہ ادنیٰ تیرا
 معرفت جس کو ہو وہ دیکھے تماشا تیرا
 کونسا دل ہے کہ جس میں نہیں جلو ا تیرا
 تو ہے شہرگ سے بھی انسان کے نزدیک گر
 کرم سے تیرے ہوتے خاک سے ہیں پاک سب بندے
 جھایا نقش کس نقاش کی صنعت نے پتھر پر
 اسی کا جلوہ ہے جو ذرہ ذرہ میں چمکتا ہے

منے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
 ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا
 رکھتی ہے آسریاں جو پیر زال تیرا
 جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
 یارب کہی نہ پائے زخمس اندمال تیرا
 لیکن ملا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
 نہ بلبل و گل میں ان تعلق نہ سرو قمری میں پیار دیکھا
 نہ اُن سے کچھ تیرا پیر یا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا
 جنہیں تھایاں اختیار سب کچھ نہیں بھی بے اختیار دیکھا
 سدا رہے نامراد جو یاں انہیں بھی امید وار دیکھا
 یہ حوصلہ نبی کا نہ ہے جبرئیل کا
 حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
 کیا تاب گزر ہوئے تعقل کے قدم کا
 آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا
 اور دل میں بھروسہ ہے تو تیرے ہی کرم کا
 تھا پیش نظر جد ہر گئے ہم
 تو ہی آیا نظر جد ہر دیکھا
 کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا
 درگاہ بے نیاز میں صرف سجود ہے
 اے زباں تیرے لئے ذکر حبیب چھا ہے
 دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
 اُس سے مجھ کو سوا دیا تو نے
 دل بے مدعا دیا تو نے
 پھر جہنم کو کیا دیا تو نے
 جو دیا اے خدا دیا تو نے
 ہر بانی تری مقدم ہے
 نہ ہوا حال فرشتوں یہ ہویدا تیرا
 ایک اک ذرہ میں موجود ہے جلو ا تیرا
 کونسا سر ہے کہ جس میں نہیں سودا تیرا
 نہیں معلوم فرشتوں کو ٹھکانا تیرا
 ادھر بھی ابر رحمت ہم بھی ہیں سیدواروں میں
 کہ رنجا رنگ گل بوٹے ہیں پیدا کو ہماروں میں
 اسی کی روشنی ہے چاند میں سورج میں تاروں میں

جہاد باری
 اسی کے بادۂ الفت سے رہیں ساغر گل
 اسی کا نشہ ہے جس کی ہیں لہریں آتش اروں میں
 بند و پست عالم میں اسی کی شانِ قدس ہے
 وہی ہے دشت و صحرا میں وہی ہے کوہ ہاروں میں
 وہی زرق و برق چھوٹے شیر باد شیر خواروں میں
 وہی لانا ہے جو ہے شیر باد شیر خواروں میں
 نیاز عشق و ناز حسن اسی کی دولتوں میں
 وہی ہے جانِ جاں سب کا وہی ہے جانتا ہے
 گل و رشید اسی کے علم سے ہر مہر داروں میں
 اسی کے باغ میں شبنم بھی ہے آئینہ بازاروں میں
 اسی کے سبب حسن تباں کی گرم بازاروں میں
 اسی سے ہے چہ چہ آفریزی ہے تھپتھپانہ بازاروں میں
 اسی کی آتش و دھن میں دیکھان و نافرمان
 گل و نسیم و نسیم و نسیم و نسیم و نسیم
 قوی قدرت نے کیا کیا رنگ و کھلائے بہاروں میں
 ذوق اسما سے الہی ہیں سب اسم اعظم
 دیکھیں شش جہت ہے حکم تیرا واحد مطلق
 سلیمان ہے اک ادنیٰ غاشیہ بردار فرماں کا
 وہی اک جو ہے دشت و بیابان کس و ناس
 اسی پر تکیہ ہے وہی کا اسی پر اہل ایمان کا
 تیرا ہی

5/12

ضمیمہ
نمودہ کہ علم و کرمی بابگاہ میں

[illegible]

میں نے جب کہ نئی چیزیں تو ہی تھیں

پہلوں میں نئی نئی کھنکھناتیں

شانِ مبارک تجھ کو
کبریا تیری ہی ذات ہے
اندر عالم تیری ہی ذات ہے

پست و بلند
پیدا زمین
جی کی خوش اپنے زنجیر
کے بختیا ہوں ناغباں
نہ ہوں

میرزا محمد علی خان

تو وہ فیاض روز باں
خوف مطلب آموز کا وہ
گلشن ایجاد کا وہ
تو دامن صب
کب پایا

در بیان

تجسس اس کی تجلی ہے
تقدور نہیں اس کی حرکت ہے

مقدم
شماره ۱۰۰
مقدم

5.

4

1

1

1

9

1A

1

7

1

ترا ہی گر نہیں جلوہ تجلی گاہ عالم میں
 بحسب الطاف ہے بندوں پہ صدقے کبریائی کے
 جب اس نے آیت لا تغفلوا فرمائی قرآن میں
 ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگِ نھور تیرا
 گردوں پہ بھی فرشتے کرتے ہیں ذکرِ ہر دم
 تیرا ہی آسرا ہے تیرا ہی ہے سہارا
 ہر رنگ میں نہاں ہے ہر شکل میں عیاں ہے
 کیا جگہ گار ہے ہیں اللہ رے کوہِ و صحر
 دن رات کا تقابل ہے مہر و سور و روشن
 عشاق کی زباں پر رہتا ہے نام تیرا
 کعبہ میں بتکدہ میں ڈھونڈھا ہے خوب تجھ کو
 فاتوا بسورۃ کے دعوے سے ہی یہ ظاہر
 روزِ الست سے اک سرشار ہم نہیں ہیں
 ہر قطرہ میں نہاں ہے ہر ذرہ میں عیاں ہے
 تسبیح ہے فلک پر توحید ہے زمیں پر
 جن و بشر ملائک پاتے ہیں رزق تجھ سے
 شانِ ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیر
 عقل کیا دخل کرے کنہ حقیقت میں تری
 ہر اک زبان پہ تو حاصلِ کلام آ
 تری ہی ذاتِ کریم و رحیم ہے یار
 و فورِ شوق سے اے رند ضبط ہو نہ
 وحدہ لا شریک ہے
 جستجو میں جو نہ دوڑیں تری ٹوئیں وہ پاؤں
 تو ہی نے اس کو بنایا ہے یہ قدرت
 ایک عالم کو ترے نام کا ہے وردِ اید
 پاکدامانی میں تری کچھ نہیں پڑنے کا
 تیرے سوا سنا ہی نہیں ان صفات
 یا الہی ہو کر م تیرا تو شاید کچھ
 داری میں تیرے جاؤں خالق ہے تو خلق
 کون ہمتا ہے خداوند تعالیٰ
 مجھ کو پہچانتے ہیں جانتے ہیں سب
 آدم و جن و ملک و رور و پری و وحش
 نہ بندہ بھلا کچھ برا چاہتا

تری وحدت کا شاہ کیوں ہے نقطہ نقطہ قرآن
سوا ہوتی ہے رحمت تیرے جب جھکتا ہے عصیاں کا
گراں بندوں کو کیوں ہے یاں سے پھر بار عصیاں کا
پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں نور تیرا
چرچا ہے اللہ اللہ کیا دور دور تیرا
تھامے ہوئے ہیں دامن اہل قبور تیرا
آنکھوں میں بس رہا ہے نور ظہور تیرا
وہ نورِ دشتِ امین وہ نورِ طور تیرا
جلوہ دکھا رہے ہیں کیا نار و نور تیرا
کرتے ہیں ذکرِ ذکر ہر صبح و شام تیرا
آخر کو دل میں پایا ہم نے مقام تیرا
مشہور ہو گیا ہے سراں کلام تیرا
عالم ہے مست پی کر وحدت کا جام تیرا
جس شے میں ہم نے دیکھا پایا مقام تیرا
دونوں جہاں میں روشن دیکھا ہے نام تیرا
سب کے لئے ہے یکساں یہ فیض عام تیرا
تو ہے یکتا کوئی ثانی نہیں حق تیرا
حصولِ پست مرا مرتبہ اعلیٰ تیرا
وہ رٹتا ہے جسے جس طرح تیرا نام آیا
سوا ترے کوئی شکل میں کس کے کام آیا
زباں پکارا ٹھی جب دل میں سکا نام آیا
دوسرا تجھ سا اے وحید نہیں
سروہ کٹ جائے کہ جس میں نہ ہو سودا تیرا
تو ہی چاہے گا تو بگڑے گا یہ پستلا تیرا
میں ہی کچھ ذکر نہیں کرتا ہوں تنہا تیرا
اپنے مشتاقوں سے ناحق ہے یہ پردا تیرا
حقا کوئی شریک نہیں تیری ذات کا
ورنہ تیری حمد یا رائے بشر سے دور ہے
کب مجھ سے بیاں ہووے ذرہ تری قدرت کا
کر سکے حمد تری کیا کوئی بندہ تیرا
میرا مالک ہے تو بندہ ہوں میں یا رب تیرا
نام ہر وقت لیا کرتے ہیں یہ سب تیرا
وہ ہوتا ہے جو کچھ خدا چاہتا ہے

منہ لگا دے کون مجھ کو گرنے پوچھے تو مجھے
اس جہاں میں غرض ترا محتاج
خاک سے جس نے بنایا حضرت انسان کو
اللہ رے تیرے وصف بیاں مجھ سے کہیں
قدیم تو ہے سوا تیرے جو ہے حادث ہے
ہر اک ملتجی ہے تری بارگاہ میں
جاتا ہے میرا طائر وہم و خیال واں
ہر ایک تیرے فضل کا محتاج ہے کہ تو
مختار ہے وہ چاہے جسے دے نعیم خلد
منعم کبھی نہ خسانہ دل کو گراے تو
عالم تمام آئینہ خسانہ اسی کا ہے
کیا مجھ کو خوف روز جزا ہو کہ ہوں سخن
سب جگہ اللہ ہے ہر شے اسی کی ذات
ہر ذرہ میں ہے جمال تیرا
ظاہر میں جمال کا ہے جلوہ
منصور نے جو کہا انا الحق
ظاہر سے خفی خفی سے ظاہر
ہے غیب کبھی کبھی ہے حاضر
دعوائے کروں میں حمد خدائے کبار کا
اول و آخر وہم ظاہر و باطن تو ہے
جاں آفریں کی حمد لکھے تاب جان نہیں
کیوں نہ ہو مقبول خاطر ہر خدا آگاہ کا
جان و دل سے ہوں میں بندہ دلبر لخواہ کا
واقعی ہے عکس افگن سائے رخسار یار
اسکے دل پر مفت بھی سودائے یوسف ہو گراں
عشق کا تیرے تحمل کیا کرے یہ ناتواں
بادشاہ ہفت کشور سے ہے سودر جہ بزرگ
شایاں ہے اسکو شان خداوندی اسے سعید
صلقہ طاعت سے تیرے کوئی کب باہر ہوا
اے دل نیاز مند ہوں اس بے نیاز کا
ہے یہ بارگاہ ایسے ربِ عطا کی
عجب نہیں ہے جو کوئی بشر بشر سے پھرے
کیا وصف ہو قدرت کا ترے ہم سے خدایا

عکس بھی دیتا نہیں اب آئینہ میں رُو مجھے
 ہے تو نگر سے لیکے تا مسکین
 فیض گر چاہے تو کر اس باغباں تو اختلاط
 کیا حوصلہ ہے عبد حقیر و ذلیل کا
 فنا ہے سب کو خدا یا مگر ہے تو باقی
 ہے ایک سا معاملہ شاہ و گدا کے ساتھ
 جس جا گزر ہوا نہ کبھی جبرئیل کا
 حافظ ہے تندرست کا شافی علیل کا
 خواہاں نہیں کسی سے ثبوت و دلیل کا
 قصہ جو یاد ہو تجھے اصحاب فیل کا
 پر تو فگن جمال ہے میرے جمیل کا
 امیدوار رحمت رب جلیل کا
 غیر ہے معدوم اس سے کیوں ہے انجان دکھیکر
 ہر رنگ میں ہے کمال تیرا
 بالہن کو کہے جلال تیرا
 تھا اصل میں قیل و قال تیرا
 اک رنگ یہ کب ہے حال تیرا
 کیا کیا میں کہوں کمال تیرا
 توبہ سعید ہے یہ مقام انکسار کا
 تیری موجودگی پوشیدہ و پیدا دیکھی
 دعوے کرے یہ حوصلہ انس و جاں نہیں
 نامہ اعمال میں میرے ہے ذکر اللہ کا
 ہے میرے بیت الصنم میں ذکر اللہ کا
 ظاہر جو ہے گماں لوگوں کو مہر و ماہ کا
 اے عزیز و جو کہ ہے محبوب اس کی چاہ کا
 کب اٹھا سکتا ہے بارِ کوہِ تپا کاہ کا
 بندہ ناچیز اس درگاہِ عالی حیاہ کا
 برائے جو فقیر و تو نگر کی احتیاج
 تو ہی ہے محبوبِ برحق ہر گدا و شاہ کا
 کیونکر ادا نہ شکر ہو اس کار ساز کا
 جہاں سرکشوں نے بھی سر کو جھکا یا
 سیاہ بخت وہی ہے جو تیرے در سے پھرے
 اک کن سے یہ ہستی کا چمن تو نے کھلایا

جہد باری
 منظور جو تھا جلوہ قدرت کا ظالمہ
 رنگ اپنا ہر اک چشم بصیرت میں جایا
 عالم جسے کہتے ہیں کوئی غیر نہیں ہے
 کثرت میں ترا جلوہ وحدت نظر آیا
 رکھتا ہے دل میں عشق خدائے کریم کا
 کیا خوف ہو سفیر کو ناز حبیب کا
 مطلق تری درگاہ ہے دور جو شر سے پہلے
 وہی پہنچے گا رہے دور جو شر سے پہلے
 شمس و قمر سے جس کمال و جمال کے
 فرسے ہیں دونوں تیرے جلال و جلال کے
 بے نیازی ہی کی بس شان نظر آتی ہے
 ہم نے اسے صانع عالم تری قدرت بھی
 تجھے زیبا ہے یارب دین و دنیا کی شہنشاہی
 طہین جہاں کہیں عرب میراجم ہیں
 سلاطین جہاں کہیں عرب میراجم ہیں
 نیز رنگ طرفہ رنگ یہاں قال و قیل کا
 جتنا نہیں ہے رنگ سب ذکر کر رہے ہیں
 کوئی نہیں ہے خالی سب ذکر کر رہے ہیں
 جن و بشر ملائک و جن و بشر ملائک
 یاں دیکھے گا جلوہ ہونہ اک بار خدا کا
 مختصر میں نہ ہو گا اسے دیدار خدا کا
 ہر ایک

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

نہج

مید

مید

مصدق

مید

مید

مید

مید

مید

حمد باری
 بقا ہوا سرور و سر از ہوا
 گم کر کے خودی کو ترا ہم از ہوا
 پردہ میں تو بے نیاز یوں کے دریا
 دل میں سے اترا جلوہ گر ناز ہوا
 تیرے سوا نہیں جب کوئی قاضی الحاجات
 تیرے جو وقت تو میرے تیرا کیوں آئے
 بار کے اس کی ہماری کا
 کفر و لا شریک
 نہ کچھ دیکھا نہ کچھ ہے مگر ہے ایک وجود
 وہ اک وجود کہ موجود واجب دیکھا
 دخل کیا ہے عقل کو کہ تو ہی معجز طراز
 بول تو ہی تو ہے اور تجھ سے آخر بھی دیا
 وہ جیسا ہے اول سے آخر میں و کم
 ہے مختار افعال خود میں و کم
 رہ جو خدا میں کام فرما ہے قلم میرا
 ہوا ہے قل بواللہ اذریب عبد زلیہ
 کب تاب و وصل ہے یہ عبد زلیہ
 دعوے کرے جو جو خدا سے دیکھا رہا ہے
 ہر شے میں نور تیرا جلوہ دکھا رہا ہے
 قدرت کا تیری طوخی نغہ ناز رہا ہے
 کوئی

ہر ایک طرف گرم ہے بازار خدا کا
 جو معرفت آگاہ ہو اس کو وہی جانے
 موسے کو تجلی جو دکھائی تو عجب کیا
 ہر مچول میں ہر رنگ میں خوشبو ہے اسی کی
 کام کی ہے تو خدا کی جستجو
 خدا ہے دوست بندہ کا تو ہی اعدا سے کیا ہوتا
 حمد بے حد اس خدا سے پاک کو
 خاک کو پر نور سرتا پاکیا
 دن رات مہر و مہ سار روشن ہے نور تیرا
 ہے سرو اور سمن میں نسرين و نترن میں
 مشاق دل ہے میرا تو کب ملیگا جاناں
 رو بر زمیں ہے پایا سر بر فلک ہے دیکھا
 اے حامی دو عالم کیا ہے شہید کو غم
 وہ کون جگہ ہے کہ نہیں واں ترا جلوہ
 جس میں عاجز رہ گئے جن و ملک اور انبیا
 سب کی معین ویا و روحانی ہے ذات پاک
 جو چیز ہے یہاں کی حادث ہے فی الحقیقت
 ہر چیز یا د اس کی سب کو دلار ہی ہے
 معبد کی قید کیا ہے ہر جا ہے اس کا جلوہ
 کس زباں سے کروں صفات خدا
 ہے وہ مستجمع جمیع صفات
 وہی اول میں ہے وہی آخر
 کونسی جا ہے جس جگہ وہ نہیں
 منکشف اس کی کیا حقیقت ہو
 بنایا تو نے قدرت سے ملک کو اور انساں کو
 مقرر ہوں روز ازل سے میں تیری قدرت کا
 سنا ہے شور جو عالم میں تیری رحمت کا
 بشر کے واسطے کیں خلق نعمتیں کیا کیا
 تو چاہے تو اک آن میں دے رتبہ شاہی
 کہنا زباں سے حالت دل کیا ضرور ہے
 شجر سے گل سے جلوہ ہے نمایاں تیری صنعت کا
 خورشید درخشاں میں جھلک تیری ہے
 ہیں کون و مکاں نور سے تیرے معمور

افسوس نہیں کوئی خریدار خدا کا
 قدرت کا تماشا ہے ہر اک کا خدا کا
 ہے نور ہر اک شے میں نمودار خدا کا
 کیا کیا نہ ہے مچھولا ہوا گلزار خدا کا
 دوسرے کی جستجو اچھی نہیں
 ہوا اسکا فضل تو دشمن کے ہے اغوا سے کیا ہوتا
 نور ایماں جس نے بخشا خاک کو
 قطرہ ناچیز کو دریا کیا
 موسے کہے ہے منظر ہے کوہ طور تیرا
 خار و گل چمن میں رنگ نہور تیرا
 ہے ایک دن اگر چہ ملت ضرور تیرا
 عجز و نیاز اپنا ناز و غرور تیرا
 جب آسرا ہوا اس کو روز نشور تیرا
 حقا کہ خداوند ہے تو کون و مکاں کا
 وصف اسکا لکھ سکے مقدور کیا انسان کا
 کرتا ہے کون چرخ سے امداد کی ہوس
 اس کے سوا کسی کو ہرگز نہیں قدامت
 ہر چیز یا د اس کی دل سے بھلا رہی ہے
 میں کیا بتاؤں تم کو کیا ہے اس کا جلوہ
 کیا بشر سمجھے کہ نہ ذات خدا
 لائق سجدہ ہے اسی کی ذات
 وہی باطن میں ہے وہی ظاہر
 چاہئے ہے نگاہ وحدت میں
 وہی دیکھے جسے بصیرت ہو
 بیاں ہم سے تری اب شان قدرت ہو تو کیونکر ہو
 نہ کیوں ہو و رد مجھے کلمہ شہادت کا
 امیدوار ہے ہر پر گناہ جنت کا
 کروں میں شکر ادا کونسی عنایت کا
 بندوں سے بیاں ہو نہ تیرے جود و سخا کا
 اللہ تو علیم بذات الصدور ہے
 لطافت کا دیا جامہ اسے اسکو نزاکت کا
 اور گوہر لامع میں الک تیری ہے
 ہر ذرہ تاباں میں چمک تیری ہے

سید
 شہید
 شفق
 شوق
 شاطر
 شرم
 شاہ
 شائق
 شاکر

نہی

فیض

فدا

جہاں رہی
 عقل پہ چھوٹے برسوں ادھر ہیں چھوٹے
 آخر کو راہ چھوٹے اے واسے لن ترانی
 دریا میں تجھ کو دھو دبا صحر میں تجھ کو دھو دبا
 دنیا میں تجھ کو دھو دبا عالم کی خاک چھانی
 دنیا میں تجھ کو دھو دبا نہ تیری پانی
 یوں عمر بگڑائی یہ تھکا دھو دبا
 آخر کو منہ کی کھائی اے دھو دبا
 ہر شے سے تو ہے اعلیٰ ہر چیز سے زالا
 وہم و گمان سے بالا اے لا مکان مکانی
 انسان میں کب یہ طاقت لکھے تو تیری جوت
 چہرہ چھوٹا ہے رب عرش سے بڑے کب
 تعریف تیری اس جگہ سب انسی ہوں یا کہ جانی
 عاجز ہیں اس جگہ سب خدا سے ہے کام نہیں
 کیا کام نا خدا سے خدا سے ہے کام نہیں
 بجز رواں میں شتی عہد ہر م اے فیض
 کرتے ہیں نظر عبد ہر م اے فیض
 ہم آنکھوں میں وہی سما رہا ہے
 انا ہے پردہ غفلت و گردن ذات انساں میں
 بد تیرا ہے جاں تیری ہے دل تیرا ہے دم تیرا
 بتکدہ کیا کعبہ کی گھڑا کیا اور دشت کیا
 جا بجا ہے جلوہ گر جلوہ تمام اللہ کا
 کیا خبر

ہے ازل سے حسن ہے مانندے کیتا ترا
 ذات تیری دور ہے ادراک عقل و وہم سے
 پردہ ہائے چشم سے بھی تو تو ہے نزدیک تر
 یہ بسیط ارض یک ذرہ ہے تیرے شت کا
 ہا تو ہی موجود ہے تو ہی موجود اور تو ہی جو
 پانوں وہ ہے جو تری راہ طلب میں ہونگا
 ذرہ ادنیٰ بھی پر تو سے ترے خالی نہیں
 لاکھ پردوں سے عیاں ہے تیری آن لربا
 دیدہ بد میں نہیں رکھتے نظر بازان صنع
 نیست کا اطلاق جس پر کیجئے وہ کچھ تو ہو
 نیری نیرنگی ہزاروں رنگ میں ہے جلوہ گر
 مست کف برب ہے تیرے شوق میں بحر محیط
 کیا کہا کیا کہہ رہا ہے کیا کہے گائے عزیز
 کیا تصور کو ہے نسبت کن ذات پاک سے
 صاحبو مجھ کو ہے عشق اپنے خدائے پاک سے
 دیکھ کر ارواح کو اجسام میں کہتا ہوں نہیں
 صنعت خالق قیوم کروں کیا تحسیر
 گدا و شاہ کا حاجت روا ہے تو مالک
 حمد خدائے اکرم شاہنشاہ دو عالم
 از ماہ تا بہ ماہی ہے جس قدر خدائی
 سارا جہان تیرا اور لا مکان تیرا
 ہر سو میں تیرا سودا ہر دل میں تیرا کھٹکا
 تو نے حرم بنایا بیت الصنم بنایا
 گلشن میں گل کھلائے باغوں میں پھل لگائے
 بخشا قسم کو مالہ گلشن کو سرو و لالہ
 موسم طرح طرح کے اپنی عنایتوں سے
 سردی نے جب ستایا گرمی کا موسم آیا
 کالی گھٹائیں آئیں سر پر ہمارے چھائیں
 بہرہ نے سراٹھایا جنگل میں لہلہا یا
 یہ تیری قدرتوں کا ادنیٰ سا ہے کرشمہ
 گو دہریہ یہ جانے جھوٹے ہیں یہ فسانے
 عقل اس کی پر عقل ہے تو علت علل ہے
 قدرت کے کارخانے لقمان بھی نہ جانے

جب نہ تھا کچھ کون تھا تیرے سوا شیدا ترا
 کس طرح پھر ہے زبان خلق پر چسپا ترا
 دیکھتے دیدار کیونکر حضرت موسیٰ ترا
 اک حباب بحر ہے یہ گنبد مینا ترا
 حق یہ ہے راز حقیقت کچھ نہیں کھلتا ترا
 سروہ ہے جس میں بجائے ہوش ہو سودا ترا
 نام نامی ہے اگرچہ اکبر و اعلیٰ ترا
 لاکھ جلووں میں چھپا ہے حسن بے پردا ترا
 ہے برا پھر کون جب ہر کام ہے اچھا ترا
 یہ بھی کہہ سکتے نہیں معدوم ہے ہمتا ترا
 حیرتی کیونکر نہ ہو ہر دیدہ مینا ترا
 خاک بر سر عاشق دیوانہ ہے صحرا ترا
 حمد کی قدرت نہیں رکھتا لب گویا ترا
 فہم قاصر علم کا ہے آپ کے ادراک سے
 نور کے پتلے بنائے جس نے مشیت خاک سے
 صانع قدرت نے روکا ہے ہوا کو خاک سے
 جیسا اک بار کیا خلق دو بار نہ کیا
 کسی کو فقیر دیا اور کسی کو مال دیا
 معبود جن و آدم مقصود زندگانی
 تیری ربوبیت کی ہر شے میں ہے نشانی
 اے ہر بان تیرا کوئی نہیں ہے ثانی
 ہر منہ میں تیرا چرچا ہر جا تری کہانی
 لوح و قلم بنایا اے عرش آشیانی
 میوے ہیں کھلائے از روئے مہربانی
 بلبل کو آہ و نالہ اور گل کو شادمانی
 تو نے یہاں بنائے دی ہم کو کامرانی
 جب دھوپ نے جلایا برسا زمیں پہ پانی
 رحمت وہ تیری لائیں اور کی گہر فشانی
 اور جا بجا بچھایا نخل کا فرش دجانی
 دونوں جہاں پہ زیبا ہے تجھ کو حکمرانی
 خالق تجھے نہ مانے لیکن تو ہی ہے بانی
 ہر جا ترا محل ہے پھر تو ہے لامکانی
 گمراہ سب سیانے در شوق راز دانی

<p>قدر</p> <p>خدا باری</p> <p>معلوم ہے آغاز نہ انجام خدا کا</p> <p>آگے جوڑے کوئی تو پھر نام خدا کا</p> <p>پایا جو کرم ٹوٹ پڑی ساری خدا کا</p> <p>اندر غنی فیض ہے کیا عام خدا کا</p> <p>خالی نہیں حکمت سے کبھی حکیم خدا کا</p> <p>جس مصلحت آمیز نیراک کا نام خدا کا</p> <p>ہر فصل میں موجباتی ہیں اس فصل کی تیرا</p> <p>بٹ جاتا ہے ہر قسم کا انعام خدا کا</p> <p>جس خانہ تن منظر ہر انوار الہی</p> <p>یہ دیدہ و دل ہے کہ دروہام خدا کا</p> <p>جب نام سنو اس کا کہو جل جلالہ</p> <p>تغظیم کرو فرض ہے اکرام خدا کا</p> <p>سب کر کیا کرتے ہیں جن و ملک انس</p> <p>وش و شرات اور دود و دام خدا کا</p> <p>ہر بار گذر جائے فرشتوں کی گواہی</p> <p>تو نام رہا کہ سحر و شام خدا کا</p> <p>قالی کی کی آبادی ہے اس کی ذات</p> <p>آمد و رفت نفس ہے آنا جانا باری کا</p> <p>نہیں استغفار شکل ہے</p> <p>خماز و روزہ و عورت سے تھج کو یاد کرنا</p> <p>گرم تر</p>	<p>خالی از حکمت نہیں ہے کوئی کام خدا کا</p> <p>کار انساں میں ہے جملہ اہتمام خدا کا</p> <p>ذره ذرہ سے عیاں ہے اعتتام خدا کا</p> <p>جا بجا ہے اور نہیں کوئی مقام خدا کا</p> <p>ہے مرے کاموں میں شامل انتظام خدا کا</p> <p>اے قدا بندہ ہے تو اک احکم الحاکم کا</p> <p>کیا کوئی جانے نتیجہ کیا ہے اس کے کام کا</p> <p>مجرد کس طرح سمجھوں مقرر کاخ حرم تیرا</p> <p>انجام سہل ہے مرے دشوار کام کا</p> <p>حافظ اگر خدا ہے ترے جان و مال کا</p> <p>کہ سقفِ فلک بے ستوں ہے مقیم</p> <p>کچے ہیں سب معاملے پکا ہے کام تیرا</p> <p>ہر وقت ہر بشر ہے خدا کی پناہ میں</p> <p>تو بادشاہ کر دے گدا کو اک آن میں</p> <p>خدا کے جلوہ عظمت کو دیکھو</p> <p>خدا یا داوڑ روز جزا تو</p> <p>کہ تو ہی پالنے والا ہے سب کا</p> <p>زمین تیری فلک تیرا بشر تیرے جہاں تیرا</p> <p>دلوں میں یا د تیری اور زبانوں پر یاں تیرا</p> <p>الہی سجدہ گاہ انس و جن ہے آستان تیرا</p> <p>چمن کا پتا پتا ہے خوشی سے مدح خواں تیرا</p> <p>ادھر تیرا ادھر تیرا یہاں تیرا وہاں تیرا</p> <p>بھرا کرتے تھے دم عیسے بھی لے جان جہاں تیرا</p> <p>زبانوں پر عنادل کی چمن میں ہے بیاں تیرا</p> <p>نہ آب بحر میں بھی چھپ سکا سوز نہاں تیرا</p> <p>سہارا ڈھونڈتا ہے ہر قوی و ناتواں تیرا</p> <p>کلیم اللہ نے جلوہ بھلا دیکھا کہاں تیرا</p> <p>نہ تھپک کر جو سلاقی مجھے رحمت تیری</p> <p>میری نصرت پر یہ اے دوست وہ عادت تیری</p> <p>اے قدر تم نے حال سنا ہے خلیل کا</p> <p>پانی پئے ہوئے ہیں یہ سب ایک جھیل کا</p> <p>مگر پایا ہے کتنی جستجو سے</p> <p>تیرا جلوہ دیکھتی ہے ہر طرف ہر سو نگاہ</p>	<p>کیا خبر ہے تجھ کو رطب و یابس ایام کی</p> <p>ہے غلط فہمی تری نسبت بذاتِ خوشین</p> <p>سب ظہورِ قدرت حق ہے جلوں کا ثبات</p> <p>گو عیاں ہے پر نہاں ہے اور نہیں پوشیدہ بھی</p> <p>فکر کچھ مجھ کو تردد گاہ دنیا میں نہیں</p> <p>کیا تجھے دروازہ حکام دنیا سے غرض</p> <p>خوب کو ناخوب اور ناخوب کو کر دے وہ خوب</p> <p>خلا میں اور ملا میں کوئی جانتے سے نہیں خالی</p> <p>یارب خیال ہے تجھے تیرے غلام کا</p> <p>اندیشہ ناروا ہے کسی اختلال کا</p> <p>خدا یا تری شان ہے کیا عظیم</p> <p>جھوٹے ہیں سب مقدمے سچا ہے نام تیرا</p> <p>کتنا جہاں میں نطفِ حمایت وسیع ہے</p> <p>کس کو مجالِ دخل ہے کچھ تیری شان میں</p> <p>عیاں ہے ذرہ ذرہ سے تجلی</p> <p>خدا یا مالک ہر دوسرا تو</p> <p>بہر صورت تجھے ہے حمد زریبا</p> <p>قدم تیرا عدم تیرا مکان و لامکان تیرا</p> <p>کہیں پر تو نہاں تیرا کہیں جلوہ عیاں تیرا</p> <p>بنے ہے سرمہ چشم ہر وہم کا خاک در تیری</p> <p>صدا آتی نہیں یہ جلش باد بہاری سے</p> <p>ترا دوزخ تری جنت ترا دیں اور تری دنیا</p> <p>پڑھا کرتے تھے کلمہ حسن کا تیرے کلیم اللہ</p> <p>پیکتی ہے گلوں سے بنکے شبنم یا اگر تیری</p> <p>لب دریا پہ نکلے آبلے بنکر حباب آخر</p> <p>مصیبت میں تجھے مور سلیمان یاد کرتے ہیں</p> <p>سر طور آکے بیہوشی نے اچھی پردہ داری کی</p> <p>خوفِ محشر سے لحد میں بھی نہ لگتی مری آنکھ</p> <p>نہ کوئی مجھ سا گنہگار نہ تجھ سا ہے رحیم</p> <p>دشمن اگر قوی ست نگہیاں قوی تر ست</p> <p>سیراب اسکے فیض سے ہیں جلدی حیات</p> <p>رگ گردن سے گو نزدیک تر ہے</p> <p>آنکھ کھلتے ہی کھلا مضمون وجہ اللہ کا</p>
---	---	--

جو چاہے کرے وہ تو اسے مصحفی مالک ہے
کس کی مجال جو کوئی شاکی ہو اسے کریم
رحمت کا تری کو کسی جا دخل نہیں ہے
کس منہ سے کروں میں حمد تیری
ہر طرح سے بے نیاز ہے تو
تو جب تھا یہاں یہ کچھ نہیں تھا
کی تو نے جو زلف کون برہم
پھیلائے ہیں تو نے بے بہا دُر
ہر جسم میں جان گورواں ہے
بندگی اور خدائی کے سبب
گر جائے وہ نظر سے جسے تو اُتار دے
ہر ذرہ کو رہا ہے ترا وصف حال سے
بیاں کیا وصف ہووے مجھ سے تیری قدرانی کا
دوزخ جسے کہتے ہیں تری نار غضب ہے
سب فنا ہو جائینگے باقی رہے گی تیری ذات
کیا وصف ہو سکے تری شان مجید کا
پتہ عقل رسا کو کیا لگے تیری سکونت کا
مایہ شکر ہے مخلوق پہ احساں تیرا
نظر انداز کرے کون کو حیراں تیرا
سامنے عام کے پھیلا ہوا ہے خواں تیرا
تیرے ملنے کی تمنا ہی رہی عالم کو
جو ترے سایہ میں آجائے نہیں اکو زوال
عقل میں تیری احاطت نہ کبھی ہو محدود
کو نہ دل ہے تری یاد سے خالی ایجان
موت بھی ہے ترے فانی کی حیات ابدی
کبریائی اسے کہتے ہیں کہ اللہ اللہ
یہ بھی اک شانِ جلالی و جالی ہو تری
ربط باطن نہیں معلوم مگر باطن میں
بن بن کے برگزینی ہے ہر اک چیز جہاں کی
سجدہ میں ہو کر قلمِ مخلفشاں
ہے ماسوا کے فہم سے برتر وہ ذات پاک
کیا سیر اس کی دادی حکمت کی کر سکے
چاہتا ہے جب مسبب آپ ہوتا ہے سبب

بندہ کی خدا سے تو زہار نہیں طہیتی
 پنہاں ہزار لطف ہیں تیرے عتاب میں
 نمرود کی آتش میں بھی گلزار ہے تیرا
 اس منہ سے نہیں زبان میری
 معبود ہے کار ساز ہے تو
 اب جو ہے یہ سب ظہور تیرا
 اک تار میں باند ہا سارا عالم
 کل ارض و سما ہے نور سے پُر
 پر تیرا مکان لامکان ہے
 حجرِ مجھ میں ہے غنا تجھ میں ہے
 اس کو بگاڑے کون جسے تو سنوار دے
 کچھ شکر گو فقط نہیں میری زباں ہے خاص
 بنایا مجھ کو قلوب میں تو یک قطرہ تھا پانی کا
 اک نام ہے جنت ترے کوچہ کی زمیں کا
 تجھ کو سب زیا ہے جتنا ہو خدائی پر گھمنڈ
 موقع ہی کچھ نہیں یہاں گفت و شنید کا
 شکستہ کر دیا رفعت نے بالکل پاؤں مہت کا
 نام لکھا ہے قلم نے سر دیواں تیرا
 پھینک دے خلعتِ مہنتی کو بھی عریاں تیرا
 صاحبِ خانہ ہر اک بن گیا مہاں تیرا
 لے گئے صاحبِ دل قبر میں رماں تیرا
 نہیں بچتا ہے چراغِ تیرے داماں تیرا
 دل رہا ہے سر آغا ز سے پایاں تیرا
 کلمہ پڑھتا ہے ہر گبر و مسلمان تیرا
 اے صنم زندہ جاوید ہے بے جاں تیرا
 زیر لب حرفِ انا رکھتا ہے درباں تیرا
 عشق پیدا ہے مرا حسن ہے پنہاں تیرا
 یار دم بھرتا ہے عالم میں ہر انساں تیرا
 باقی ہے اگر تو وہی اک ذات ہے باقی
 لکھ صفتِ خالقِ باغِ جہاں
 حادث محیط ہو نہیں سکتا قدیم کا
 اسپ گلی سمند ہے طبع حکیم کا
 دخل اس عالم میں کیا ہے عالمِ اسباب کو

معصی
محب
میکش

21

1

44

"

44

2

11

28

44

44

11

"

44

10

"

١٢٠

2

12

2

40

4

سید



54

حمد باری
 لہزہ جلوہ اس کا سار جہاں ہے یعنی
 ساری ہے وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک
 ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
 اشد الہ
 اشد الہ میں طرف کو وہ ہی تری طرف ہے
 منہ کرے ہے یہ آکیدہ ہے اے خدا تو
 پہنچ نہیں ہے یہ آکیدہ ہے اے خدا تو
 صبح اٹھ کے تجھ سے مانگوں نہیں تجھی کو
 تیرے سوانے میرا کچھ مدعا نہیں ہے
 اور اک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا
 اور دھریں گزار عرمان و خیال کے
 واجب کا ہونہ ممکن مصدر صفت شینا کا
 قدرت سے اسکی لب پیام آئے ہو خدا کا
 کرتا ہوں اشد اشد درویشوں سدا کا
 سرمایہ کل یایں نام ہے خدائے نکالا
 ادنے میں شرف تو نے یہ اعطی سے نکالا
 گوہر کیا قطرہ کو جو دریا سے نکالا
 خورشید کرے ذرہ کو قادر ہے وہ ایسا
 جس نے پیر بیاض کف موسے سے نکالا
 اس چھٹن اچھاو میں رنگ رخ گل
 تون بگر بیل شیدا سے نکالا
 عزت ہے

حدیثی ہے ذات نور
 ہے کلام تیرا
 اس ذات کبریا کو شاید کسی نہ دیکھ سکے
 جس کی نہیں نہایت جسکی نہیں کوئی حد
 وہ ذات صدی ایسی نہیں نہیں درخشاں
 دوسرے سے پہلے دوزخ از دہم و گم
 عقل کی حد سے پہلے دیکھا ذرہ ذرہ میں
 درخشاں ہر عالم کتاب کس کی آبداری کا
 نرا جو کام ہے یار بسے کس کی آبداری کا
 کیا پیش جائے مرے وہم و گمان کی
 جس جانہ ہوں فیروز زمان و مکان کی
 پر کہار کے منظر میں فضا تیری ہے
 وہ نور شہید کے پردہ میں ضیا تیری ہے
 چپکے برق میں چپکے ہیں تیرے انوار
 میں نے دیکھا ہے جہاں دیکھے ہیں تیری
 آپ گوہر میں نہیں اس میں چپکے ہیں تیری
 نور اختر میں نہیں اس میں چپکے ہیں تیری
 سعد میں شور نہیں آیا مجھے تو ایک نگاہ
 میں پردہ نظر موجود ہے یارب کریم
 تو ہر اک چیز میں موجود ہے یارب کریم
 تو ہر اک عہد کا مجھ کو ہے یارب کریم
 تو میرا

عزت ہے فقیروں کی امیروں کے برابر
 جلوہ ہے ہر وہام میں بس تیری ذات کا
 تو ہے غفور بندہ عاصی ہوں میں کریم
 قدرت خدا کی ہے کہ ہر اک کو رو کر تلک
 اسی کو ہستی مطلق سزاوار
 رقم ہم سے جب نام حق ہو گیا
 ہو سکے کس سے بیاں خوبی صنعت تیری
 ہے وہی کام کا جس شخص کی حالت یہ ہو
 یہ کسی کی نہیں طاقت کہ تجھے دیکھ سکے
 وہی جنت ہے جسے کہتے ہیں تیری قربت
 ہے تو ہی عیاں نہاں خدایا
 ہر شے میں وہ تجھ کو دیکھتے ہیں
 معمور ہیں نور سے ترے سب
 حیرت میں ہیں سب کہ تو کہاں ہے
 پایا نہ نشان کسی نے تیرا
 جو راہ میں تیری خود کو میٹھے
 نہ ہو جس سر میں سودا سر وہ کیا
 تو بے مثال ہے تیرا کوئی مثال نہیں
 جنہیں سلطنت ہے نصیب اس جہاں میں
 وہی موجود ہے محبوب سمجھ کر دیکھو
 تو جس کو چاہے اسے آشنا بناتا ہے
 وصف میں اس کے کسے یا را یہاں تقریر کا
 یونکہ بحر حمد میں اپنا قلم ہو تو زبان
 تیرا بیان واقع اب کس سے ہو سکے ہے
 ہے صوفیوں کے لب پر یارب کلام تیرا
 فہری ہے گلستاں میں حق سترہ سناٹی
 کونین کا ہے حاکم دارین کا ہے مالک
 تو وہ کہ سدا قیام تیرا
 تو چشم میں خواب ہیں ہے اس میں
 تجھ سے ہے ہر اک شے کی ہستی
 امکان کا وجود میں نے دیکھا
 کہتے ہیں تجھ کو سچا اند
 نیز نگ حدوث ہے تجھی سے

کیا تاج گدا افسر کس سے نکالا
 تو باعث وجود ہے کل کا ناستہ کا
 مجھ کو تو آسرا ہے فقط تیری ذات کا
 قائل ہے ذات پاک سمیع و بصیر کا
 ہوا ہے ہست جس سے ہیج در ہیج
 تو سورج چمک کر ورق ہو گیا
 عقل حیران ہوئی دیکھ کے قدرت تیری
 لب پہ ہونا نام ترا دل میں محبت تیری
 ورنہ تو چھپ کے رہے یہ نہیں مادت تیری
 وہی دوزخ ہے جسے کہتے ہیں فرقت تیری
 جز تیرے کوئی کہاں خدایا
 ہیں تیرے جو راز داں خدایا
 ارض و شجر آسماں خدایا
 لے پیر سے تا جواں خدایا
 ہر شے میں ہے تو عیاں خدایا
 پاسے نہ وہ کیوں اماں خدایا
 نہ ہو جس میں تو وہ کس کام کا دل
 جو دیکھ لوں تو جلوہ مری مجال نہیں
 انھیں تیرے در پر گدا دیکھتے ہیں
 سب نظر آتے ہیں ظاہر میں گر کچھ بھی نہیں
 تو جس کو چاہے اُسے در بدر بھراتا ہے
 جب زبان شمع نکلی منہ کھلا گنگیر کا
 جسکے آگے خشک ہے منہ خامہ تقدیر کا
 تو پاک ہر ہنر سے ہر عیب سے بری ہے
 اور عارفوں کے دل میں بتا ہے نام تیرا
 اور شاخ گل پہ بلبل جنتی ہے نام تیرا
 کیسی تزک ہے کیا ہے احتشام تیرا
 تو وہ کہ قدیم نام تیرا
 ہے خواب کا سب نظام تیرا
 ہر شے میں وجود نام تیرا
 اس میں ہے چھپا دوام تیرا
 پھبتا ہے تجھی کو نام تیرا
 اس میں ہے چھپا دوام تیرا

مبارکی

حمد باری
 تیر زبان اسکی ثنائیں سبز ہائے خشک و تر
 چہ میں اس کی ہے گویا ہر ورق اشجار کا
 تو کہیم چہ نورِ حیم چہ تو عظیم چہ تو علیم چہ
 تری حمد اور مری زبان پری شانِ جلال
 لے زبان پر تو اول اول
 حمد پاک خداے عزوجل
 لائق حمد میں ہے اس بن اور
 اس آپ بے نیازم
 یاد اس کی ہے مدعاے
 شکر اس کا ہے زمین کے
 آسمان اور زمین کے نہیں مل
 یاد کرتے ہیں اس کے عظیم
 شکر اس کا معیہ اظہار
 وہ ہے سلطانِ بارگاہِ انوار
 اس کے بختہ اگر شہناور
 روزِ محشر تک شکوں نہ
 روزِ محشر کو میں ورد
 کہتیا ہوں ترے نام کو
 کہتیا ہوں ترے شکر کو
 کہتیا ہوں رکھیں ترے
 جس گردِ آپ پاؤں رکھیں
 اس گردِ کو میں کھل کروں
 ہر روز

حق

9/0

5

1

又

و

44


۷۷

05

10

چون وچرا کو دخل نہیں تیرے حکم میں
حیراں ہے کہ ذات میں فہم و ذکا و وہم دم بند
یہ جتنا خلق میں اب جا بجا تماشا ہے جو غور کی
ادنیٰ کوئی اعلیٰ کوئی سوکھا کوئی دند پیل جب غور
جس نے یہ زردیا ہے پھر وہ ہی دہن بھی دیگا مال و
سب روپ ہیں اسی کے جو چاہے سو کرے چاہے
کیا ہمدوں کی حق کیا فاختوں کی ہو ہو سب
دونوں جہاں میں ذات اسی کی کریم ہے یعنی
جو نظر آتا ہے ناسخ ہے وہی ڈھونڈ
ہے تو ہی غنی ہر ایک محتاج جو
ہے وہی بس قابل حمد و ثنا جس
حمد کیا لکھوں طبیعت دنگ ہے خام
کس سے اس کی قدرتوں کا ہو حساب جس
کیا ہے دشگیری کا جو وعدہ تیری رحمت نے کلجا
وہ حاضر ہے جد ہر چلے اُدھر سجدہ کر کے زلا وہ
کرم اَدنے سے اعلیٰ پر زیادہ ہے تعالیٰ شد گلوں
زہے رحمت پسند آئے جو اس کو سر
سزاوار رحمت ہوں میں اے کریم کہ
بخشدے خلد کا گلزار وہ ایسا ہے کریم اگر
بندہ کسی طرح نہ سزائے جھیم تھا یا
زاہد تجھے کیا اس کی کریمی سے عجب ہے تو
کیونکر گلا کروں ترا دوزخ میں اے کریم
دوزخ میں میں بلک کے پکاروں گا یا کریم
ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
قادر وہی کبریا وہی ہے
صدقے اس پروردگار پاک کے جس نے کیا
کہتے ہیں جس کو باغ ارم اور بہشت خلد
ذکر کس جا پہ کہاں پر نہیں آتا تیرا
رازق ہے رزق کیڑے کو دیتا ہر سنگ میں
حدرب سے ہو گئی تعظیم دیواں یک قلم
زیب انساں سے زمیں کو چرخ کو انجم دے دی
آنکھ ڈالے نہ کہیں چاہنے والا تیر
کون سا دل ہے کہ جس کو نہیں الفت تیری

سے خالی فعل نہیں ہے حکیم کا
ہے ہر ایک عقیل و فہیم کا
تو یہ سب ایک کا تماشا ہے
ر سے دیکھا تو اسی کے ہیں یہ کھیل
مکان حویلی باغ و چین بھی دیگا
واں ہو چاہے لڑکپن سے من بھرے
رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا نیکہ کیا نکمیر
اسی کا نام غفور و رحیم ہے
دہتا ہے جو اُسے وہ کور ہے
ہے ترے آگے ملتجی ہے
کی ہے نے ابتدا نے انتہا
میدانِ ثنا میں لنگ ہے
کے دریا کا فلک ہے اک جبا
ہاتھ بھر کا ہو گیا امیدواروں کا
ماظر ہے جدھر چاہے اُدھر ست عارکھے
س سے بیشتر نشو و نما ہوتا ہے خاروں کا
سجدہ خم گردن کسی کا
آیا ہوں تیرا بلایا ہوا
پر کاہ کی پرشش کرے عادل ایسا
رب میں رو سیاہ سہی تو کریم تھا
بہ کا ہو در بند تو کمل جائے در فیض
حزیر دی تو لائق تعزیر دیکھ کر
اُسے نہ تجھ کو رحم یہ ہرگز یقین نہیں
نمرہ ہے قلم کا حمد باری
آخر وہی ابتدا وہی ہے
بہر طفل غنچہ پیدا شیر بے پتان
نقشے بنے ہوئے ہیں تری جلوہ گاہ کے
ہے بشر کون جو کرتا نہیں چرچا
صادق اسی پہ لفظ ہے پروردگار
ظرف پر مٹی کے سونے کا طمع ہو
دُر جاک عالم کا ہر پہلو مرصع ہو
اپنی پہچان سے گزرے ہے شناسا
کون سا سر ہے کہ جس کو نہیں سودا



نظير

۲۰	۲۱
----	----

52

ی

۵۵

چہ چاہتے

پور دود

مرصع ہو

بشماره

20.

ہر ذرہ عالم میں ہے خورشید حقیقی
کیا بیم ہے آفات قیامت سنی اس کو
کیتا ہے ولی دل سنی جو مصرع رنگین
تہا نہ ولی جگ منے لکھتا ہے تری وصف
تری تعریف کرتے ہیں ملائک

کیا ہے میں نے بسم اللہ سے آغاز دیواں کا
 نشانِ لطف ہے آتش کا ابراہیم نہ بچھنا
 ذرا کی سرکشی جس نے جہنم میں ہوا داخل
 جو جہل احکام سے ہوتا جہالت کس طرح ہوتی
 جو کائنات ہے بیا باں میں زبانِ شکر منعم ہے
 نہیں لازم سیہ مستی میں بھی قطع امید اس سے
 نہ دکھلاتا اگر وہ کافروں کو شانِ قہاری
 ہوا جب دن کھلا خورشید کا گل اسکے فرماں سے
 نسیم لطف اس کی ہے نشاط افزا گلستاں میں
 میانِ چاہِ یوسف کی کبھی اس نے حفاظت کی
 اسی کا کام ہے یہ کب کسی سے اور ممکن ہے
 جو وہ چاہے گدا کو ہفت کشور کا کرے سلطان
 نہ چمکے برق اگر اس کو چمکنے کا نہ ہو ایما
 اسی کے شوق میں نہ نکھیں کھلی ہیں وسطی لاکھوں

کیا ہو بیان قدرت پروردگار کا
 جو کچھ عیاں ہے عرش سے تحت لکڑی ملک
 خالق ہے لوح و کلک و زمین و سپہر کا
 جامع ہے وہ صفات جمال و جلال کا
 واحد ہے لاشریک ہے وہ بے مثال ہے
 سخت ہے ربط خاک کو کیا خوب آب سی

پایہ بہت کیا بلند اس نے صحریم ناز کا
خورشید و ماہ و برق ستارے چمکتے ہیں
عقل حیراں ہو گئی محو تماشا ہو گیا
قادر مطلق اسی سے نام اس کا ہو گیا
در سے اس کے فیض برہیں یاں اس بھی شاہ و گدا
ایک ہر ایک جگہ پر ہے جھکڑا تیرا
کیا مرا منہ کہ زباں حمد میں تیری کھولے
تو وہ صاحب ہے کہ بندوں کے رہی ہے ہمراہ

یوں بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنجہ دہاں کا
کھایا ہے جو کوئی تیر تجھ ابرو کی کہاں کا
ہے یاد تری مجھ کو سبب راحت جاں کا
دفتر لکھے عالم نے تری مدح و ثنا کے
ثنا تیری کہاں حدِ بشر ہے

یہی طغرایسب ہو جائیگا اجرائے ایمان کا
دلیل قہر آنا نوح کی امت پہ طوفاں کا
ذرا کی بندگی جس نے طاباغ اسکو رضواں کا
دلیل رحمت رب ہے نزول آیات قرآن کا
دہانِ حمدِ خالق ہے ہر اک غنچہ گلستاں کا
ملا ہے خضر کو طلست میں چشمہ آبِ حیاں کا
عصائے دستِ موسیٰ سے نہ ہوتا کامِ ثعبان کا
ہوی شبِ قمقمہ روشن کیا ہتھابِ تاباں کا
نہیں بے وجہ ہنستا ہر سحر گلہائے خداں کا
مصیبت میں ہوا مونس کبھی وہ پیر کنعاں کا
ملانا چار عنصر کا بنانا جسمِ انساں کا
جو وہ چاہے تو بخشے مور کو رتبہ سلیمان کا
نہ بر سے ابر اگر اسکو اشارہ ہو نہ باراں کا
نگاہ نور سے دیکھا تماشا نرگستاں کا

ہے برگ برگ دفتر عرفان یا رکا
شمنہ ہے اسکی صنعت افزوں شمار کا
اور مہر و ماہ و گردش لیل و نہار کا
مختار لایزال ہے ہر اختیار کا
قادر قرار بخش ہے ہر بے قرار کا
اور باد کو خلوص دیا خوب ناز کا

تانا پہنچ سکے غبارِ رگزارِ نیا ز کا
ہر چند سب میں نور ہے اس کے ظہور کا
کیا کہوں اک لفظ کن سے خلق کیا کیا ہو گیا
یہ اُسی پر ختم ہے جو امرِ حیا ہو گیا
سلطنتِ جم کو ملی اور مور کو غمِ ملی
شعلہٴ نور سے روشن ہے ترے دیرِ دھرم
لیک عاجز ہیں ترے وصف میں خاقانِ عجم
آسرا تیرا ہی رہتا ہے بہرِ کوہ و بحر

ولی
" "
" "
" "

19 سلمى

579
"
"
"
"
"

و حشر
هر چند
هزار
همه
هم

حمد باری
 ایک تیری ہے مگر ذات ای کو اک قلم
 سماں سے ملے زمین تک بھی ہو دیکھے عدم
 ہر جن موسے ہیں مرہون تری منت کے
 بار احسان سے رکھتے ہیں ترے گردن خم
 ہم سے بندوں کو تو ہی پالے ہے سبحان اللہ
 کب نکل سکتے ہیں عہدہ سے ترے شکر کے ہم
 میں خاکسار حمد میں کھولوں زبان کیا
 گو یا ہوں صورت لب خاموش نقش یا
 جامع ہے وہ جمیع صفات نقش یا
 فخر اس کا کردے ہر کو آشوبش یا
 طے کر سکے یہ جادہ حریف آشوبش یا
 کلک رواں کو پاتے ہیں ہمدونش یا
 کلمہ ترا ہی پڑتے ہیں شور اداں نہ تھا
 ناقوس کی صدا نہ تھی شک خداوند
 ادا پہلے کروں شک خداوند
 ثنا میں جس کی عاجز ہیں خردمند
 نہ ہو وہم و گماں کی جب سائی
 قلم کیا لکھ سکے تو صیف اس کی
 وہی ہے باغبان باغ تکوین
 اسی سے ہر شجر ہے نریت گیس
 وہی گلشن

三

4

1

1

آبرو

جو مرد ہیں بخدا آبرو پہ مرتے ہیں
جو آبرو پہ بلا آئے جان پر دنیا
بلائے جان بخل جائے آبرو رہ جائے
کھلے کسی پہ نہ پردہ چکستہ حالوں کا
زندگانی سے آئے موت گوارا ہی تھی
آبرو والے ہیں وقت کہ بہتان ہوا
دولت فقط ہے عالم رستی میں اعتبار
بندوں کو اپنے آبرو کی ہے ناداں
جہاں میں قدر فقط آبرو کی ہے ناداں
زیادہ سبب ہے یک چشم زدن میں ذلت
عزت دہر ہے اگر ہے بن کے گھر گھر
اشک آنکھوں سے گرا جائے دولت
امید لطف کیا جب کے ملال دولت
میں کیونکر آبرو کے واسطے آبرو ہوتا
خاصان حق کو ایک سہیت و بندہ
کچھ کم عزت نہ آبرو موی یوسف کی چاہ میں
دیکھئے عزت کہ جو آبرو باقی نہیں
پس ناموس

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

دہی گلشن وہی غنیمت وہی گل
اسی کے وصف میں بلبل غزل خواں
عمیاں ذرہ میں ہے جلوہ اسی کا
کیا پتھر میں اس نے لعل پیدا
اسی کے نور سے مسجد ہے روشن
اسی کا حکم ہے انسان و جن پر
ہنر چپ ہو نہیں ہے تاب تیری
حمد کی راہ میں سیدھا کسے چلتا دیکھا

وہی ساقی وہی ساغر وہی مل
اسی کے وصف میں قمری ہے نالاں
اسی کا نور ہے اختر میں پیدا
ہوا گوہر صدف میں جلوہ آرا
وہی بت خانہ میں ہے جلوہ افکن
ملائک تابع فرماں ہیں کیسر
کرے وصف خداے پاک کچھ بھی
پائے خامہ بھی ہر اک گام پھسلتے دیکھا

آبرو

چاہے جو آبرو تو وطن سے سفر ہے شرط
عزت کا ہم کو تنگی افلاس کا ہے پاس
آبرو شرط ہے انسان کے لئے دنیا میں
اٹھائے رنج تو بڑھ جائے آبرو بے بشر
ماقل ہے تو اس پند کو حکمت سی سوا جان
ہیں جلیل القدر عقبے میں جو دنیا میں ذلیل
آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازار گرم
ذلت سے ہاتھ آئے جو نعمت تو خاک ہو
وہ صاحب عزت ہے خدا دے جسے عزت
موتی کی طرح جو ہو خدا داد
کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال
آبرو کھونہ پئے دولت دنیا فافل
دنیا میں آبرو ہے بڑی چیز اے امین
بنیہ لطف خدا آبرو نہیں ملتی
بے زری کا نہیں کچھ غم یہ بڑی دولت ہے
خدا آبرو اہل جوہر کی رکھے
ننگ جس سے ہو وہ خلعت نہ گوارا کیجے
بے طلب ساتھ کسی کے نہ کہیں جاے تھر
نہ چشم خلق سے گرا شک بے اثر کی طرح
بلند قدر جو ہیں کب وہ پست راہ چلے
دار فانی میں صاحب خیرت خراب ہیں
یوں تو خرمن کو میں کوڑی کے برابر سمجھا

ہے قدر مشک چین خطا و ختن میں خاک
کس سے بیان کیجئے ہر دم کی احتیاج
نہ رہی آب جو باقی تو ہے گوہر پتھر
عزیز خلق کہاں گوہر یتیم نہیں
ہے مال فدا جان پہ 'عزت' فدا جان
ہے ادھر کی جتنی ذلت ہے اُدھر کی آبرو
اے رہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لے چلے
ناخواندہ میہماں نہ ہو فاقہ قبول کر
تعلیم کرے خلق تو تائید خدا جان
تموڑی سی بھی آبرو بہت ہے
اس وقت میں آبرو بہت ہے
رکھ حفاظت سے اے آپ گہر کی صورت
اس کا رہے خیال یہ موتی کی آب ہے
کبھی نہ اشک کے قطرے بکے گہر کی طرح
آبرو اپنی سلامت رہے ایمان رہے
وگر نہ خرف ہے گہر ہے تو کیا ہے
کمل اچھا ہے دوشالے سے کنارا کیجے
کہ لطفیل کی حقیقت نہیں مہانوں میں
گرہ میں آبرو اے تھر رکھ گہر کی طرح
کبھی زمیں پہ اتر کر نہ مہر و ماہ چلے
بے غیرتوں میں کوئی نہیں آشنائے رنج
آبرو سے جو ملا دانہ تو گوہر سمجھا

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

آبرو

پاس ناموس جس میں کچھ بھی نہ ہو
 ننگ کو نام سے ہے ربط قدیم
 صفا شعار ہیں کچھ اور چیز پاس نہیں
 چشمہ بے آب کی کرتا نہیں کوئی بھی چاہ
 جان آبرو پر وقف ہے اور جان کیلئے
 آدمی آبرو نہ کھو کے رہے
 دنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن
 دانہ و آب مقدر ہے تجھے شکل گہر
 عزت جسے خدا دے وہ کیونکر ذلیل ہو
 عزت خدا کے دینے سے ہوتی ہے خلق میں
 ہے نان خشک تر جو ملے آبرو کے ساتھ
 آبرو خالق نے جس کو دی ہے پھر جاتی نہیں
 حرص قیمت میں پڑی گردِ قیمتی اسے گہر
 خاک اس کی زندگی ہے نہ ہو جسکی آبرو
 دعا ہے یہ عالم کو تجھ سے خدایا
 ہے دعا سے یہ شب و روز دعا عالم کی
 آج کل دنیا میں ہے ذلت کا وہ بازار گرم
 درباروں میں خاک اڑتی ہے جایا نہیں جاتا
 گہر کی طرح سے بھر جہاں میں
 رہتی ہے اپنی عزت اپنے ہاتھ
 کٹے ہے زیست یوں تو ہر طرح حیلہ والے سے
 جو آبرو سے ملے نان جو وہ بہتر ہے
 کر دیا ادبار نے افسوس کیا ذلت پسند
 پیاسے ہیں ایک دوسرے کی آبرو کے لوگ
 عزت نہیں لباس تحلف کے واسطے
 جو ہوا با آبرو دنیا میں وہ ہے دل فگار
 جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
 ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پنا
 دولتیں ہیں جتنی سب ان دولتوں میں تے
 عزت و حرمت بڑی دولت ہے اللہ سب کو دے
 آبرو دنیا میں یار و موثر کی سی آبرو ہے
 وہ کیسل کھیلو جس سے ہو تم جگ میں سرخو
 بات اپنی یہ سنکے کان میں ڈال

کیوں نہ ہو بات اس کو نامانوس
 نام عزت کا کیوں نہ ہو ناموس
 گرو میں رکھتے ہیں ہم آبرو گہر کی طرح
 آبرو جس کی نہیں ہے وہ بشرانساں نہیں
 ہرگز نظر نہ چاہئے انساں کو مال پر
 کیا رہے گرو حقیر ہو کے ہے
 سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی
 آبرو کو نہ تلف گرچہ ہو بھوکا پیاس
 خطا جس کو خاک کوئی نقش یا کرے
 نادانوں کو ہے جامہ زرتار پر گھمنڈ
 بے آبرو اگر ہو تو وہ تر بھی خشک ہے
 خشک منہ میں ایک دم آب دہن ہوتا نہیں
 آبرو کو خاک میں تو نے ملایا کس لئے
 کہتے ہیں سچ کہ آب سے سب کی حیات ہے
 رہے دین و دنیا میں عزت ہماری
 رہیں آباد جہاں میں جو ہیں عزت والے
 اے زہے فرخندہ طالع وہ جو عزت لیچلے
 مٹی میں تو عزت کو ملایا نہیں جاتا
 بسر کی اب تلک کس آبرو سے
 عیب بھی کیجے تو ہنر کے ساتھ
 وہی انسان ہے لائق جو نام و ننگ پر ہو
 پلاؤ چاہئے رازق نہ شیر مال مجھے
 نام کو بھی اب کوئی باقی نہیں عزت رہی
 کس درجہ خشک دیکھئے دریائے دہر ہے
 اتو سے رخت اہل ہوس بورے ہوس
 جیسے پڑتا ہے گہر بننے سے روزن آب میں
 اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست
 اب جس کا تن درست ہو حرمت سے ہونا
 آبرو اللہ رکھے اور حرمت سے کٹے
 ہر گھڑی ہر آن ہر دم خلق میں پیارے مر
 تندرستی اور بھی پھر پیش کا ایسا ہے
 سنتے ہو اے عزیز و اسی سے ہے آبرو
 آبرو مثل آب گوہر ہے

تشنہ
 توفیق
 جویا
 داغ
 شہید
 طاہر
 ظفر
 عاشق
 عزیز
 عالم
 فدا
 قدر
 قلق
 لائق
 محب
 نیر
 ناسخ
 نظیر

اتفاق

اتفاق اس سے نہ کر جسکی روش اور خلاف
 کیا جیسے گی برہن کی دوستی قصاب سے
 کہہ رہا ہے تجربہ باجم رہو شیر و شکر
 مطلع مانی نے استقبال پر
 کر دیا ہے کیا اس سے پھر جدا نہ ہوا
 ملاپ جس سے کیا اس طرف زمانہ ہوا
 ہوا میں ایک طرف اک طرف غما سے
 وجود اپنا ہوا جس طرح غما سے
 یونہی نمود کر بل کے چارے پیدا
 بشر میں

اتفاق

اتفاق اس سے نہ کر جسکی روش اور خلاف
 کیا جیسے گی برہن کی دوستی قصاب سے
 کہہ رہا ہے تجربہ باجم رہو شیر و شکر
 مطلع مانی نے استقبال پر
 کر دیا ہے کیا اس سے پھر جدا نہ ہوا
 ملاپ جس سے کیا اس طرف زمانہ ہوا
 ہوا میں ایک طرف اک طرف غما سے
 وجود اپنا ہوا جس طرح غما سے
 یونہی نمود کر بل کے چارے پیدا
 بشر میں

واضح

وفا

ولی

کینا

ابیر

ارشاد

بکر

احسان

لاش ہے گور و کفن وادی غربت میں رہی
 رکھے جی خیر کا احسان اٹھایا نہ گیا
 احسان کسی کا کہ ہے گوارا بر لب گل
 احسان کسی کا کہ نہیں لیکن رفو پسند
 ہے چاک پرین جو سال ہوں تیرے گرد
 منعم ہے چاہئے تری بیعت حیات پر
 فانوس چاہئے لوں نہ سب
 احسان کسی کا کہ ہے شجر میں
 غیروں نہ میں سب سے خال حال ہو
 کریں اظہار احسان کا آن سے خال ہیں
 گر جتنے ہیں زیادہ جو وہی کمتر ہے احسان سے
 عدو کی سرشتی موقوف ہو جاتی ہے احسان کو
 یہ وہ ہے بوجہ بھاری جو جھکا دیتا ہے گردن کو
 یہ وہ ہے کوئی احسان کہ سے سخت ناداں ہے
 کسی پر جو کوئی احسان کہ سے بعد مر
 مخفی دیتے ہیں جب اللہ دلوں سے
 احسان کسی دنی کا انھاؤں نہ بعد مر
 احسان سے کفن بھی تو دست کریم ہے
 یارب سے گوارا گراں ہیں بہت گوارا ہے
 دنیا میں گوارا گراں ہیں بہت گوارا ہے
 گردن اٹھے نہ جس سے وہ احسان رہا ہے
 مفضل میں شیخ باغ میں تاب روں رہا ہے
 راحت رسان خلق رہے ہم جہاں رہا ہے
 منظر اس

بشر میں مثل عناصر کب اتحاد ہے بحر
 بچا یا سختیوں سے دشمنوں کی ملنے جلنے
 رکھے مضبوط جو شیرازہ الفت زمانہ میں
 متفق ہوں انگلیاں جب منہ کو لقمہ ہو نصیب
 پروتے ہو جو تم زنا میں تسبیح کے دانے
 ہونا پسید جس ملک میں اتفاق
 اتفاق قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل
 آپس میں بھول کر بھی نہ کیجے کبھی نفاق
 جمعیت اپنی جنس کی ہوتی ہے فیض عام
 اے اتفاق تجھ کو عجب افتخار ہے
 روز مولود سے عاشق ہے عناصر میں نفاق
 بس لطف یہی عمر دو روزہ کا ہے غافل
 کیا کیا ہم نے خرابات میں شامل ہو کر
 عزیز خلق گر ہونا ہے منظور

آدمی میں آدمی تم کیوں نہ ہو باہم ملاپ
 مثال دانہ ہائے سبجہ باہم چاہئے الفت
 جو دانا ہو رکھو شیخ و برہمن کد نہ مذہب کی
 پانی کا قطرہ مل کے صدف سے گہر ہوا
 پانی سے میل کر کے شجر بارور ہوا
 دل مست رکھو بوسے گل اتفاق سے
 اعضا کا اتفاق جو باہم دگر نہ ہو
 ہے اتفاق باغ جہاں کے لئے بہار
 ہیں نفع اتفاق کے عالم میں آنکار
 تل اتفاق گل سے بنے عطریں بہار
 باہم جو متفق نہ ہوں انسان حیف ہے
 اس اتفاق کے نہ ہو قربان حیف ہے
 بے اتفاق زیست بشر ناگوار ہو
 دوستی سب سے چاہئے یکتا

نہ دو میں بھی نظر آیا جو چار میں دیکھا
 رہا محفوظ دانتوں میں ہمیشہ میں زباں ہو کر
 نہ ہو بے قدر اجزائے پریشاں کی طرح ہرگز
 ہے وسیلہ رزق کا غافل جہاں میں اتنا
 جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن
 ہیں آبادیاں واں کی ویرانیاں
 رائی کو کرتی ہے جو پریت و وقوت ہے
 ہے یار و اس جہاں میں بڑی چیز
 خوبی ہے اتفاق سے اجزائے آسمان
 دولت جہاں کی تیرے قدم پر نہ مارے
 چار دن لطف وفاق اٹھانہ بھی آروں کو
 دو چار سے الفت ہو تو دو چار سے اخلاص
 کام کرنا ہے اگر کیجئے یک دل ہو کر
 تو رکھو دوستی ہر نیک و بد سے

حرف کو دیکھو تو کیا ہم جنس نہ سے مدغم ہوا
 دلوں میں راہ پیدا کر کے دل نادل سے ملتے ہیں
 کہ سر رشتہ رکھے ہیں سچ و زنا را پس میں
 شبنم کے اتفاق سے ہر شغل تر ہوا
 غنچہ سیم سج سے گل پھول کر ہوا
 دامن لچھے پائے نہ خارا نفاق سے
 معذور چلنے پھرنے سے انساں ہو دیکھ لو
 اس سے رہے ہمیشہ ہرا باغ روزگار
 اسفل کا اتفاق سے اعلیٰ ہو کار و بار
 خوشبو سے جس کی مست ہو ہر اکثی قاف
 مشکل کریں نہ میل سے آسان حیف ہے
 ان سے تو اچھے ہیں کہیں حیوان حیف ہے
 بلبل کو سیر باغ کی بے گل کے خار ہو
 کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

احسان

آصف کا یہ ہے قول سنیں صاحب غیر

احسان نہ لے ہمت مردانہ کسی کا

اس کا یہ کہہ رہا تھا کہ میں دنیا
 شریک حال عالم ہے جو انسان شریک
 نہیں ہوتے وہ انسان ہندو کا تعلق ہے
 اسی طرح ہی کہیں بھی انسان شریک
 ہیں جو انسانی طبقہ کہلاتے ہیں وہ انسان
 انسانوں کا کسی کو چاہی میں تو وہ ایک
 جب دوست ہے یہ انسان اس سے
 مدد پر بھی جو ایک لوگ ہیں ان کہتے ہیں
 بہت کر رہا ہے انسان کو ہمارا
 ہے یہاں نصرت کا سہرا اس کے سر
 انسان کے ہندو سے چلا گیا ہے کون
 ہمارا انسان کہ اٹھائے ہیں ہم انک
 حلقے پر بھی نہ ہو جو کسی پر اپنا
 ایک حلقے کا بھی انسان بہت بڑا ہے
 جب انسان ہے دنیا سے وہی کہتے ہیں
 کون ہے میں کو گوارا ہے کسی کا انسان
 ہم جانتے کسی کا نہ انسان سب سے
 انسان انکوں کا اسے احتجاج مند
 رنگ تیر صید ہمارا ہمارا ہی کہ
 انسان سب سے بھی نہ منظور کیجئے
 نہ ہو کسی سے تو نہ انسان ہوا
 حق تھا ہے جو عاریت کہتے ہیں
 اپنے حق کو سمجھتے ہیں صاحب کبر
 کہ ہے نہ ہو طالب نہ ہوا ہی
 نواں نصرت پر تصرف ہو اگر
 اسے خدا کا حق تو خدا کو ملحق نہ کہے
 آپ جانتے سمجھتے ہیں وہ کہ سب
 جھٹک جھٹک کے ٹیٹ کہیں نہ کہے سیکھ
 انسان داری میں سے ہیں آستانہ خدا
 فاضل ہیں سب و شہ پار انسان سے
 ہمارا انسان کا نہیں پلٹے کسی طرح
 ہی گئے ہم انک میں کہ عرف کے انسان سے
 نصرت کوئی سے نصیر بہتر جانتے

احسان

تکے اتارنے کا نہ احسان اٹھائے
 مکن ہے ضرب گرز شہنشاہی خوب
 احسان بنانے سے نہ دنیا ہے بہت خوب
 یوں اپنے کئے کو نہ منشی باغ کی
 جو جو منت سے تو کیا وہ منشی باغ کی
 کاٹ اپنی رات کو فاروس احسان کے نام
 نکاح بھی بار ہوتا ہے احسان کے نام
 جہاں میں غور سے دیکھا تو ہیں قوی دی گویا
 جو ایک نیکے احسان کا چاہے کچھ ہو
 اسے سخت تو یاد رہی نہ کرنا
 جس سے دشمن ہو دوست کون وہ گھٹا
 جو بانی ہے ہر مصلحتیں
 جو بانی ہیں حسن کا نام ہے
 جو بانی احسان ہیں جو اپنے شکر کام ہے
 جو بانی کام آتے ہیں جو اپنے شکر کام ہے
 اے چرخ بن تیری بخت بہت روزگار کا
 احسان اٹھائے ہیں بہت احسان اٹھائے
 منت دلا کسی کی نہ احسان اٹھائے
 مر جائے نہ ناز مسیحا اٹھائے
 واجب ہے

احسان گر کسی پہ کیا اور جتا دیا
 کیوں خالق و مخلوق کا پیارا نہ محسن
 جنازہ دوش پہ رکھتے ہیں کسلے احباب
 اہل دنیا کو کروں کیونکر سلام
 خوش ہوں نہ ملا گور کفن دشت میں لیکن
 احسان غیر ہے کہیں طوفان سے گراں
 جس کو غیرت ہے نہ منت کش و ناں ہوگا
 مثل قاروں مجھے ڈر ہے نہ زمیں میں لیجا
 جس نے کچھ احسان کیا اک بوجھ سر پر رکھ دیا
 زخم ہنستے ہیں کہ مفت احسان بخیہ کالیا
 محسنوں پہ کر دے جان اپنی فدا
 ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب
 آدمی وہ ہے کہ جو حضرت آدم کی طرح
 خوب روکا نکایتوں سے مجھے
 بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے
 بھلائی کر لے کسی سے کہ آج کی تاریخ
 یوں تو سب انسان ہیں پر آدمیت شرط ہے
 خدا کی راہ میں دے بھر لے دامن اپنا نعمت
 غیر کا احسان نہ لوں میں نفس سرکش کے لئے
 غضب ہے زیر بار منت اہل جہاں ہونا
 لاکھ سرکش ہو دبا ہی وہ رہے گالے ظفر
 لباس عاریتی سے سفید پوش نہ ہو
 سرمہ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
 حوزہ بازو سے بنی آدم ہے نام اللہ کا
 کون ہے وہ جو نہیں شرمندہ احسان ترا
 ہمیشہ سبز رہتا ہے گلستاں جو درخشش کا
 ہے تنفر منت نامرد سے ہر مرد کو
 اٹھانا بار احسان جانتا ہوں ننگ نیا سے
 منعموں کا نہیں در یوزہ گروں پر احسان
 تو نے بدلا قطب عدا سے نہیں اتیک لیا
 احسان طرح طرح کے کئے تو نے عمر بھر
 بار و رنخل سے سکھے کوئی احسان کا طریق
 لغت دل کھائے سدا خون جگر میں نے پیا

اپنے کئے پر آپ ہی پانی پھرا دیا
 خود حسن سے احسان میں دو مدہیں زیادہ
 اٹھائے کون یہ احسان کہ مجھ میں جان نہیں
 ہاتھ کا احسان سر کو بار ہے
 احسان رہا سر پہ غریب لوطنی کا
 ممنون ہوں خدا نہ کرے نا خدا کے ہم
 لاکھ خس پوش کرو شعلہ کو عریاں ہوگا
 بار احسان ہے فقط وجہ گر انباری دل
 سر سے تنکا کیا اتارا سر پہ چھپر رکھ دیا
 داغ جلتے ہیں کہ کیوں شرمندہ احسان ہوا
 کام اُن کے آجو حاجت آپڑے
 ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احسان اگر
 شیر مادر کا بھی شرمندہ احسان نہ ہوا
 تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
 در بدر منت سے کیا حاصل پھرا
 بھلا زمانہ بھلے دن ہیں اور بھلی تاریخ
 وقت پر جو کام دے دشمن وہی ہے کام کا
 شجر احسان کا رہتا نہیں ہے بے ثمر ہرگز
 تیغ کا پھل کھاؤں میں پانی پیوں تلوار کا
 اتارا جس نے تنکا بوجھ رکھا اس نے سو من کا
 بار احسان سے اگر رکھے سر دشمن پہ بوجھ
 نہ سر پہ اور کا احسان لے قمر کی طرح
 کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا
 ہر بشر پر نقل احسان ہے مدام اللہ کا
 سب ترے محتاج ہیں ابدال بھی او تاد بھی
 کبھی بادِ غزاں چلتی نہ دیکھی باغ احسان پر
 موت ہے احسان نالائق کا غیرت دار کو
 وہ مفلس ہوں کہ میں ملتا نہیں دکر تو نگر سے
 آپ کیا دینگے وہ خالق کا دیا دیتے ہیں
 دشمنوں کے سر پہ تیرا بار احسان ہی رہا
 کیونکر ادا سے شکر ہو تیرا کسی طرح
 ننگ مارے ہے جو اس کو وہ شرم دیتا ہے
 بہر یک ناں کبھی منت کش دوناں نہ ہوا

ثاقب

جنوں

جوار

جلال

جمیل

حالی

خلیل

ذوق

سودا

سرور

سفیر

شیدا

طاہر

ظفر

عاشق

غالب

فدا

قوس

قلق

قدر

قطب

قربان

قائم

گویا

واجب ہے اداسے حق مہاں
جو کرے احسان اس کو چاہئے افتادگی
غیر کا احسان لیتے ہی نہیں روشن ضمیر
احساں نہ کبھی غیر کا لے صاحب جوہر
اہل جوہر کو نہیں ہے غیر کے احساں کی کام
فقیروں پر کر بخشش جو احساں کی احساں
دیکھا نشتر کوئی کاری تو زبان منت
لایا ہے کوئی ساتھ نہ لے جائے گا کوئی
احساں لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر
لقمہ غم ہے گوارا ترک دعوت کا طعام
مر گیا لیکن نہ میں منت کش گردوں ہوا
بار احساں ہو جو سر پر تنخواں ہو چور چور
شکایت کیا کروں ان قہر آلودہ گاہوں کی
منت سیر چمن طوق گلوے قمری
احساں کسی کا اٹھ نہیں سکتا ہے ضعف سے
بیچتا یہ کسی شخص نے کیا خوب کہا ہے

احساں کا عوض نہیں جز احساں
پیش پائے شمع دیکھا ہے سر گلگیر کو
پہلے کا محتاج کب ہوتا ہے داغ آفتاب
کیا کام فراں سے ہو بھلا تیغ زباں کو
ابر کا محتاج سبز کب ہوا شمشیر کا
خزانے یاں دعاے خیر سے سائل کو ملتے ہیں
دیکھا پتھر کوئی بھاری تو وہ احساں دیکھا
دولت ہو اور عادت احساں نہ ہو تو کیا
رستہ بھی چل تو سبزہ بیگانہ چھوڑ کر
فرط غیرت سے ہے ہم کو رزق بے منت پسند
خاک سے پیدا ہوا اور خاک میں مدفون ہوا
سنگ ہے سایہ ہما کا مجھ گدا کے واسطے
ابھی بھولا نہیں احساں تری چشم غایت کا
اے دل و دیدہ نہ ترمندہ احساں ہونا
ہم کیا سمجھ کے خواہش نل ہما کریں
بے فیض اگر یوسف ثانی ہو تو کیا ہے

نسیم
ناسخ
نسخ
نفس
نظم
واسطی
وزیر
وحشت
وقار
یکتا

اخفائے راز

جب تک ہے منہ میں بات تو اخفائے راز
کیا کہئے وہ کسی سے جو صدمہ ہے جان پر
راز ہے سن لو اسے تم سے کہے رکھتے ہیں ہم
مرا راز دل آشکارا نہیں
کیا حال دل کسی کا کھلے باغ دہریں
بات جو خلق سے نکلی وہ ہوی خلق پہ فاش
آدمی بھید دیکے روتا ہے
چھپاتے راز اپنا آپ سے بھی ہم تو پھر کنوکر
ہے زر گل کی قدر غلجے میں
گر خاک بھی ہوں میں تو ہوں مٹھی بندھی ہوئی
کسی کے لوٹ کا کیونکر زباں پر تذکرہ لائیں
کسی کا راز ہے برسوں سے دل میں
جب سے سنا ہے راز کھلیں گے جہان کے

وہ بات کیا چھپے جو پڑے منہ ہزار کے
لازم ہے دل کی بات نہ آئے زبان پر
انجن میں بات خلوت کی نہ آتش عام ہو
وہ دریا ہوں جسکا کنرا نہیں
ہر غنجہ اس کا گویا کہ سر بستہ راز ہے
دے کبھی بھید نہ انسان کو انساں اپنا
راز کا عکس زار ہوتا ہے
گو اہی حشر میں دیتا ہر اک عضو بدن اپنا
راز وہ راز ہے جو دل میں ہے
پردہ ڈھنکا ہی رہنے دوست غبار کا
کہ تر آلائش دنیا سے داماں ہم بھی کہتے ہیں
اب اس کو کیا نکالیں ہم زباں سے
لزاں ہیں دل میں نام سے روز جزا کے ہم

آصف
امیر
آتش
انیس
توفیق
نابقب
امیر
جبار
جلیل
خاطر

اخفائے راز
جو بیٹ کے ہلکے ہیں یا چھپات کبات کبات سے
رویں تو اوپر جائے شکر اور زیادہ
انسان سے جب راز چھپا یا نہیں جاتا
دیکھا کہ ہو جاتے ہیں اپنے جی پر اسے
سب سے کیا کیا آپ میں نے کیوں نقصان
بنایا غیر کو کیوں راز داں نہیں معلوم
بندھی مٹھی چین دہریں رہ غنچہ صفت
اے صاحب کو کیوں نہ اسرار کی بات
اب تو وہ شمع کر گیا معلوم
اب تو وہ بھی یہ پردہ حال ہے
کانوں میں بھی یہ پردہ حال ہے
ایک کا راز دوسرا شک
چاہے تھا راز عشق چھپاؤں مگر یہ اشک
دل میں جب تک رہی تو اپنی تھی
منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات
راز داری عاشق و معشوق کی آساں نہیں
راز داری عاشق و معشوق کی آساں نہیں
کچھ چھپنے کے لئے التماس کیا
اسرار دل

زوق
مخ
سفیر
شہید
عاشق
منت
میر

ادنیٰ و علی

وہاں سے جہاں میں فوق

انست

1

1

C

9

٢٠

۱۰۰

١٠٠

7

...

31

2

ہے

میں نے فریاد کیا

سجیہاں

تاریخ

نہیں

ول

3

...

1

اسرارِ دل کے کہتے ہیں پیر و جوان میں
 از بیکہ خونِ دل کا کھاتا ہے جوشِ ہر دم
 رازِ دل اس سے کہا ہے مگر اسکا ڈر ہے
 رازِ دل اپنا کس سے کہوں ہائے مصطفیٰ
 جو رازِ دل سوزِ باں تک یا تو اسکو قابو میں پھیر لیا
 تیری زباں سے آگ لگی شمعِ انجمن
 یہ رازِ عشق و محبت کو ہے چھپائے ہو
 رازِ دل کہہ کر کسی سے تو نہ کہو اپنا مجھرم

مطلق نہیں ہے بند ہماری زبان میں
منشکل ہوا ہے ہم کو اخفائے راز کرنا
کہ مرے راز کو کہدے نہ وہ نادان کہیں
ملتا نہیں ہے مجھ کو کوئی راز دارِ دل
زبان تو نکلا کلام بنکر کہاں سے چھوٹا خدنگ ہو کر
میری زبان کو دخل نہیں میرے راز میں
ہم اپنے دل کو کلیجے سے ہیں لٹکے ہو
بند مٹھی لاکھ کی ہے کھل گئی تو خاک کی

ادنیٰ و علی

رتبہ اعلیٰ نہ پائے لاکھ ادنیٰ ہو بلند
 سفلی چمک کے ہمسر اعلیٰ نہ ہو سکے
 اسفل کو جہاں میں نہ ملا رتبہ اعلیٰ
 فیضِ کامل سے نہیں ہوتے ہیں ناقص ہر
 رتبہ اعلیٰ کب اسفل کو ملے پرواز سے
 جو ناقص ہیں جہاں میں کام کب ان سے نکلتا ہے
 کارِ اعلیٰ ہو سکے ادنیٰ سے ہے امرِ محال
 سعادت مند کا فیض ایک ہے اعلیٰ و اسفل پر
 اسفل کی قدر خاک ہو اعلیٰ کے سامنے
 اسفل بلند بھی ہے تو اعلیٰ سے پست ہے
 اسفل کو نہ دیکھا کبھی اعلیٰ کے برابر
 زمانہ میں ہے بعدِ رنج حاصل رتبہ عالی
 اسفل و اعلیٰ ہیں دونوں ایک حاجت ہر شرط
 تفوق ہر طرح دنیا میں ہے اعلیٰ کو اسفل پر
 ادنیٰ کو نہ حاصل ہو کبھی رتبہ اعلیٰ
 کبھی اسفل سے ہو سکتی نہیں تقلید اعلیٰ کی
 ملاپ شاہ و گدا کا جہاں میں مشکل ہے
 نبھتا ہے کوئی ساتھ امیر و فقیر کا
 ادنیٰ کے دوڑ دھوپ سے اعلیٰ کو ہر فروغ
 سامنے اعلیٰ کے کب رہتا ہے ادنیٰ کو فروغ
 ؟ پورے سے ہاتھ بھراونچا ہے
 بلند رتبہ جو ہیں ان کو کچھ ملال نہیں

اسیر کر کب پہنچتی ہے سیرِ افلاک پر
 میں چراغ میں تنویرِ آفتاب
 غ کے پر میں سے بنا ہے پرِ طاؤس
 لی کب سیجانے کسی تصویر میں
 لوہ کہاں ہے کر مک شب تاب میں
 ایک دن چلتے نہ دیکھا تیغِ چوہن کو
 خیمہ کا کبھی سایہ میں چادر کے نہیں
 وگدا میں فرق کیا نکل ہا سمجھے
 کنواں نہ لے کبھی دریا کے سامنے
 ہے کوئی دورِ چراغِ آسمان پر
 قدر کنویں ہوتے ہیں دریا کے برابر
 کے سبب دُر کی جگہ ہے تاجِ شاہی پر
 خندق کرتی ہے گردِ چمن دیوار کا
 ہی چھائے نہ کملی بھگیک باراں میں بادل پر
 ش پر طاؤس کہاں بالِ بکس میں
 لالاکھ چکرائے نہ پہنچے دورِ گردوں کو
 ہیں گلیم میں پیوندِ شال ہوتا ہے
 کھے نہیں گلیم میں پیوندِ شال کے
 رہ جائیں پاؤں تھک کے تو کیونکر بدن چلے
 روبروے ہر عالم تاب ہے بیکار، شمع
 فرق کتنا ہے گدا و شاہ میں
 چمن میں سبزہ دیوارِ پائمال نہیں

—

5.

کب توجہ ہیں اعلیٰ سے ہے اسفل کی طرف
امیر شال دوشالوں میں گرم راحت و عیش
جو ہے قلیل مایہ کب اس نے اوج پایا
کبھی ادنے کو نہیں رتبہ اعلیٰ ملتا
نہیں امکان میں کبھی رتبہ اعلیٰ بے رنج
وہ جو ادنے ہے سو ہے اور وہ جو اعلیٰ ہو
نہیں ہے ادنے و اعلیٰ پہ اس نصیب کا پھیر
اسفل و اعلیٰ ہم اک ایک کا محتاج ہے
اعلیٰ کو احتیاج ہے ادنے کی دہر میں
پست اعلیٰ نہیں ہوتا ہے کبھی خست سے
اعلیٰ کے ارتباط سے ادنے کو ہے فروغ
نہیں اعلیٰ کو کبھی پس روی ادنیٰ عیب
شامت اعلیٰ کے باعث ہوتے ہیں ادنیٰ ہلاک
مل گیا اعلیٰ سے جو ادنے وہ اعلیٰ بن گیا
پہنچتا ہے ہر اک انسان خودی سے بزرگی کو
ہے جو ادنے اسکو اعلیٰ کے ہوں جو ہر نصیب
جو عالی رتبہ ہیں کب التجا کرتے ہیں ادنیٰ کی
جو مادر زاد ناداں ہے وہ دانا ہو نہیں سکتا
پیر ہن پہنے اگر کتنے ہی ارذل تو بھی
اعلیٰ سے نہیں ہوتا ہے اسفل کو کبھی اوج
حقیقت میں ہے ہستی ایک ہی ادنیٰ کی اعلیٰ کی
نہ ہو ادنے کی ہمرنگی مضر کچھ رجندوں کو
ہے جو کم مایہ نہیں پاتا وہ اعلیٰ کا فروغ
سفلوں سے نہ ہو پرورش الٰہی سعادت
اسفل کا کیا فروغ ہو اعلیٰ کے سامنے
ادنے بڑھے تو پہنچے نہ اعلیٰ فروغ تک
الٹ کر کاسم ہو جاتا ہے افسر
اسفل کبھی نہ پہنچے اعلیٰ کے مرتبہ کو
نہیں نسبت اسفل کو اعلیٰ کیساتھ
کبھی ادنے نہ اعلیٰ ہو مقدر لاکھ چمکائے
فروغ سے ہوے ادنے جہاں میں کب عالی
کہاں غم عالی ہست کا ہے لائق پست فطرت کو
عجب کیا کام بے قدروں سے نکلے گرامیوں کا

گل ہے آنکھوں میں چھپا خار کو دیکھیں کوئی نہ
غریب کے لئے جاڑوں میں زندگانی دھوپ
قطرہ نے سراٹھایا تو کیا حباب ہو گا
سر جگہ پھولوں کی ہے پانوں جگہ خاروں کی
دست بیمار میں چلنے کو عصا دیتے ہیں
حسن اختر کب ہو حسن ماہ انور کا جواب
جہان میں ہے ہر اک خاص و عام گردش میں
روح تن کو چاہئے اور روح کو تن چاہئے
اڑتا ہے بادشاہ کا جھنڈا سیاہ سے
اونچی ہیں عضو قدم سے قد آدم آنکھیں
کیا چاندنی زمین کو پر نور کر گئی
آگے رو باد کے کب شیر نیتاں نکلے
ہے مثل مشہور پس جاتے ہیں گھن دانے کے ساتھ
شال دریا ہوا قطرہ تو دریا بن گیا
ہوا کرتا ہے استخراج برسوں کا ہینو نہیں
لائق پرواز مرغ گلشن قالی نہیں
چراغ آسمانی کب ہوا محتاج روغن کا
ازل کے دن سے جو ادنیٰ ہے اعلیٰ ہو نہیں سکتا
گفتگو سے نہ چھپے اسکی تو بویا ز کی طرح
ہاتھوں سے کبھی نقش کف پا نہیں ٹٹا
ملینگے خاک میں اکدن زمین بچھ کہنوں و نونوں
وہی سرخی ہے مرجاں میں وہی لعل بدخشاں میں
کچھ شہاب چرخ بڑھ کر کہکشاں ہوتا نہیں
امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو
چڑھتا نہیں پیادہ نگاہ سوار میں
اڑ کر کبھی نہ خاک ملے نور ماہ میں
یہی بس فرق ہے شاہ و گدا میں
کب شہد کی حلاوت پاتا ہے گڑ کا شیرہ
کہاں سحر اور معجزہ ایک ہے
چمک ہتھاب کی پیدا نہیں ہونے کی جگہ میں
بنے نہ ماہ جو ہو کر م شب ہزار بلند
نہیں یہ سرخراشی کا ہے عہدہ ناخن پا کا
رفوے شال ہے موقوف اک ادھی کی سوزن پر

ادنیٰ و اعلیٰ
ذی رتبہ کبھی اعلیٰ اسفل نہیں ہوتے
گردوں کا عیاں خاک پر سایہ نہیں ہوتا
گفتگو سے نہ چھپے اسکی تو بویا ز کی طرح
ملینگے خاک میں اکدن زمین بچھ کہنوں و نونوں
وہی سرخی ہے مرجاں میں وہی لعل بدخشاں میں
کچھ شہاب چرخ بڑھ کر کہکشاں ہوتا نہیں
امکان نہیں بوم کے بیضہ سے ہما ہو
چڑھتا نہیں پیادہ نگاہ سوار میں
اڑ کر کبھی نہ خاک ملے نور ماہ میں
یہی بس فرق ہے شاہ و گدا میں
کب شہد کی حلاوت پاتا ہے گڑ کا شیرہ
کہاں سحر اور معجزہ ایک ہے
چمک ہتھاب کی پیدا نہیں ہونے کی جگہ میں
بنے نہ ماہ جو ہو کر م شب ہزار بلند
نہیں یہ سرخراشی کا ہے عہدہ ناخن پا کا
رفوے شال ہے موقوف اک ادھی کی سوزن پر

زمین

زمین، خاک نشاں، آسمان، آب فشاں
 ادنے جو ہیں نہ ہونگے وہ اعلیٰ کسی جگہ
 اعلیٰ جو ہیں وہ کب ہوئے ادنے سے ملتی
 جو اعلیٰ ہے سو اعلیٰ ہے جو ادنے ہے سو ادنے ہی
 کر ہی اعلیٰ و ادنے پر قیاس
 کم حقیقت کے لئے پریش کبھی ہوتی نہیں
 اعلیٰ جو ہیں وہ مائل سستی نہیں کبھی
 جو عالی رتبہ ہیں درکار کیا امداد غیر ان کو
 عجز اسفل کو تو اعلیٰ کو ہے لازم سرکشی
 جہاں میں ہے خرابی سب ہی بڑھکر اہل فعت کی
 مفلس اشرف کو پہنچے نہ کمینہ پر مال
 روبرو اعلیٰ کے ادنیٰ کو نہیں ہوتا فروغ
 صاحب تاثیر ہوتا ہے فرومایہ کہاں
 صاف دل کو ہے فرومایہ سے فیض آبرو
 پائے نہ عالی پایہ فرومایہ سے ضرر
 سر بلندوں کو نہ پہنچے پست ہمت سے گزند
 کب میسر مرتب عالی فرومایہ کو ہو
 کب کسی ادنے سے لیتے ہیں مدد عالی وقار
 پاک بازان فروتن بے مدد پائیں نہ اوج
 ادنے کی قدر کچھ نہیں اعلیٰ کے سامنے

یہی تو فرق ہے ادنے میں اور اعلیٰ میں
 ہر جا زمین پست ہے اور آسمان بلند
 سیراب کیا ہو ابر بھلا آب چاہ سے
 نہیں کچھ قدر سایہ کی بڑھے گو قدانساں سے
 نہیں شیریں ہیں سمندر شور ہے
 کون استفسار کرتا ہے فرود مور کا
 اتریں زمین پہ حور و ملک آسمان سے کیا
 فقیہ ہے نہ روغن ہے چراغ آسمانی میں
 صحن کو پستی، بلندی چاہئے دیوار کو
 ہمیشہ معرکہ میں کھٹتے ہیں تن سے سر پہلے
 ارض سے اونچا سما ہو کے رہا پھر نیچا
 مہر کے آگے ہے مہ اک ابر کا ٹکڑا سفید
 ہمسر بال ہما ہووے نہ پر سرخاب کا
 قطرہ نیساں صدف میں گوہر تر ہو گیا
 طوبے کا نخل آتا ہے زیر تیر کہاں
 قصر گردوں کی بہی دیوار کب سیلاب میں
 ہمسر فرش مشجر بوریا ہوتا نہیں
 بے ستوں اتادگی ہے چرخ کے خرگاہ کی
 سر بلندی ابر سے حاصل ہوئی ہے آب کو
 دریا کے آگے کیا ہے حقیقت حباب کی

آرزو

ہماری آرزوئیں دل کی پوری نہیں سکتیں
 باغ جہاں میں غنیمت تصویر کی طرح
 مجھ کو دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبے کی ہو
 جلیل انسان کرتا ہے ہزاروں خواہش لیکن
 ارمان کس کے زیر فلک نکلے ہیں جنوں
 چاہتا ہے دل کہ دہو جائیں دم آخر گناہ
 اسے زمین جو رو جفاے فلک ظالم سے
 قلت و کثرت سے میری جان کس مشکل میں ہے
 دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی
 کیوں عندلیب کہہ تو بھلا اب کہاں ہے گل

جسے چاہا کہ مل جائے اسے نایاب کیا ہے
 ہنسنے کا عمر مجھ سے مجھے ارمان ہی رہا
 دونوں عالم میں فقط ہے مجھ کو اک تیری ہوس
 نکلنے کے جو ہوتے ہیں وہی ارمان نکلتے ہیں
 بہتر وہی ہے دل کہ جو بے آرزو رہے
 بے سبب کیوں آنسوؤں کی ہے زانی وقت
 لاش کے ساتھ گیا گور میں ارمان میرا
 کچھ نہ ہونے پر تمنا ہی تمنا دل میں ہے
 حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی
 جز یہ کہ دلخراشی ہے حسرت کے خار سے

آرزو
 سواد جہاں میں آئے کوئی کچھ نہ لے گیا
 جاتا ہوں میں ہی اک دل پہ آرزو لے گیا
 جوں خضر کو پس عمر ابد کی نہیں جھجھ کو
 اس دم کی تنہا ہے جو بچھ پائیں گزرجائے
 ابھی جھجھ کو کسی دوست آشنا سے غرض
 نہ نظر میری کو جی دیکھا بعد مرگ
 بادشاہوں کو جسکے کچھ نہ پہنچا
 دل میں رہ جاتی گناہوں کے ہیں سوا
 دنیا کی خستیں جی گناہوں کے ہیں سوا
 باقی ہے ساتھ چلنے کو جھجھ کو فروغ
 مثل ہر وہ ماہ گردش میں ہیں جھجھ کو فروغ
 ہے فلک سے آرزوئے غرض شاں بے فائدہ
 پتھن غم سے ملے خاک میں ارمان میرے
 ہائے کیسی یہ گری برق مرے خرم پر
 روح کے ساتھ نہ گھبرا کے نکلتی کیونکہ
 روتی گھٹ گھٹ کے بھلا آرزو سے دل کب تک
 رہتی گھٹ گھٹ سے تو مبتدل کیوں ہو
 نہ ہو غم جو کسی سے آرزو گستاخ
 بشر کو کرتی ہے عالم میں چشم مجھ سے
 بارب نہیں ہے خواہش جاوید چشم مجھ سے
 چاک دل فساد آئے دردناک کر

بہتر ہے جل ہی جائے جو یہ نخل آرزو
بس اتنی تمنا ہے جس وقت یہ دم نکلے
جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی
ہمیں بے تاب رکھتی ہے ہوائے آستان بوسی
اک دل نہیں آرزو سے خالی
آرزو بس یہ رہے ہرگز نہ ہو کچھ آرزو

کلم بخت وہ شجر ہے کبھی جو پھلا نہیں
عریاں تن میکش ہو دامن تری رحمت کا
ہیں جی سے مارا تری آرزو نے
ہماری وحشت خاطر کا مقصد یار کا در تھا
برجا ہے محال اگر خلا ہے
گر دعا مانگے تو ترک مدعا کے واسطے

آزادی

مجھ کو کیا کوئی پھنسا ئیگا ازل سے اب تک
ہم کیا کہیں کسی سے کیا ہے طریق اپنا
جہان و کار جہاں سے ہوں بے خبر میں مست
ہوش و خود ہے باعث تکلیف آدمی
آزادگی خوش آئی انشا کو جب سے یارو
ہادی اللہ مشرب و ملت سے کچھ مت پوچھے
رند آزاد ہوئے چھوڑ علاقہ سب کا
ہر طرح رہتے ہیں ہم خوش فضل مولا سے مدام
کب وہ آزاد بھلا موردِ تحسین ہوئے
انبیا تک رہے پابند شریعت کے امیر
آزاد رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
محبوس بلا ہیں جو زمانہ کے ہیں ساکن
خودی گم کر چکا ہوں اب خوشی و غم سے کیا مطلب
لاکھ نعمت ہے اتنی آزادی
میں رہا قیدِ تعلق سے ہمیشہ آزاد
جسے کہتے ہیں آزادی وہ اٹھنا ہے تعین کا
مثل بوئے گل سفر ہو گا مرا
قرار در کفِ آزادگانِ نگیرد مال
نہیں آزاد پہ ہوتا اثر سختی دھر
نہ الجھا ایک دن خار چمن بھی میرے دامن سے
تجربہ حصہ عافیت ہے
عقبے کی نہ کچھ فکر نہ دنیا کا تردد
جہاں رنگ تعلق ریاض عالم میں
آزاد ہوں نشاط و الم سے برنگِ سرو

دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا
مذہب نہیں ہے کوئی ملت نہیں ہے کوئی
زمین کدھر ہے کہاں آسماں نہیں معلوم
دیوانہ آشنا نہیں دامن کے بوجھ سے
وہ سب کو چھوڑ بیٹھا سب اسکو چھوڑ بیٹھے
قید سے دونوں جہاں کی یہ فقیر آزاد ہے
ڈھونڈتے کب ہیں پدر اور پسر کا تکیہ
خاک منہ میں انکے، جو کہتے ہیں، ایام بد
بھول جو سب کو گئے دین سے بے دین ہوئے
ظاہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبث
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں
آزاد کسی وقت نہیں قید مکاں سے
تعلق ہوش سے چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب
سانس لیتا ہوں باس کرنا ہوں
دامن آلائش دنیا سے مرا پاک رہا
وہ ہے قیدی کہ ہو دستگی جس شخص کو گھر سے
وہ نہیں میں جو کسی پر بار ہوں
تو ایک پائے تو کیا اور ہزار اڑائے تو کیا
ہیں پڑتے ہیں کبھی سرو کے اوپر تھپس
ہا بے رنج مثل بوئے گل میں اس گلستاں میں
ریاں کو کہیں بھی لوٹتے ہیں
بے فکر وہ ہیں فکر دو عالم نہیں رکھتے
بے بو کی طرح کب آزاد کو مکاں سے غرض
سال ہے اس چمن میں بہار و خزاں مجھے

میکش
میر
وحشت
ولی
وزیر

از زاری

خزادی محال

١٠

شترک زندانی مدفن کی اس تنہا
قبر پر خاک آدم زاد ہے چھوڑ باغ و ہر کو
شوق آزادی اگر ہے چین کی آرزو
دام میں بیل کو لاتی ہے حسرت و بری
صورت تصویر ہوں ہر رنگ صورت و بری
چیں غنم سے موغرض کیا کام مجھ کو کام سے
باغ جہاں میں طائر تصویر کی طرح
تفسد جس نے خیمہ کم ازاد ہو بیٹھا
نعلیق سے جہاں کے جو کوئی آزاد ہو بیٹھا
وہ آب زندگی سے اپنے بیشک ہاتھ دھو بیٹھا
ہم سے طاعت خدا کی تو نہ نبوی
کس کی تاباں کریں الطاعت ہم
کیا سرو ہیں نیزنگ در سے آزاد
خزاں نہیں ہم کو سیر بہار نہیں
خط میں بھی ہیں آزاد حروف آزاد
پندرسب روح ہی نہیں
رادگی پسند سبک روح ہیں دام
گل نہ ہوں بولائیوں میں ہم
نیکر مال و متاع جہانکی میں
چھوڑا ہوا نام آرزو آزاد ہو گئے
پیرونی خضر


سید باب

مفتی

...

二

11



آزادی

انہ ظفر جس نے کیا قطع تعلق سب سے
 چاہتا اس کا کسی سے نہیں پیوند مزاج
 فارغ ہو تنہا و بوس سے دل آزاد
 دنیا میں عزیز اپنی تنہا ہے تو یہ ہے
 سدا آزادی کے اسکو موت کا بھی غم نہیں
 چہرہ بار ہو گا کوئی آزاد ہے جی
 عاشق سنا ہو گا کوئی آزاد ہے جی
 جینے کی خوشی جس کو نہ ہے موت کا ڈر جی
 گزر گا وہ جہاں سے ہم کو نہ مطلب ہے تولد
 غرض ہے فقر سے ہم کو نہ آرزو ہے بوزار
 وہی ہے مرد جو ہر آرزو کے رہے
 کبھی نہ دام بوس میں اسیر ہو کے رہے
 غم نہیں ہوتا ہے آزادی میں شمع باغ گل
 برق سے کہتے ہیں روشن ہے صلح کل
 آزاد رہو ہوں اور مر اسلک نہیں مجھے
 آزادی کسی سے عداوت نہیں ہیں ہم
 ہرگز کبھی کسی سے آزادی خود میں ہیں ہم
 بندگی میں بھی آئے دیکھ سب اگر وہاں ہوا
 الٹے پھر آئے دیکھ سب اگر وہاں ہوا
 جب سیکھ چکا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
 مسجد نو مدرسہ کوئی خانقاہ ہو
 آزادی

پیروٹی خضر بھی اک قید ہے
 سیر نیرنگی گلزار جہاں کرتا ہوں
 اہل جہاں سے رکھ تو تعلق بزرگ سرو
 جلیل آزاد ہوں میں بوسے گل کی طرح گلشن میں
 تورہ باغ عالم میں آزاد بس
 پاک ہیں آلائشوں سے بندشوں سے بے لگاؤ
 عالم آزاد گاں ہے اک جہاں سب سے الگ
 یوں علائق میں یہاں جکڑا ہوا ہے بند بند
 سب کی سن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
 مال ہے نیا پاپ پر گاہک ہیں اکثر بے خبر
 پروا سے تعلق نہیں رکھتے جو ہیں آزاد
 وہ کیا کر سکے سیر آزادی
 آئے چمن دہر میں جوں سرو خراماں
 رہتا ہوں نیک و بد سے زمانہ کے دور دور
 آزاد کسی کی بھی اٹھاتے نہیں منت
 پیسے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری
 بے فائدہ طال ہے انساں کو چاہئے
 کیا تم کو وطن بتائیں اپنا
 بس بھی دنیا میں عجب طرح بسر کرتا ہوں
 نہ ضرر کفر کا نہ دین کا نقصاں مجھ سے
 کہاں ہے عالم ارواح کی وہ آزادی
 رہ کے آزادی میں سیر لامکاں کرنے لگا
 ان کی خوشامدی ہیں نہ ان سے ہی کچھ غرور
 وہی دنیا میں ہے بیشک خردمند
 سرو پا برہنہ گلیوں میں پھرے ہم بے فکر
 دین سے مطلب نہ ہم کو دنیا سے
 آزاد وضع بزم جہاں میں رہا شریف
 اک عمر شمع بزم سچو رہا شریف
 فکر رنج و راحت کیسی
 کہاں رکھے گی ہمیں بے تعلق یارب
 مثل حباب خانہ بدوشی ہے خوب شئے
 ہوں نہ پابند تعلق ہیں جو وارستہ مزاج
 کار دنیا کوئی مجھ سے متعلق نہ رہا

ہم سے آزادہ رووں کو کیا غرض
 کام گل سے، نہ شجر سے، نہ شتر سے مجھ کو
 ہو کر ہر اک سے باغ میں آزاد دیکھنا
 نہ ہے صیاد کی پروا نہ خوف باغیاں مجھ کو
 کہ جیسے چمن میں ہے شمشاد بس
 رہتے ہیں دنیا میں سب کے درمیاں سب سے الگ
 ہے زمیں انکی اور انکا آسمان سب سے الگ
 پر جود دل ڈھونڈھو تو انکا ہواں سب سے الگ
 ہے کوئی بھیدی اور ان کا راز داں سب سے الگ
 شہر میں کھولی ہے حالی نے دکان سب سے الگ
 تحقیر میں نارام نہ تو قیر میں ہیں خوش
 جو بے چارہ ہو پائے بند عیال
 آزاد رہے خوب نہ پھولے نہ پھلے ہم
 رغبت ثواب سے ہے نہ الفت گناہ سے
 دیکھا نہ کسی سرو کو نہ بارش سر کا
 خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری
 راحت ہو یا کہ رنج خوشی سے گزاروے
 ہم تو رہے بے وطن ہمیشہ
 ہے مجھے عیش و خوشی حزن و الم چاروں ایک
 باعث دشمنی اے گبر و مسلمان مجھ سے
 نصیب اب تو عناصر کا قید خانہ ہوا
 جال دنیا کا مجھے کڑی کا جال لا ہو گیا
 رکھتا ہوں ایک بات فقیر و امیر سے
 زن و فرزند کا جو ہو نہ پابند
 بادشاہوں کو غم افسر و اورنگ رہا
 سب سے آزاد ہیں خدا کی قسم
 صرف رسوم تھا نہ میں رہن قیود تھا
 روزی کی فکر تھی نہ غم روزگار تھا
 دوزخ کہا جنت کیسی
 کہ دل کو دونوں جہاں سے میں ہم اٹھائے ہو
 ہر دم زبان حال سے سنئے بیان موج
 نام میں بھی ہے جدا ایک ایک حرف آزاد کا
 یوں جہاں میں ہونکہ گویا ہوں جہاں سے باہر

نقاب
 جنوں
 جویا
 جلیل
 حیرت
 حالی
 خوشدل
 خاموش
 دیر
 درد
 ذوق
 سخن
 سودا
 سراج
 سفیر
 سوز
 شہیدی
 شفق
 شریف
 صبا
 صابر

ہوش ہم دیر و حرم دونوں سے ہیں بگائے
 شہج کعبہ ہے نہ اپنا نہ برہمن اپنا
 ہے سبکدوش تو آفات جہاں سے کیا ڈر
 طاہر نکست گلشن کبھی بسمل نہ ہوا
 کشش دام تامل کی بلا سے چھوٹو
 ہو کے آزاد تجرد کی بہاریں لوٹو
 روئے بحر آب پر دائم رہے پاک جباب
 سر بسر عالی ہے رتبہ مردم آزاد کا
 بند رہتے ہیں کبھی آزاد بھی
 کب ہوا کو ہے مکاں کی احتیاج

استغناء

آنکھوں میں بے ثبات یہ دولت ہوئے اسیر
 مغل کی طرح کسی سے نہیں مانگتے ہیں نور
 دل غنی ایسا ہمارا ہے اگر لیتے فقیر
 بانٹ دیتے اپنے داغوں کے بھی سب پناہ ہم
 کبھی زمانہ تاریک کا خیال نہیں
 میں وہ فقیر ہوں کارہ میں جسکے بال نہیں
 ہم تو سر پر ان امیروں کا نہ لینگے احسان
 بوجھ اٹھواتے ہیں کس سے کوئی مزدور نہیں
 محتاج نہیں ہوں میں اسیر اہل دول کا
 ہر نخت جگر لعل ہے ہر اشک گہر ہے
 روئے منعم کو نہ دیکھا بھر کے آنکھ
 عشرت دنیا سے حیرت نے مجھے فارغ کیا
 ہوں وہ درویش غنی دل ہے مجھ عیش میں رنج
 وہ گدا ہوں کہ نہیں دولت دنیا کی طمع
 جو وسعت رزق کی چاہے تو استغنا کی عا دکر
 بڑی دولت ہے جسکا نام ہے عالم میں استغنا
 غنی ہیں ہم غرض نخل و سخاوت سے نہیں رکھتے
 فاقہ میں بھی مانگوں نہ کبھی چرخ سے نعمت
 طبع مستغنی ہوئی میری فقری کے سبب
 نمانہ و اولاد فانی مال و دولت کو زوال
 غیر کی محتاج اپنی کشت استغناء نہیں
 دولت دنیا کی کیا پروا مجھے
 نظر میں ایک سی ہے پستی و بلندی دہر
 رازق خدائے پاک ہے اے طاہر قفس
 نعمت کی اے فلک مجھے پروا نہیں رہی
 کیا رنج طعن خلق سے مجھ بے گناہ کو
 زن و فرزند کی خواہش نہ تلاش زرو مال
 اے فلک دے جسکو ہو جتنی جہاں میں احتیاج
 جسے کہتے ہیں استغنا عجب جائے فراغت ہے
 اسے اسی سرکار میں ہے ایک عالم بندہ و حر کا

استغناء
 وہ غنی ہوں نہ کبھی
 لعل و یاقوت کو بھیجا کیا
 اپنے نزدیک غنی ہے وہی جسکے دل میں
 بوس در بوس و دنیا نہ آنے پائے
 غنی ہے مراد دل یہ فلسفی کا
 گلہ میرے کچھ نہ غرض ہے بہار سے
 مطلب خزاں سے کچھ نہ غرض ہے بہار سے
 دونوں سے شل سرو میں دامن کشیدہ ہوں
 امیر اپنی نظریں چھوڑی ہے
 فقیروں کی سی کوئی جھوپڑی نہیں
 غنی نہیں کہ انبار درم رکھتے نہیں
 دل غنی چاہئے کہ غنی و کم رکھتے نہیں
 فقیرانہ دل ہے تقیم اسکی رہ کا
 غرض کیا جو محتاج ہو بادشاہ کا
 جو خوب سوچو تو ہے زشت ہزار لالچ کا
 وہی تو اصل ہے زشت ہزار لالچ کا
 تصدق کہتے ہیں ہم نعمت لوگوں کو لے آنا
 اسی اک جو کی روٹی اور ابلے ساگ پانی پر
 پہلے

<p>بدلے دولت کے ہم استغنا سے مالا مال ہیں اللہ نے دیا ہے دل ایسا غنی ہمیں دل غنی رکھتے ہیں درویش امیروں کی طرح وہ عالم ہے نہ غم سے غم نہ شادی سے مجھے شادی وسعت کونین ہے نظروں میں اپنی قصر تنگ کیا کریں ہم یہ تاج لے کوئی محتاج ہوں غنی سے نہیں مرتبہ میں کم ہاتھ پھیلاؤں کسی کے سامنے کیوں بہر رزق ناز ہے توفیق خوے بے نیازی پر مجھے جو ازل سے ہیں غنی رکھتے نہیں پرواے غیر یہ مانا زمانہ بہت بے وفا ہے کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا نظر میں انہی جن کو دولت استغنا بخشی ہے حساب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا نہیں ہوں طالب رزق آسمان سے کہ مجھے بخشش پہ دو جہاں کی آئی تھی ہمت دہر غلام اس کی میں ہمت کا ہوں کہ جو اپنے پھیلاؤں ہاتھ اہل دول کے نہ روبرو گداؤں کے خواہاں نہ طالب شہی کے نہ مجھ کو خاص سے مطلب ہو کچھ نہ عام کام نہیں پروا خوشی آئی نہ آئی ہاتھ نہ کیجے دراز غیر کے داماں تلک مردم غیرت شعار غم نہ کریں جاں تلک خدا شگفتہ کرے میرے دل کو یا نہ کرے ہم اس کو کہتے ہیں غیرت کہ خاک میں مل جائے کسی کے کھل جواہر سے مرد اہل نگاہ گدا کو سایہ بال ہمارے کیا مطلب مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب نہیں ہے حضر کی حاجت طریق الفت میں مثال نقش قدم ہم کو حضر سے کیا کام حبت تو حال مرے دل کا پوچھتا ہے شہید</p>	<p>ہاتھ خالی ہو تو ہو دل تو یہاں معمور ہے قارون کا ہمارے بغل میں خزانہ ہے بوریا چاہئے مسند کے برابر اپنا برابر میری میزاں میں ہے پلہ رنج و راحت کا سیر چشمی سے یہ دل اپنا کشتادہ ہو گیا جھوٹی دنیا کا راج لے کوئی نظارگی ہوں حلقہ باب کریم کا آب و دانہ پاس مانند گہر رکھتے ہیں ہم میری بے ارمائیاں صد شکر ارباب ہوش پانی سے سینچا نہیں جاتا چمن تصویر کا جلیل آپ کو کیا زمانہ سے مطلب ان کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے کہ بدتر ڈوب کر مرنیے جینا ہے سہارے کا کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہے ہما بہتر رکھا محروم اس قطرہ سے میں دریا میں جام اپنا یقین ہے کاسہ واڑوں میں کچھ نہیں ہوتا لیکن نہ بال زبان تک حرف سوال آیا جگر کے خون کو خوان تو نگری جانے بندہ کا بندہ ہووے یہ بندہ کی خو نہیں ہم ایسی بلندی و پستی سے گزرے کوئی ہزار کہے مجھ کو اپنے کام سے کام نہیں اندیشہ غم آیا نہ آیا ہووے اگر دسترس اپنے گریباں تلک در سے دیں جاں مگر جائیں نہ درماں تلک پہ یہ غرض ہے کہ منت کش صبا نہ کرے پہ دستگیری احباب کو عصا نہ کرے جو آنکھیں پھوٹ کے بہ جائیں تو تیا نہ کرے درخت خشک کو نشوونما سے کیا مطلب ہمارے درد کو عیسے دوا سے کیا مطلب ہوں رہ شناس مجھے رہ نما سے کیا مطلب فتا دگوں کو بھلا رہنما سے کیا مطلب بتا کہ تجھ کو مرے مدعا سے کیا مطلب</p>	<p>استغنا خلعت کی تنہا ہے نہ ملبوس کی پروا عبانی کا جامہ ہے فقط پیر میں اپنا مجھ کو ققام ازل بخت سکندر دینا سبھی ہمت عالی سے ہیں تامل نہ ہوا پیشہ محتاجی دیں فوط استغنا بھیجے میری محتاجی مجھ کو گر مالک سے دولت آگتا کیا نہ ملتی مجھ کو گر مالک سے نصیب شاہ! استغنا کی دولت ہے شاہ سے جیہا تجھے حاجت گداؤں سے اتنا مستغنی اس کی ہے ترک حوص و آزار نے ہم غبار دل سمجھتے ہیں بلام کہہ کر اسی نے بادشاہ ملک استغنا کیا صابر بخیلوں سے ملا در ہم کی حاجت باغ در ہم کا دولت الفقر فخری سے ہے استغنا مجھے خلعت شاہانہ ہے رخت غنی میں کیا وقعت گلزار جہاں چشم غنی میں بجز خاک نہیں خاک بھی دنیا سے لالہ میں گر رگاہ جہاں سے ہم گزر جائیکے لالہ میں غرض ہے فقر سے ہم کو نہ مطلب ہے تمول بجر فنا میں موج حوادث کا در نہیں راحت طلب ہوئے نہ ہوئے آتش بے رنج نیشاں</p>
--	---	--

استقلال

ہزار رنگ جہان خراب کے بس
خلل پذیر مری راہ مستقیم نہیں

منہ سے جو نکلا ہے وہ شاہ ہے
قول اپنا حکم نادر شاہ ہے

بر رہتا ہے انپا دل پہ
غصہ ہر دم جو کھاتے رہتے ہیں

تیزی نہیں منجھوا اوصاف کہاں
کچھ عیب نہیں اگر چلو دھبی چال

خوش سے لے گیا ہے شہر ہے استقلال
ہاں راہ طلب میں شہر کا نہیں

کثرت اندوہ و غم سے پاؤں ملنے کا نہیں
ہوں میں سب راہ مجھ کو کارواں ہے شہر

آدی ہے خاک کا تپلا وضع ہے
ہرگز نہ بھر ہوا ہے باہر گیا

منہ سے جو نکلا ہے وہ شاہ ہے
دل میں جو ہے سو کر ہی جابیں گے

پھر تا پہلے وار شہر سے کہیں مردوں کا منہ
شہر بدھا تیرا ہے وقت رفتن اب میں

عمر بھر

نستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
ابن سریم ہوا کرے کوئی
گو جہاں میں ہے جہاں سے ہے مگر بے پروا
شکر ہے ہم نہ جھکے اہل دول کے آگے
پیری میں بھی فلک سے کرونگا میں التجا
نہ دیکھوں سوئے دریا شنگی میں بیدماغی سے
اسباب جہاں جتنے تھے موجود تھے لیکن
ہر چند کہ گم گشتہ صحرائے جنوں ہیں
میں جو کچھ ہوں سو ہوں کیا کام ہے ان باتوں سے
دربار ہو یا نہ ہو غرض کیا
ایسا یہ دل غنی ہے کہ جھوٹوں بھی مصحفی
منفلسی میں رہا ہوں مستغنی
چین جبین شاہ مبارک ہو شاہ کو
خاک و زرد دونوں کا رتبہ اک سا سمجھا کیا
مستغنی و وارستہ ہیں مرد متوکل
ہائے استغنا بحر تیرے جہاں میں وہ ہما
دل غنی رکھ کہ ترے دل میں یہی استغنا
سمجھے ہو جسے ذہن میں تم اپنے ہما
سایہ میں اسی کے آگے محتاج گدا
خود پسندان فرومایہ کے آگے ممنوں
وہ سیر ہو چکے ترے جود و عطا سے ہم
مطلب امیر سے نہ غرض بادشاہ سے
گنج قاروں بھی ہو تو ٹھکرا دوں
گرچہ ہیں درویش لیکن اے فلک
نیم ناں کے واسطے کب جوں ہلال
منت کش لطیب ہوں کس واسطے نصیر
فقیروں کو نہیں ہوتی ہوس کچھ سیر دریا کی
غم نہیں ہے فلک جو تاج نہیں
سیم و زر سے خیراے گردش افلاک نہیں

استقلال

طبع بشر کو چاہئے دائم ہو ایک حال

اس واسطے دوام سے ہیں ہم عدو مزاج

ایر

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
دیکھنے والا ہے دنیا سے نرالا تیرا
خلق کی ٹھوکروں سے چور کہیں سر ہوتا
منہ صبح کو خدا نہ دکھائے خبیل کا
اگر میں غرق ہوں دامن کبھی کپڑوں ساحل کا
ہمت مری سائل نہ ہوئی چرخ دنی سے
خضر آئیں نظر ہم کو تو ان کو نہ پکاریں
کوئی کافر کہے یا کوئی مسلمان مجھ کو
اپنا تو سلام ہو چکا اب
کرتا نہیں کبھی میں نظر زرو مال پر
کیا گدائی میں بادشاہی کی
میں جانتا ہوں موج ہے میرے حصیر کی
خاکسی میں نے ملائی شربت دینا میں
کچھ کام نہیں ہو کو فلاں ابن فلاں سے
جس کو کہتے ہیں سعادت اتنا ملتا نہیں
ایک دن بڑھ کے زرو سیم سے دولت ہوگی
استغنا ہے وہ غافلوا استغنا
رتبہ پاتا ہے فلک سبحانی کا
میں نہ زہار پئے عرض منہر جاؤنگا
جل جائیں ہاتھ مانگیں جو اہل عطا سے ہم
تیرے گدا کو کام تری بارگاہ سے
میرے خالق نے وہ بنایا دل
تجھ کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں ہم
تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں ہم
ہے چین درد ہی میں دل درد مند کو
زمیں پر دیکھتے ہیں موج نقش بوریہ بیٹھے
ہم کو سر کی بھی احتیاج نہیں
کیسے بھی اپنا کم از کیسے دلاک نہیں

غالب
فدا
فیض
قدر
گویا
مصحفی
منتہی
مہر
ممنوں
میکش
محب
مضطر
نصیر
ناسخ

<p>استعداد</p> <p>کب ہر فن میں لگتی ہے شرط استعداد کی</p> <p>کب کھلیں سرمے سے نکلیں کور مادرزادی</p> <p>قبولِ فیض کی خاطر ہے شرط استعداد</p> <p>کوئی سہیل سے خوشبو بجز ادیم نہیں</p> <p>کامل کو کیا ہے حجابِ اکبر اسے اسیر</p> <p>درویش کی نگاہ میں تاشیر چاہئے</p> <p>اسے بھر استفادہ ہر اک سے ضرور ہے</p> <p>خزمین کے سرو ہی رہے جو خوش نصیب ہے</p> <p>کمال کی کوئی نہ کیجیو زہار</p> <p>کہ میں یہ کر کے فضولی بہت زباں دیکھا</p>	<p>رند جس کسی بات کا ناچیس نے انکار کیا</p> <p>سودا نخل کا پاؤں زمیں پر نہ پھسلنے دیکھا</p> <p>بازی اگرچہ پانہ سکا سر تو کھو سکا</p> <p>گر بیاں تک تو میرا دسترس ہے</p> <p>سنئے ہیں حرف تلخ کو سمیعِ رضا سے ہم</p> <p>کام مردوں سے بنے ہے مگر اوسان کیساتھ</p> <p>چھوڑا نہ ساتھ قیس نے پر ساربان کا</p> <p>پر خار و خس جلا نہ مرے آشیان کا</p> <p>ٹلے گو آسمان لیکن کوئی ہم یاں سے ملتے ہیں</p> <p>نہ ہوں اوسان تو بدتر ہے پھر شمشیر لکڑی سے</p> <p>پھرتے ہیں بے صبر در در ٹھوکریں کھاتے ہوئے</p> <p>چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر</p> <p>ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراؤں کا</p> <p>لب پر وہ سنج زمرہ الاماں نہیں</p> <p>اپنا کبھی نہ رنگِ طبیعت بدل گیا</p> <p>موت آجائے میں گھبراتا نہیں</p> <p>آدمی پیدا ہوا ہے رنج و راحت کیلئے</p> <p>رہتے نہیں حواس بجا اضطراب میں</p> <p>مشہور رہے نگیں جو بیٹھا ہے گھر میں گڑگڑ</p> <p>شکر خدا کہ ٹھیرے رہے امتحاں میں ہسم</p> <p>گو راہ ابھی دور ہے جی کا ہیکو ہاریں</p> <p>بات سہہ لینے کی تجھ میں ہو وہ خوشتر عادت</p> <p>دل پہ طاری بھی ہو گر غیظ و غضب کی حالت</p> <p>گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا</p> <p>بیٹھے جو جسم کے خاک پہ مانند پائے کوہ</p>	<p>عمر بھر پھر نہ زباں سے کبھی اقرار کیا</p> <p>استقامت ہے عجب شے نہیں اس میں لغزش</p> <p>سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہن</p> <p>جنوں کے ہاتھ سے گونا گواں ہوں</p> <p>ہاں شیفتمہ پھر اس میں نصیحت ہی کیوں نہ ہو</p> <p>لاکھ آفت ہو تو انساں نہ ہر اسان ہووے</p> <p>سو کو کس اشتیاق میں دوڑا چلا گیا</p> <p>سو بار اس پر برق گری ہمصغیر باغ</p> <p>اٹھیں کب شکل نقش پائے تک تیرے کوچہ سے</p> <p>جو ہوں اوسان تو لکڑی نہیں شمشیر سے کتر</p> <p>جنکو استقلال ہے پاتے ہیں روزی غیب سے</p> <p>چھوڑ دنگا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا</p> <p>رات دن گردش میں ہیں سات آسمان</p> <p>جاں مطرب ترانہ ہل من مزید ہے</p> <p>بدلا کرے جو رنگ بدلتا ہے آسمان</p> <p>ایک دن مرنا ہے پھر کرنا ہے کیا</p> <p>چاہئے مضطر نہ ہو ہرگز کسی تکلیف میں</p> <p>وہ شیر ہے جو خوف میں ثابت قدم رہا</p> <p>پائے ثبات بھی ہے نام آوری کو لازم</p> <p>سر کے قدم نہ لاکھ پڑے سر پہ تیغِ ظلم</p> <p>کچھ غم نہیں منزل پہ پہنچ جائیں گے ہم بھی</p> <p>کام یہ تیرے جیسے کا ہے نہ بل آئے کبھی</p> <p>شکن و چین سے مکر نہ جیں ہو ہرگز</p> <p>نہ داغ یاں سے گھبرا برائے گی امید</p> <p>فرہاد وار غم کا وہ سر پر اٹھائے کوہ</p>
<p>عاشق</p> <p>اطاعت ایک اعلیٰ شے ہے احقر اس مانیں</p> <p>کہ اس کے فیض سے دولت سدا پر ہو فزانیں</p> <p>جن خدمت سے ہوا محمود کا پیار ابا ز</p> <p>اس قدر کی بندگی اس نے کہ مولا ہو گیا</p> <p>مونی کہتے ہیں جس کو وہ فقط خدمت ہے</p> <p>ہر ماؤں کا یہ بادو کسی بیگا نے پر</p> <p>ماں باپ</p>	<p>میر</p> <p>واقع ہے کب نیام سے شمشیر آفتاب</p> <p>داغ، مثل ماہ، خورشید درخشاں میں نہیں</p> <p>سرمہ ہے بیکار چشم کور مادرزاد میں</p> <p>جسے کمال نہیں ہے اُسے زوال نہیں</p> <p>ہو جو زائل زور بازو تیغ ہے کس کام کی</p>	<p>استعداد</p> <p>ممکن نہیں کہ جو ہر ذاتی نہاں ہے</p> <p>جن کو استعدادِ کامل ہے وہ ہیں آفتِ سودور</p> <p>غیر استعدادِ فطری کب دوا ہو سودمند</p> <p>سپر کا چاند ہمیشہ ہے ایک صورت پر</p> <p>فہم معنی کے لئے ہے شرط استعدادِ علم</p>

اطاعت

اگر ایسا ہوں افسردہ نہیں ہوں نام کو نش
 مجھے کہتے ہیں سب یہ آدمی جو ہیں شکر دل
 زینت پند وہ نہیں جو ہیں شکر دل
 محتاج موعے عینی نہ دیکھا خضاب کا
 باغ جہاں میں کیا جال ہے مار
 سوچی ہوئی اور عیسے خوشی کا نام
 پاتے نہیں زمانہ میں آج چشم بجا ہوا ہے
 شمع سوختہ اسی چشم بجا ہوا ہے
 جہاں کہوں کیا دل ہی بخین میں
 مال بدن کہوں جی خاموش آئین میں
 اک شمع ہے سو وہ جی خاموش آئین میں
 جاتی رہی بار چمن بہ اشیاں سے ہم
 اے برق ہیں بلب بہت جلتے جلتے
 سحر تو ہو چکی شمع آئین چل
 منزل ہے سر کی میں نے
 اب اس منزل کی طرح عمر بسر کیا
 شمع منزل میں دیکھا مجھے گریاں دیکھا
 جس نے جس بزم میں دیکھا مجھے گریاں دیکھا
 وہ عندلیب ہوں چمن روزگار میں
 دل خوش کیا نہ خوف خزاں سے بہار میں
 جو کہ انگلیں ہیں انہیں زینت نہیں بد نظ
 سر نہ جاتا ہے دیکھو دیدہ پر آب ہے

ماں باپ کی بجا ہے، بیجا نہیں نصیحت
 خدمت اساتذہ کی بیجا نہیں ہے خدمت
 غافل ہو بے خبر ہو مطلق خبر نہیں ہے
 ماں باپ شاد ہونگے ان کا کہا کرو تم
 سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہر خدمت
 ہو جسکو یہ سعادت بس خوش نصیب ور ہے
 بالا انھوں نے ہم کو سو آفتیں اٹھا کر
 تکلیف اس میں کیسی کہنا نہ بات ایسی
 دنیا میں نام پائے عقبتے میں سرخرو ہو
 منہ پر کبھی نہ لانا ہاتھوں سے کر دکھانا
 خدمت سے ہر شرافت خدمت سے ہر سعادت
 جس کو ہے فخر اس کا محتاج ہے وہ کس کا
 اچھے وہی ہیں بچے ماں باپ کو جو مانیں
 بچوں کا فرض کیا ہے اسکا جواب یہ ہے
 سب سے بھلی کمائی مانے جسے خدائی
 تم اختیار اطاعت کرو دل و جاں سے
 جہاں میں اس سے بڑی ایک بھی نہ نعمت ہو
 سرکشی بھول کر نہ کرنا مہر

و اجب ہے تم کو انکی ہر وقت میں اطاعت
 باعث یہ اوج کا ہے ملتی ہے اس سے عزت
 ہاں خیر خواہ کوئی مثل پدر نہیں ہے
 ہرگز نہیں مناسب ان کو خفا کرو تم
 سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت
 دنیا میں لاکھ نعمت ماں باپ کی ہے خدمت
 لازم ہمیں نہایت ماں باپ کی ہے خدمت
 اے دوست عین احت ماں باپ کی ہے خدمت
 دیکھو تو کیا کرامت ماں باپ کی ہے خدمت
 سچی دلی محبت ماں باپ کی ہے خدمت
 اور وہ شریف خدمت ماں باپ کی ہے خدمت
 سچی جو چاہو عزت ماں باپ کی ہے خدمت
 سرمایہ سعادت ماں باپ کی ہے خدمت
 ماں باپ کی ہر خدمت ماں باپ کی ہے خدمت
 اے مہر تجھ کو رحمت ماں باپ کی ہے خدمت
 مطیع حکم رہو والدین و آقا کے
 اطاعت اس کو نہ تم جاننا سعادت ہے
 نوکری ہے کہ بھائی بند ہی ہے

اعتماد

قلق میں روح نے بھی ساتھ جسم کا چھوڑا
 جہاں میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجیو گا
 ہر وقت میں ہر کام میں ہر بات میں خوش ہیں
 کیونکہ مشکلیں مری آساں ہوں غیب سے
 خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں
 تم بھروسا کرو خدا پہ فقط

کسی کا زیست میں ہم اعتبار کرتے ہیں
 یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اسکا چرچا نہ کیجیو گا
 ہم کو جو بھروسا ہے سخن اپنے خدا کا
 یارب بھروسا ہے ترے افضال عام کا
 یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں
 جز خدا آسرا ہے سب پہ غلط

افسردہ دلی

وہ سینہ جو عشرت کدہ تھا ہمیشہ
 سرو کا زکھت گل سے کیا مجھے اے نسیم بہار چل
 نہ چھیڑا اے نکھت باد بہاری راہ لگ اپنی
 اے دیکھئے اب تو ماتم سرا ہے
 طبیعت اپنی ہر حاضرات شگفتہ ہے یہ دماغ و دل
 تجھے آنکھیلیاں سو جھے ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

افسر وہ دلی

افسردہ دلی
جوں پنجپہ کیوں رخت سفر باندہیں ہم اپنا
پاں کور اقامت کا نہ بالکل نظر آیا
پہنیز تھجھ کو اے دل بیمار کیا ضرور
اب تو ترا علاج مسیحا نے ہم
شہید ناز ہوئی ہے گلوں کی الفت میں
بلبل شہید اکا ہے سفر صیار
چین ہے صدا اگر جو جس کا روانِ عمر
نقشِ پاہیں گوشتِ برا و از کب ہم
جوں تھا میں طائرانِ قدس کے ساتھ
منیر سنج تھا میں مرا مقام نہیں
پہ خاکدانِ کدورت میں امید و ہم
یک رنگ ہو گئے ہیں نظمِ و بہار کو
یک رنگ نہیں ہے میں نے خنزاں و بہار کو
تیرا برا ہو اے دام ہستی
جھ کو پھنسا یا و اللہ بالہ
آئی بہار چوں کھلے باغ میں گو
آئی ہمارے دل کا ابھی تک کھلا نہیں
پنجپہ ہمارے دل کا ابھی تک کھلا نہیں
ہر رنگ میں تو یوں ہی مرا رنگ زرد و خرم
مدام افسردہ خاطر زندگی سے سیر رہتے ہیں
مواہوتی ہے سردی صبح کو فصلِ رستاں پر
افسردہ دل

ملا نہ غنچہ دل چھٹ ہمیں سو پڑ مردہ
بار لائے گا نہ پھر نخل تہمت دیکھو
غنچہ دل جو ہے پڑ مردہ تو شبنم کی طرح
مدت ہوئی غنچہ دل خشک ہو گیا
حاضر ہو جب نہ دل ہی جو باغ و راغ یکساں
ہم کو بہار میں بھی سگرگشتاں نہ تھ
اک یہاں جینے سے بیزار ہیں ہیں یار
غیروں کو لیں گے آخر اپنا بنا کے کیا ہم
اپنی صورت دیکھ جب دل اپنا گھبرانے لگ
عالم یاس میں گھبرائے نہ انسان بہت
سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانہ میں کوئی چ
دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھ
اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤں میں آثر
زندگی ہے یا کوئی طوفان
افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل
مجھ کو مرنے کا نہ کچھ غم ہے نہ جینے کی
حاصل رہی ہے گلشن عالم میں
کب دل شکستگاں سے کر عرض
نہ غم خزاں کا مجھ نے بہار کی
جام مے بزم میں گو باد کوثر ہر
خواب و خور کیا اب تو دم لینا بھی
دو روز کا ہماں ہوں کیوں مجھ سے
نہ پھولا پھولا پھر کبھی ایک
دائیم بربنگ سبز پامال ہو
نہ انگلیں ہی رہیں دل کی نہ وہ
اسیر دام ہوں اٹھکھیلیاں نہ
کبھی نہ اپنا تارہ چمکا کبھی نہ دیکھا
شجرہ ہوں جو نخل ماتم شروہ جس کا
زمانہ نشوونما پہلے تباہ جس کو کیا
صورت برگ خزاں دیدہ ہر
افسردہ خاطر ہی وہ بلا ہے کہ
ہے تاسف یہاں

ہزار گلشنِ دوراں میں گل کھلے نکلے حسرت
 غنچہ دل کو کسی طرح نہ کھلانے دو
 رو دیا ہم نے جو کوئی گل خنداں دیکھا
 کچھ غم نہ اب خزاں کا نہ عشرت بہار سے
 ہم دوستو گئے بھی تو کیا گئے چمن میں
 یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شاداں نہ تھا
 یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں
 اپنوں ہی سے ہے حالی کچھ دل کدراپنا
 پھر تو ملنا کیوں کسی کا ہم کو خوش آنے لگا
 دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت
 ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں کدھر ہے یہ کہاں ہے
 چمپا کھلا گلاب کھلا موتیا کھلی
 گلچیں تجھے نہ دیکھ سکے باغباں مجھے
 ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
 لیٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ
 لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے
 کچھ نہیں پروا جو دشمن آسماں ہو جائے گا
 دیکھا کبھی نہ غنچہ خاطر کھلا ہوا
 ہے بے صدا وہ چینی جس میں کرباں آیا
 خزاں میں خاک ہے سر پر بہار میں رونا
 کس کو خوش آئے اگر طبع کدھر ہووے
 خاک اس کی زندگی جو جان سے بیزار ہے
 جاتا ہوں یہاں سے میں مت مجھ سے ہو بخیدہ
 مرا گلشنِ دل خزاں سے اجڑا کو
 باغ جہاں میں مجھ کو بہار و خزاں ہو کیا
 گل پڑمردہ میں کب رہتی ہے رنگت باقی
 صبا سے کہہ دو نہ میرے گلے کا ہار بنے
 فردہ طبعوں کی بزمِ غم کا بچھا ہوا سا چراغ نہیں
 جو ہوں شگفتہ تو غنچہ غم جو گل سمجھے تو داغ ہو میں
 کبھی نہ لطف بہار دیکھے وہ گل وہ گلشنِ باغ نہیں
 کیا غرض ہم کو بہار گلشنِ ایجاد سے
 طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں
 اس جہاں میں مجھے نہ آنا تھا

افسردہ دل کو چرب زبانی سے کیا حصول
سیر گلشن ہو تو کیا باد نسیم سحری
افسردہ دلوں کی نہیں لطینت میں عداوت
ہم آکے گلشن ہستی میں کیا پھلیں پھولیں
گو سلطنت ملی مگر افسردگی رہی
میں ہوں وہ نخل خشک گلستان دہریں
ہجوم خانہ دل میں ہے نامرادی کا
ہوں میں وہ بیدل کہ جان دل تو ہے بیگانگی
کیا انقباض غنچہ تبسم سے ہو نہاں
خانہ دل میں مرے بار نہیں عشرت کو
نام و نمود کا نہیں ہم کو عزیز شوق
آرزوئیں دل کی ساری مرگشیں
دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
جہاں میں ہوں غم و شادی ہم ہیں کیا کام
یاد تمہیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
گنجائش عداوت اغیار یک طرف
غم فراق میں تکلیف سیر باغ نہ دو
شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال و تش
اپنا ہے جی خفا تو سبھی جاے ہے خفا
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں مگر غلط
گرفتہ خاطر وں کو زخم کاری ہے کشاد دل
یارب نسیم لطف سے تیرے کہیں کھلے
کیسی ہوا کہاں کا گل ہم تو قفس میں ہیں اسیر
آئے بھی گریہ تو کیا ہم کو اے مہربا
ہم اسیر وں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم
اس گلشن دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں
کوئی نہیں جہاں میں جو اندو گہیں نہیں
آزردہ خاطر وں سے کیا فائدہ سخن کا
تا دم مرگ غم خوشی کا نہیں
اک آن اس زمانہ میں یہ دل نہ وا ہوا
میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا
اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن
غنچے چمن چمن کھلے اس باغ دہریں

مُردہ کو کیا جو شمع بھی روشن ہو گور پر
لاکھ کھو لے نہیں کھلتا جو ہوا بند مزاج
مردوں میں تہ خاک کدورت نہیں ہوتی
دل حسزیں و تن داغدار رکھتے ہیں
میرا سرِ تختہ چوبِ قبور تھا
نے مژدہ بہار نہ خوفِ خسراں مجھے
نہیں عزیزِ جگہ اس میں آرزو کے لئے
ہوں وہ سرگشتہ کہ پروائے سرو سامان نہیں
چھپتا نہیں ہزار میں چہرہ اُداس کا
کبھی آئی تو پھسرا کرتی ہے باہر باہر
پڑمردہ پھول کیا ہو بس رنگ و بو کرے
اب یہ بستی ہو سکے آباد کیا
شورِ سوداے خط و خال کہاں
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ ثناء نہیں
لیکن اب نقش و نگار طاقِ نیاں ہو گئیں
یاں دل میں ضعف سے ہوس یار بھی نہیں
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں
راحت و طمن میں ہے نہ حلاوت سفر میں ہے
رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے
کرے واناخن دل عقدہ یا ب میری مشکل کا
دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک رہا کرے
سیرِ چمن کی روز و شب تجھ کو مبارک اے صبا
ہم سے تو آشتیاں بھی گیا اور چمن گیا
عمر گزری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گلیا
ہوں غنچہ افسردہ کہ مردود صبا ہوں
اس غمکہ میں آہ دل خوش کہیں نہیں
تم حرفِ سرِ کرو گے ہم گریہ سر کریں گے
دلِ آزرده گر سلامت ہے
جیا جانئے کہ میر زمانہ کو کیا ہوا
غنچہ دل مرا کہیں نہ کھلا
نہ وہ ہم ہیں نہ وہ زمانے ہیں
دل ہی مرا ہے جو نہیں ہوتا ہے وامنو

عاشق

عزیز

غالب

ملفوظ

قاسم

۱۰

"

2

11

4

11



"

11

11

44

2

11

افسران کی

افسردہ دلی
اپنے ہی دل کو نہ ہوا داشت تو کیا حال نہیں
گو چین میں غنچہ پژمرده تجھ سے کسل گیا
سدا ہو خار خار باغبان گل کا جہاں مانع
اے غنچہ اس باغ سے کج نفس بہتہ
بجھ اے مصفیر بے گل کس کو داغ مال
دست اتوی ہماری منتظر زریں ہے
گل کسلے صد رنگ تو کیا بے پری سے اے نیم
میں گزریں کہ وہ گلزار کا جا ناگیا
باغ کو سبز ہوا اب کجاں کجاں پائے
دل کہاں وقت کہاں میٹھے
کدھر جائے اور کہاں میٹھے
بہشتا نہیں جی جہاں کتب
غنچہ ہے دل بستگی طبع کا سار
گل ہے پریشانی خاطر کا ریان
روز اس چین سے اٹھانگے آشیان
بل کے چھوٹے سے بہت بے دماغ ہیں
میں میں کریں کیا اے مصحفی
میں اس چین میں چھریں
طبیعتیں تو گل و خار کی چھریں
بجا چکی ہو باغ سے کسوں بہار
فص سے پھریں گرفتار کیا کروں
بھریں

عصیاں کے دلوں کو کچھ گھٹنے چلے تھے لیکن کریم تیرے کرم پر غرور میں نے کیا آغوش کرم دیکھ کے خالی سر محشر کریم اپنے کرم کا شمار کر لے آپ مار ڈالا ہائے جس امید نے تھا منے والی دل ناکام کو ہو گیا فرہاد کا قصہ تمام جھوٹ گئے سارے قریب اور بعید دیکھ اے امید ہم سے کیجئے تو کنارا ناؤ ڈوبے یا کہیں کھینچا ہوا ہمارا ہر سخن میں گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر نہ رکھو چرخ دنی سے عروج کی امید صلائے عام ہے درگاہ کبریا میں سفیر پھر بہار آتی ہے تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا اس کے دینے کے ہیں ہزاروں طریق انھیں گے مزے زندگانی کے اب تو کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید اے فدا درپے ہر رنج ہے راحت موجود زاہد تو بخشے جائیں گنہگار منہ تکیں سعی کس کس امید کی کیجئے سدا بہار ہے باغ جہاں میں نخل امید ناکامیوں سے گو ہوئے رسولے خلق ہم مختصر مرحلہ طول اہل کیا ہوگا طول اہل پہ دل نہ لگانا کہ اہل بزم گریز چاہئے طول اہل سے سالک کو اسی امید پہ ہم دن خزاں کے کاٹے ہیں پچھڑ کے اس سے نہ کیوں ہو امید ملنے کی یکتا یہاں نہ زہد، نہ تقویٰ، نہ بندگی	لا تقنطوا سنا کر پھر جو صمد بڑھایا کیا قصور تو کیا کچھ قصور میں نے کیا مچلا ہے بری طرح گنہگار کسی کا حساب پوچھ نہ مجھ سے مگر گناہوں کا اور کہتی ہے کہ جینا چاہئے کاٹنے والی غم ایام کو پر ترے فقروں پہ رہا خوش بدم ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی امید تیرا ہی رہ گیا ہے لے دیکے اک سہارا تیری حد بھی ہے کچھ اے طول اہل آرزوئیں ٹپکی پڑتی ہیں مری تقریر سے جو توڑ لاؤ متحرعش کے بھی تارے تم بشر کو چاہئے امید وار بن کے رہے وہ چلی آتی ہے فوج عندلیباں غم نہ کھا رحمت حق سے نا امید نہ ہو زباں پر تری صرف لا تقنطوا ہے ہم کو جینے کی بھی امید نہیں نا امید ہی اس کی دیکھا چاہئے توڑ ناداں نہ توقع کرم یزداں سے اے رحمت خدا تجھے ایسا نہ چاہئے آدمی ایک اس لئے کیا ہو ہر ایک شاخ مگر بارور نہیں ہوتی اشکوں سے ہے امید کہ وہ آبرو کریں قطع یہ سلسلہ بے تیغ اجل کیا ہوگا جائیں گے نا تمام یہ افسانہ چھوڑ کر سنا ہے راہ یہ جاتی ہے راہزن کی طرف کبھی تو باد بہار آئے گی چمن کی طرف سنا ہے روح کو آنا ہے پھر بدن کی طرف امید مغفرت ہے فقط اس کی ذات سے یکتا	انسان حکمت سے ہے یہ خاک کا پتلا بنا ہوا نور آنکھ میں ہے اسکی تو منیر بستخواب ہے یا فہمی اپنی کرتی ہے انسان کو ذلیل خالق صوفی ہے حال خراب سے مطمعون خلق نہ کوئی حضرت آدم کو حقیر سچے تشنہ سے یہ خاک کا پتلا خالی سراسر نہیں اسرا قفل ہو زرب بد نہ ہو خونیکہ انسان خالق ہو نہ ہو جب شیریں ہوا شور دریا سے ہے ہنسنے کی نہ ہونا کوار طبع انساں کو چاہئے کہ کسی پران نہ ہو مجھے سبک اے جو انسان میں نہیں جو مردہ کونسا ہے جو انسان میں نہیں دیکر خدا سے تشنہ پتلا خاک کا خالی نہیں اسرار سے سوار آخر عیاں ہوگا پیدا وہ گرد ہے جس سے سوار آدم سے مطلع ہووے اگر حقیقت اہل نامو اب سے شیطان ہو منفعل اہل نامو اب سے سناہنسی آتی ہے مجھ کو شیطان پہ کیا ہنسی آتی ہے لو لنت کری شیطان پہ فعل بد تو ان سے ہو لنت جب تباہاں پہ ہما و ارض پہ اٹھانہ جب تباہاں پہ پورا امانت خلاق ذالمنن کا بوجھ نیل ٹہری
--	--	--

انسان

تو نے انسان کو دیا ہے شرف
یا خدا تیری شان کے صدقے
ادب سے ہوتی ہے انسان کی ہر جگہ وقعت
گراں گاہوں سے فوراً جہاں ہوا آستان
پنچر وزہ ہوئی دنیا میں حیات انسان
اور غنیا تو خدا جانے یہ کیا کرب کرنا
جو کام کسی سے بھی نہ ہو اس سے وہ ہو جائے
واحد عجیب چیز ہے دنیا میں مختلف
آدمی سب ایک ہیں لیکن طبائع مختلف
بہلچے ہے ایک صورت ایک صورت کے خلاف
اس طرح بندے میں حق کا وجود
کے ہے جس طرح گل میں بوئے گلاب
مجاز و حقیقت سے ہم ہیں برابر
جس بستی ہماری مثال مراب
گو ہو جو جہری اور مراف ز کو پچھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پچھے
نے فکر ہے دنیا کی زندگی کا تلافی
اس ہستی موبوم میں کس کام کا
کیا حقیقت تھی مری کیا ہو گیا
بھرتی

نہیں

ساک

سور

سین

نہ کرتا اگر فلک مجبور اس کو
گنہ کرتا ہے اور ابلیس پر الزام دہنہا
لیٹ جاتا ہے وہ جن بنے جسکو آدمی کہئے
بیکار مشک و عود ہیں خوشبو اگر نہیں
حائل بار عشق یہ ٹھیسرا
بندہ نوا زیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی
حور و غلمان و پری میں وہ کہاں ناز و ادا
لے گئے خاک کے پتلے ہیں ملائک پہ شرف
کیا خلاق نے ہے اشرف المخلوق انسان کو
کیسی خطا، کہاں کے گنہ، خیر ہیں تمام
میں عبادت کے لئے پیدا ہوا اور دہریں
کس قدر مجبور کر کے اس نے رکھا ہے ہیں
جبھی تک عکس قائم ہے کہ آئینہ مقابل ہو
قدسیوں سے کون بازی لگیا
عکس ہے آئینہ دھریں صورت میری
انسان کی کچھ نہیں کرتا ہے بدی میں
کبریائی کا بھی جلوہ ہے بشر میں شاید
فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
باغ کثرت میں نظر آتی ہے وحدت کی بہا
جو نہ سمجھا آپ کو ہوگا وہ کیونکر آدمی
اتار اشان میں لولاک جسکی وصف خالق نے
سنگ چکی کا ٹہر جاتا ہے چلتے چلتے
ساتھ خلقت کے ہی دنیا کا ضرر پیدا ہوا
آدمی بنکر ہوا فخر زمین و آسمان
ظاہر مخلوق کل آدم کی صورت ہی ولے
دنیا و دیں کے کاروبار اپنا نہیں ہے اختیار
کیا غضب ہے نہیں انسان کی انسان کو قد
انخوان شیاطین ہیں یہ مست مے پندار
اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
یاد رکھنا شرط اور مشروط ہے
ہوں اعتبار ہستی ناپائیدار کا

خدا جانے یہ بندہ کیا نہ کرتا
کرد انصاف تو انسان ہی خود اتنا شیطان کا
طریقہ اٹھ گیا دنیا سے کیسا آدمیت کا
انسانیت سے ہے جو بری وہ بشر نہیں
اے ملک طاقت بشر کو دیکھ
جزو ضعیف محرم اسرار کل ہوا
دلربا ہوتے ہیں یہ حضرت انسان کیا کیا
کیا فرشتوں میں ہے جو حضرت انسان نہیں
ملائک سے کہیں بڑھ کر تھے بے شر کر بشر ہوتے
یاں ایک فرا سادل ہی نہیں اختیار میں
میں نہیں سمجھوں تو کیا سب کچھ ہوا میرے لئے
سورہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہیں
ہماری یہ حقیقت ہے ہماری اتنی ہستی ہے
یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے
کچھ حقیقت نہیں اتنی ہے حقیقت میری
بدنام عبت نام ہے شیطان لعین کا
کرتا ہے پردہ انسان میں وہی نور گمنند
گر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
دیکھے انسان اگر اپنی حقیقت کیا ہے
آدمی ہوتا ہے اپنے کو سمجھ کر آدمی
ملک سے بڑھ کر رہتا ہو گیا ہے دیکھو انسان کا
جستجو سے نہ کبھی تمک کے یہ انسان بیٹھا
جو بشر پیدا ہوا ساتھ اُسکے شر پیدا ہوا
اس قدر دی حق نے خوبی قطرہ ناپاک میں
غور کر بالمن سے کوئی دیکھے تو انسان اور ہے
ہستی ہماری ہے عدم عقل کہاں ہی ہم کہاں
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انسان ہوتا
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا
آدمیت آدمی کے واسطے
یا چاند ناچراغ سرگردار کا

جنوں
جوار
جوش
جرات
جمہری
جو یا
جلیل
حیرت
حالی
حق نما
حسین
خلیل
خوشدل
خاموش
داغ
ذوق
رند
راحی

<p>انسان کیا دیکھوں اپنی شکل کہ اس جبر کے سبب مٹی کے ڈھیر میں مری فوجی بنا ہے اب پیدا تو کرو آسمان کہ دیکھو میں صاب ہم شمشیر سے بھی بالا ہیں زمین پر قدرت کی طاقتوں کو دست قضا ہی روکے انساں کی کوششیں ہیں بیکار اور معطل جس طرح بچوں کے کانوں میں رہے اچانک بشر اس طرح بروں میں رہے دانش سے خلق نے اکو دی ہے زینت عقل و دانش کا پتلا خاک کا محتاج کب ہے رنگ و روغن کا کون تھا بار امانت کا اٹھانے والا گرچہ دنیا میں نہ ہوتا ظفر انساں پیدا یہ طاقت ہے یہ قدرت ہی اسی ناجیز میں خاک سے جو نہیں اٹھتا اسے انساں اٹھاتے ہیں جب بند ہوئی آنکھ کھلا حال کہ میں بھی کب پر تو انوار تجا لے قدم تھا آدمیت کسی ہم جنس میں اسے خوش نہیں حیف کوئی نہیں اس عہد میں انساں باقی واہ کیا خاک کو خالق نے ہے عزت بخشی بڑے نام</p>	<p>سراج سید سید سید سفر شیریں شفیق شاداں شہید شاہ شائق شیر صابر</p>	<p>بھرتیگی قاف میں کس طرح پریاں دم نہ انساں کا چشم بالمن سے گر کوئی دیکھے حضرت عشق کی بنا ہیں ہم کیا ہوں میں پیش خدا اے سید آدم کی ہے وہ شان کہ سجدہ نہ کرتے ہر ذرہ ہر ذرہ خلق پہ تجھ کو دیا عروج نام اپنا ہے اشرف المخلوق ہم ہیں اسرار خلق عالم کے مسئلہ ہم سے پوچھو وحدت کا اپنی ہی شکل دل میں دیکھتے ہیں مجبور ہیں ہم مالک و مختار ہے وہی یقیناً آدمی وہ ہے کہ جس میں دمیت ہو پیدا اللہ نے کی میرے لئے ہر نعمت قصہ حضرت آدم ہے جہاں میں تازہ آدمی کو خاک سے پیدا کیا ہیں ملائک زیر فرماں دیو جن کیا چیز ہیں آدمیت جسے کہتے ہیں یہی معنی ہیں جوں حباب اس خاک کے پتلے کا کیا ذکر تبا میرے طالع کو جو اتنا ازل نے لکھا قدرت حق کہ ہے اک حسن عمل کا پتلا طائر باغ قدس ہوں لیکن گرچہ کہنے کو تو ممکن ہے مگر تو نے نہیں جو فرشتے سے نہ ہو اس سے بناتے ہیں وہ کام عابد ہوا زاہد بھی ہوا شیخ زمانہ ہے خیر و شر مرشدت میں انساں کے لازمی ہوتا ہے وہی جو کہ مشیت ہے خدا کی کچھ مصلحت حق میں نہیں چارہ انساں غفلت اپنی دوستو حاشا کہ یہ عہد نہیں پایا نہ اک وضع یہ فرد بشر کوئی سہو و خطا سے کیا کوئی محفوظ ہو سکے آدمی کو خاک سے پیدا کیا علم و تواضع و ہنر و داد و یاد حق ہوا مد نظر جلوہ جو تجھ کو دیکھنا اپنا</p>
--	---	---

[illegible]

انسان

اشرف المخلوق اس کے فیض سے ہیں ورنہ صاف خاک ہم ہیں باد ہم میں نار ہم ہیں نور ہم
 تجھ میں ہر اک شے نہاں ہے تو ہی شے سے عیاں
 رز کیا وہ جانے بلکہ خود سے عرفاں ہی ہیں
 نام موجود کل اعضا کے ہیں مشہور
 نام انسان ہے کس کا یہ خبر کچھ بھی نہیں
 مدعا کے ہر دو عالم ہو کے کو تو
 دھندلکا ہے جا بجا چہرے دل کے
 تو خود کو دیکھ آئینہ میں دل ہے
 کہ تجھ سا کون دنیا میں صبیح ہے
 کہ مردے کو اگر زندہ عجیب کیا
 کہ قدرت خدا کی ہے بشر میں
 بھری قدرت خدا کی وہ ہے حیوان
 جو اپنے کچھڑوں میں من و تو کے وہ ہے کامل ہے
 جو جانے من عرف کا مجید وہ انسان کامل ہے
 جبر ہے ذات دونوں سے تری قرآن شاہد ہے
 خدا تو بولے کیونکہ تو بندہ خدا بندہ
 نہیں ہوتا کبھی خدا کی بندہ
 بندہ بندہ بندہ خدا کی بندہ
 کہا کہ حق کو حق بندہ کو بندہ
 تجھے محبوب اگر لازم ادب ہے

وہ انسان جو بار امانت اٹھائے
 آسمان کیا لامکاں تک انکا ہوتا ہے گزر
 اگر معلوم ہوتا وہ چھپے بیٹھے ہیں ناں ہیں
 نور ذات پاک نے انسان کو آئینہ کیا
 قدر کے قابل نہیں کیوں شبیہ آج کل
 آب و گل ہی پہ نہیں اپنی نظر
 مے دم سے ہوا جو کچھ ہوا ہے
 قابل سجدہ ہیں یہ جتنے ہیں تصویر گلی
 نہ جانے خاک میں کیا کیسا تھی
 فقط اک نام کا مجبور ہے جو چاہے کر بیٹھے
 ہیں مشت خاک لیکن جو کچھ ہیں تیر ہم ہیں
 آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ
 یہ مشت خاک یعنی انسان ہی ہے روش
 مت سہل ہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
 آدمی سے ملک کو کیا نسبت
 حقیقت نہ میرا اپنی سمجھی گئی
 خاک کو آدم کر کے اٹھایا جسکو دست قدرت کے
 نہیں ہے مرجع آدم اگر خاک
 گرچہ انسان ہیں زمیں سے ولے
 مرتے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان ہے
 ہے حباب لب دریا انسان
 ہم نے اس خاک کے پتلے میں نہاں
 تو وہ خاک ہے انسان کا جسم خاکی
 پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سب کو ہم
 کھلے تو انگلیاں اٹھ جائیں سب کی
 ہیں فرشتے بھی بے خبر اس سے
 حامل بار امانت فقط انسان ٹھہرا
 آدمی جامہ خاکی میں ہے پر نوری ہے
 ہے مرجع بشارت غیبی ریشہ خاک
 کہیں بڑھکر ہیں شیاطین سے فرشتوں کے ہیں
 یہ تماشا دیکھنے لائق ہے ہر
 آدمی کا وجود ہی کیا ہے
 آنکھوں سے اٹھے پردہ غفلت تو کیل جائے

غضب ہے کہ اس کا ہو بودا مزاج
 اک خدا فی کرتے ہیں پتلے یہ خاک باد کے
 نہ پھرتے چھانتے ساری خدا فی دیکھنے والے
 آب و آتش کی نہ یہ طاقت نہ خاک باد کی
 میں نہیں ہوں یا رپوشیدہ ہے اس تصویر میں
 اور کچھ اس کے سوا دیکھتے ہیں
 ظہور خلق کی بنیاد ہوں میں
 کوئی آیا ہے یہاں خاک کا پتلا ہو کر
 فرشتوں کو حسد آیا بشر پر
 لیا حق سے بشر نے اختیار آہستہ آہستہ
 مقدور سے زیادہ مقدور ہے ہمارا
 آئینہ تھا یہ مگر قابل دیدار نہ تھا
 ورنہ اٹھائے کس نے اس آسمان کے ٹکڑے
 تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
 شان ارفع ہے میرے انسان کی
 شب و روز ہم نے تامل کیا
 قدر نہیں کچھ اس بندے کی یہ بھی خدا کی قدرت ہے
 کہ صر جاتا ہے قد ختم ہمارا
 ہیں دماغ ان کے آسمانوں پر
 اللہ رے دماغ کہ ہے آسمان پر
 جب ذرا سر کو اٹھایا بیٹھا
 قدرت حق کا تماشا دیکھا
 ایک جھونکے سے ہوا کے وہ ہوا ہوتا ہے
 کہنے کو اختیار ہے پر اختیار کیا
 بندھی مٹھی ہے انسان کی حقیقت
 سر مخفی ہے جو کہ انسان میں
 سچ ہے یہ بار کسی سے نہ اٹھایا جاتا
 قطرہ پانی میں رہا گرچہ ہوا ایم سے الگ
 انسان کو بشر نہ کہو وہ بشر نہیں
 کوئی دیکھے تو ذرا حضرت انسان کی طرف
 خاک کے پتلے میں پنہاں نور ہے
 دیکھے تو حباب دریا ہے
 انسان جسے کہتے ہیں وہ حق کی ہی شان ہے

۵۵	<p>انصاف</p> <p>انصاف کو جب خلافت ارضی عطا ہوئی</p> <p>انسان ایک اس میں ہیں یہ خود کے مختلف</p> <p>جغرات سرد خشک ہے اس سے میں کیا کہتا ہوں</p> <p>خاکوں میں ہوں کچھ اس سے میں کیا کہتا ہوں</p> <p>فخر رکھتا ہے ملائکہ پر یہ پتلا خاک ہے</p> <p>جس سے کہ ہے شرف سو وہ آدم میں کچھ تو ہے</p> <p>ہم کچھ نہیں ہیں کیونکہ کہیں ہم کچھ تو ہے</p> <p>کرتی ہیں میری خطا میں آدم میں نہیں</p> <p>ہے خطا ہے جو بری اسے ہوش وہ آدمی کا</p> <p>ہو منظور جب اظہار اسے اپنی خدائی کا</p> <p>بنایا آئینہ حسن بشر کو خود نمائی کا</p> <p>انصاف</p> <p>انصاف کی ہوا ہے اگر باغ دہریں</p> <p>ماہب انصاف اگر ہو تا مزاج روزگار</p> <p>حرف انصاف</p>	<p>محبوب</p> <p>"</p> <p>منظر</p> <p>منظر</p> <p>"</p> <p>ماہ</p> <p>ناسخ</p> <p>نظیر</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>نصیر</p> <p>نسخ</p> <p>نظم</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>نظر</p> <p>"</p> <p>نسیم</p> <p>"</p> <p>وزیر</p> <p>"</p> <p>واسطی</p> <p>"</p> <p>وقار</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>"</p> <p>وہبی</p>	<p>لیکن اتنی بات ہے بندہ خدا ہوتا نہیں</p> <p>نہ جانو خود کو حق کو ایک ایسا ہونہیں سکتا</p> <p>ہے وہی ہر فعل کا مختار تو مجبور ہے</p> <p>ہوں خیر محض مجھ سے امید ضرر نہیں</p> <p>خاک کو حضرت آدم کی جو سجدہ نہ کیا</p> <p>خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزند آدم کو</p> <p>اچھی یہ قدرت نے یہ تیار کی صورت</p> <p>کیا کیا طلسم دفن ہیں مشت غبار میں</p> <p>لے عوش تا بہ فرش چمکتا ہے اس کا نور</p> <p>شیطان بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور</p> <p>اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا</p> <p>ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور فقیر</p> <p>قدرت حق سے ہیں ہم آتش و آب و خاک و باد</p> <p>سب سے زائد خلق میں رتبہ ہے آدم زاد کا</p> <p>کہ دل رکھتا ہے انساں اور دل بھی ایک آفت کا</p> <p>طور پر آپ نے کیا موسیٰ عمراں دیکھا</p> <p>اس درد کا کوئی متحمل نہیں ملا</p> <p>ہم نے اٹھالیا وہ جو بار عظیم تھا</p> <p>اترے ہیں منزل خاکی میں یہ مہمان و چار</p> <p>مزہ ہے جان بھی دینے پہ اختیار نہیں</p> <p>ہے طلسم اک آب و آتش اور باد و خاک کا</p> <p>خاک میں مل جائیگا اک دن یہ پتلا خاک کا</p> <p>ہے چشم پر ی میں جاے مردم</p> <p>سر جھکایا ہے فرشتوں نے بشر کے سامنے</p> <p>جسم فانوس خیالی ہے دل روشن چراغ</p> <p>ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں</p> <p>پیہری کا ہے دعوے کبھی خدائی کا</p> <p>اگر حقیقت کو اپنی دیکھے تو حال کھل جائے دو جہاں کا</p> <p>جس کو پاس سخن وقار نہیں</p> <p>ورنہ کیا انساں میں ہے جو نہیں حیوان میں</p> <p>ہم جب عالم میں نہ او صانع ایجاد ہے</p> <p>مگر ہیں ساری دنیا میں ہمیں ہم</p> <p>انساں کو سب پہ شرف دیا اقتدار کا</p>	<p>کوششوں سے آدمی دنیا میں کیا ہوتا نہیں</p> <p>حقیقت ہے جو ہر شے کی مبدل ہونہیں سکتی</p> <p>تجھ سے جو ہوتے ہیں صاف فعل وہ تجھ سے جانا</p> <p>میں وہ بشر ہوں جسکی طبیعت میں شر نہیں</p> <p>اتنی سی بات پہ راندھا گیا شیطان لعین</p> <p>فرشتوں کو بھی وہ ہرگز میسر ہونہیں سکتا</p> <p>اللہ نے انساں کو حبیب اپنا بنایا</p> <p>گر آنکھ ہے تو بالمن انساں کی سیر کر</p> <p>ہے آدمی کی ذات کا اس جا بڑا ظہور</p> <p>کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور</p> <p>یاں آدمی ہی فعل و جواہر ہیں بے بہا</p> <p>اشراف تا کمینہ سے لے شاہ تا وزیر</p> <p>کیوں کہیں بشر کو ہم آتش و آب و خاک و باد</p> <p>خاک کے پتلے کو بخشا کیا شرف اللہ نے</p> <p>فرشتہ کی طرح سے پاکدامن ہو تو کیونکر ہو</p> <p>دل کے آئینہ میں ہم نے رخ جاناں دیکھا</p> <p>انساں کا دل تھا بار امانت کے واسطے</p> <p>ساتوں فلک نہ بار امانت اٹھا سکے</p> <p>پیکر خاک کھا اور کجا عقل و حواس</p> <p>زمین سخت، فلک دور ہے، بشر مجبور</p> <p>کچھ نہ سمجھے اصلیت انساں کی گر سمجھے یہ ہم</p> <p>نازا انساں کیا کرے اس ہستی مہوم پر</p> <p>انسان کی عقل اگر نہ ہو گم</p> <p>عشق کے رتبے کے آگے آسمان بھی پست ہو</p> <p>دیکھتے ہیں سارے عالم کا تماشا آپ میں</p> <p>جو خاص بندے ہیں وہ بندہ عوام نہیں</p> <p>عجیب فتنہ عالم ہے مشت خاک بشر</p> <p>یہ جسم جو ہے بشر کا خاکی ہو جام شید سے بھی بڑھ کر</p> <p>آدمی وہ نہیں ہیولے ہے</p> <p>واسطے انساں کے ہے آدمیت عین شرط</p> <p>تیری صناعتی کا پھر کون موصف ہوگا</p> <p>جو دیکھے کوئی تو کس جا نہیں ہم</p> <p>پیدا کیا جو حور و ملک جن و انس کو</p>
----	--	--	---	---

بناتا ہے مکان منعم عیش برسوں کے رہنے کو
 فکر انجام جہاں گزراں رکھتے ہیں
 پہنکر رخت فوجا منہ سے باہر تھے جو یاروں میں
 اسیر آخر تو اک دن گوشہ عزلت میں جانا ہی
 فکر امروز میں مصروف ہیں سب اہل جہاں
 ہر بشر کو چاہئے خوف جہنم دہر میں
 خیال انجام کا آغاز میں لازم ہے انساں کو
 ہر ایک چیز کی طرف اصل ہے رجوع
 خاک بازی کیل تھا میرا لڑکپن میں اسیر
 دیکھتا ہے ایک دن آخر میں ہر شہسوار
 شوخی ابلق ایام یہی ہے جو اسیر
 جو مکاں ہے وہ گھر وندے کی طرح مٹ جائیگا
 گنج دنیا میں جو ہر دم کو نہ ملا تو نہ ملا
 آئینہ ہے جام ہے جمید و اسکندر نہیں
 منزل ہستی میں جانا اور آنا ایک ہے
 ظاہری لذت ہے یہ باطن میں ہے پیغام مرگ
 آبلے کو خار نے چھیڑا ہوا پامال خلق
 فائدہ طول عمارت سے زمانہ میں اسیر
 چاہئے آغاز میں سوچے بشر انجام کو
 مال کار ارباب دول کا سب سے بدتر ہے
 مال کار دنیا کچھ سوائے غم نہیں منعم
 الم میں غافلوں کو سو جیتی ہے عاقبت بینی
 جامہ زیبی میں خیال مرگ بھی کچھ چاہئے
 اسیر اب ہرزہ گردی چار دن کر لیں زمانہ میں
 تربت میں مجھ کو موت یہ دیتی ہے تہنیت
 آغاز میں کبھی ہم انجام کو نہ بھولے
 ست بنیاد عمارت کو ہو کیا خاک ثبات
 آیا کفن کا ذکر اگر رنگٹ اڑ گیا
 آغاز میں ضرور ہے انجام کا خیال
 جمع اسباب کا انجام پشیمانی ہے
 پہلے آغاز سے انجام کی ہے فکر ضرور
 بری جو بات ہے ہرگز نہیں اچھا مال اس کا
 وہ کون ہے جسے نعم البدل نہیں ملتا

ایمیر
 قیام روح پہلے تو سمجھ لے غاڑ تن میں
 نام رکھتے ہیں ہم انکو جو نشان رکھتے ہیں
 کفن پہنے ہوئے سوتے ہیں کیا غافل مزار نہیں
 خوشا وہ لوگ جو چھپ چھپکے خود میٹھے ہیں غاں میں
 اے امیر ان میں ہے اندیشہ فردا کس کو
 قطع ہو کر نخل گلشن صرف آتشخانہ ہے
 مکان سے مقبرہ اپنا بنایا چاہئے پہلے
 پیدا ہوا جو خاک سے آخر وہ خاک ہے
 ہے خیال انجام کا دل کو مرے آغاز سے
 کس کو آتی ہے سواری ابلق ایام پر
 گور اک روز جھنکا یکتا یہ تو کس مجھ کو
 منعم شوق عمارت بازی طفلانہ ہے
 شکر ہے اس کے عوض دولت عقیقے پانی
 جمع اسباب جہاں کس زندگانی کے لئے
 روز مولد شادیاں کوچ کا نقارہ ہے
 نعمت دنیا کے دوں حلوائے زہر آلود ہے
 ہے برا انجام دنیا میں غریب زار کا
 ساتھ کب لیکے لگے قیصر مغفور محل
 گور نے دیکھا شکار آخر کیا بہرام کو
 کہ وقت نزع حسرت بیشتر ہوتی ہے سلطان کو
 سمجھ غمہائے رنگارنگ نعمتہائے الوان کو
 مرمت بیشتر قبروں کی کرتے ہیں محرم میں
 غافل قطع کفن لازم ہے پیرا ہن کیا تھ
 کہ آخر ایک دن تہ خانہ کج قناعت ہے
 خوش ہو کہ تجھ کو آج مقام اماں ملا
 پہلے لحد بنائی پیچھے مکاں بنایا
 جس کا آغاز خراب اسکا ہے انجام خراب
 شوق ہو گیا جگر جو سنی داستان گور
 بنوائے جواب مکاں میں جواب گور
 جس میں ہوا خانہ فروشی وہ دکالیا پیدا کر
 چاہئے گور بھی تعمیر ہو تعمیر کے ساتھ
 چرا نا زخم کے حق میں مضر ہوتا ہے پانی کا
 درخت میں نہ رہے گل تو میوہ دار ہوا

انجام
 آیا جو ہے عدم سے عدم کو روانہ ہے
 دودن کی زندگی کا عجب کارخانہ ہے
 چاہئے شکر جو گزری گزری
 آخر اکٹروں روز گزر جانا ہے
 بشر نہیں ہے اندیشہ مالک نہیں
 وہ کون خاک ہے جس کا مال خاک نہیں
 آخر کو آ کے بیٹھے رہے تیج قب میں
 سارے جہاں سے ہم نے کیا یہ مکاں پسند
 ریاض دہر سے آخر کو خالی ہاتھ جانا ہے
 گزریں کیا کوئی دودن کو شل غنچہ زرباند ہے
 چالب غاکی رہے گا کب تک ہمراہ روح
 ساتھ دیکھا کیا پایادہ تو بس چاکٹ کا
 دل ناکام نے کہیں مارا
 فکر انجام نے کہیں مارا
 ماقول کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
 ماقول کو بے غم عقیقے مزارا نہیں
 کل کلی کے آج خاک ہوا
 پھول کھلا کے آج خیال مال
 اخیر عمر میں آیا ہیں خیال کام
 بہت دنوں میں ہوئے واقف اپنے کام
 آئینہ

انجام
جس کا انجام بلندی ہو وہ پستی اچھی
دلو بخت اپنے کنویں کو سب کنکھوں
جل کے خوف سے دن رات تلخ کام رہے
اجل کے زندگی مستعد میں دیکھا
مڑ نہ زندگی میں انجام بد ہے
اس آغاز کا جو انجام ہوا ہمارا
خدا جانے کیا حال ہو گا ہمارا
خدا جس ہو کے چین زار سے نکلے اشجار
خار و خس چھلنے چلنے کا یہ حاصل
دوہریں چھلنے چلنے کی نظر اسے آج
ہمیشہ طول ال پی رہی نصیبان رہا
ہال کار کا تم کو کبھی نہ بستر ہو گی
نیش دنیا میں بچا ہے تو قیاس نفید
مردقت بگورے دیتی ہے صد خاک
چھ رہیں آپ آپ کو سلطان و گدا خاں
بے فائدہ آرائش سن کرتے ہیں ناں
اس خاک کے انبار سے ہاتھ اچھا کیا خاک
کچھ اپنی حقیقت نہیں مانند ترا ہیں
ہم خاک کے طعمہ ہیں ہماری ہے خدا خاک
مقام حسرت و افسوس ہے یہ گلشن ہستی
نیک گل ہم آئے تھے رنگ بولتے ہیں
تلاش

آئینہ رکھ دے بہار غفلت افزا ہو چکی
خاندن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر
کام کی بات جو کہنی ہو وہ کہہ لو اکبر
لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصر عالی میں
زندگی میں تو رہا کرتے تھے کیا کیا سامان
نہ وہ احباب نہ وہ لوگ نہ وہ شمع نہ بزم
کوئی نہ ہوا روح کا ساتھی دم آخر
کفنی میں ہو کر مدفن میں سو کر
وائے حسرت کچھ نہ دنیا میں کئے اعمال نیک
کس مصیبت میں دیا ہے چرخ نے دو گز کفن
ہاتھ خالی ہی چلے ملک عدم کے سفری
جو کمایا تھا یہیں چھوڑ گئے بعد فنا
مال کار کا جس وقت ہم کو دیان آتا ہے
ابھی سے چاہئے کر رکھیں راہ کی فکر
عمر کھوئی مال و دولت کی ہوا و حرص میں
فکر انجام کی منعم کو نہیں کچھ لے اشک
یاد خدا میں سیم تنوں کا خیال کیا
عقبے کی بھی کچھ فکر ہے انسان کو لازم
اے منعمو کب تک طلب جاہ میں کوشش
ہو امر کے ہم کو یہ تجربہ کہ یہ زندگی کا مال تھا
بنوائے عمارت تو رہے یاد لحد میں
تن خاک کی کا بھر دیا ہے کسے بعد فنا
زمین پہ آئے ہیں جو جائینگے زمین کے تلے
چھٹے نہ ربط فغاں طفل شیر خوار کی طرح
جوانی میں مرے دل کو ہے رنج پیری کا
سب یہیں چھوڑ کے اک روز چلے جائیں گے
نتیجہ کیونکر اچھا ہو نہ ہو جب عمل اچھا
نہ اے شمع و رو کے مرثام ہی سے
ہم لوگوں کی جو بات ہے وہ بے سرو پا ہے
دنیا سے بھی عقبے سے بھی شرمندہ رہے ہم
امور خیر میں کچھ اہتمام ہو نہ سکا
زار زار اب جو بیٹھے روتے ہو
بشر کو چاہئے انجام کار کی کچھ فکر

اکبر
دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی
زینت و آرائش قصر معلیٰ ہو چکی
دم میں چھین جائے گی یہ طاقت گویائی بھی
مال کار بھی کچھ سوچ لے اے بے خبر اپنا
قبر میں بعد فنا آئے تو اب کچھ بھی نہیں
صبح دم وہ اثر جلسہ شب کچھ بھی نہیں
کام آیان اس وقت میں یا ر نہ کسی کا
بھولو گے کم خواب اور کا مدانی
ہاتھ خالی ہم چلے اپنے خدا کے سامنے
عالم اسباب سے کیا خاک پتھر لے چلا
جمع دوروز میں سامان سفر کیا ہوتا
مال دنیا سے بہت اور نہ کم ساتھ رہا
گناہوں کے سبب لے اشک کیا مجھو جتے ہیں
جہاں کے سارے یہ نقش و نگار دور ہوئے
کیا سوا حسرت کے یہ سب اہل دنیا لے گئے
مقبرہ کوئی بنائیں یہ عمارت کیسی
عقبے ملے تو دولت دنیا ہے مال کیا
مرغی کی طرح بیٹھکے انڈے ہی نہ تو سے
مر جاؤ گے اک دن غم دنیا ہے دنی میں
جسے عمر خضر عطا ہوئی اسے یک نفس بھی بال تھا
بھولے نہ خواب کبھی عبرت کے محل کا
خاک کا ڈھیر ہے بس خاک میں مل جائے گا
خدا کی ذات کو لیکن کبھی زوال نہیں
جوان و پیر جو فسر مال کار کریں
خزاں کے آنے کا کھٹکا مجھے بہار میں ہے
کیوں عبت لوگ کہا کرتے ہیں میرا تیرا
نہیں بویا ہے تخم اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا
ابھی تجھے کو آنسو بہانے بہت ہیں
آغاز کسی کا ہے نہ انجام کسی کا
کچھ ہو نہ سکا بھٹ سر انجام کسی کا
مال نیک ہو جس کا وہ کام ہو نہ سکا
بھڑکیوں تم نے ایسا کام کیا
جہان میں کوئی بار دگر نہیں آتا

تلاش اب تو ہے گور و کفن کی دنیا میں
سمجھے خلعت بشر اسکو جو کفن بھی مل جائے
اسے بھر غمزدہ ہوں نہ روؤں تو کیا کروں
ہے خزاں ہر بہار کا انجام
روئے انسان جو منسنے کا نتیجہ سمجھے
چار بالشت امارت جائے آسائش نہیں
سینہ کو بی کر چکے غم کر چکے
سو گھر گرا کے ایک اٹھایا محل تو کیا
دیکھیں منزل پہ کیا گزرتی ہے
رکھتے تھے جو مزاج میں بل تار کی طرح
لے گئے حسرت و افسوس سلاطین جہاں
ملا نہ دین نہ دنیا ملی تباہ چلے
کفن میں اس لئے مرمر کے منہ چھپاتے ہیں
حصول کچھ نہیں نشو و نما دینا سے
شر کا شرہ زمانہ میں سنگساری ہے
نہ تو دنیا مجھے ملتی ہے نہ عقبہ مجھ کو
پاس کا فور و کفن چاہئے تو مشہ ہمارا
مر گئے آخر علاج اپنا نہ ان سے ہو سکا
اٹھ گئے پھول جھاڑ کر دامن
کبھی نہ دنیا میں چین پایا ہمیشہ رنج و الم اٹھائے
زاد راہ کی فکر کر سامان کر و فر نہ ڈھونڈے
خاک پر جس کو نہ سونا ہو اُسے زیبا ہے فرش
کسی کے ساتھ نہ جائیگا نام لئے منعم
یہ تیری مندریں ہے جیتے جی منعم
جو کنواں کھود گیا اسے دل وہ گر گیا چاہ میں
انجام پہ لوح سرتربت سے نظر کر
وہ تو پائے گا وہاں راحت و آرام سوا
جو یہاں بویگا تخم اس کا وہاں پھل پائیگا
یار و تم آگے کہاں تھے وہاں سے آئے
رکھتے تھے بدن کو جو تروتازہ بہت سا
عاقبت کام نہ آئے گا کوئی حق کے سوا
کیوں نہ پیری کی دعائیں مانگیں ہم وقت شباب
دہر میں سب کا مال زندگانی گور ہے

بہت دنوں رہے سامان اب سفر کے ہیں
یاس و حسرت کے سوا اور یہاں کچھ بھی نہیں
دل میرا آہ آہ ہے فکر مال میں
خار و خس ہے مال کا رچمن
پھول کھلتے ہیں چمن زار میں مرجھانے کو
چار تختوں کے تلے ہے خوابگہ تیمور کی
جیتے جی رسم اپنا ماتم کر چکے
منعم سفر تجھے تری تعمید ہو گئی
زاد راہ عدم نہیں رکھتے
وہ لوگ جنتری میں لکھنے گورنگ سے
کچھ نہ حاصل ہوا دارائی و دارابی سے
اسے بھی چاہ چلے اور اُسے بھی چاہ چلے
کہ رو سفید ہم آئے تھے روسیہ چلے
درخت پھل کے بہت زیر بار ہوتا ہے
درخت پھل کے یہاں کیا نہال ہوتا ہے
میری خلقت کا خدا جانے نتیجہ کیا ہے
کیا خبر کب ہو سفر کوچ کا سامان ہے
دیکھ یہ ہے بو علی سینا یہ جالینوس ہے
خاک باغ جہاں سے حاصل ہے
یہاں رہنے سہا تھا اٹھایا چلے عدم کو قدم اٹھائے
کیا سواری چاہئے دنیا سے جانے کے لئے
گور میں جس کو نہ رہنا ہو اُسے گھر چاہئے
زمین میں آپ گئے مہر پر خطاب رہا
فقیر کا ہے لب گور بویا موجود
گور کن کے واسطے اک روز آخر گور ہے
ایسا تجھے آئینہ سکندر نہ ملیگا
جس نے یاں صبر کیا رنج و الم کھائے گا
وہ جہاں دارالجزا ہے یہ جہاں دارالعمل
پھروہیں جاؤ گے آخر کو جہاں سے آئے
مٹی میں وہی مل گئے بوسیدہ ہو گل کے
خلق سے تجھ کو تراب اتنی محبت ہے عبت
خوب ہیں آگاہ اس آغاز کے انجام سے
وقت آخر کون ہے جس سے یہ منزل رگہی

انجام
نوجوانی میں خیال عہد پیری خوب ہے
فکر کرنا چاہئے آغاز میں انجام کی
گل پیردہ پینتا عبت ہے گل تازہ
وہ گل مرجھا چکا ہے آج تو مرجھانے والا ہے
سگر مال کا ر دنیا تو نے سوچا بھی تو کیا
عاقبت کی فکر کر جب عاقبت اندیش ہو
لگا کر اس سے دل نا عاقبت اندیش کیا لیگا
یہ عالم کا مرقع ایک مثال خیالی ہے
شمع کا فوری جل کر تھی جن کے رو برو
نیزہ و تاراب انجام کا خوب و زشت
دیکھ چشم غور سے انجام کا بد و زشت
کیا شرمی کا ملنا گزرتے ہوئے بد و زشت
حال کا ہر سب پر یہی نمرود اور شداد کے
لیکئے اعمال کی گھڑی سروس پلا کے
خاک میں جب خاک کا تپا بدن لے جائیگا
عیش ہو گا خاک اور رنج ہیں اجلا پیران
کیا دیا اور کے کتے ہیں لجا لیگا
خاک میں تو اک فقط خالی کفن لجا لیگا
کہہ رہی ہے ہاتھ مل کر کہہ میری کیسی
لگا نہ دل

تلاش
جبار
جنوں
جلالی

انجام
پھر خزاں آنے کو ہے گلزار میں
جوانی اور لڑکپن چند روز
ہے جو خاک سے رغبت نہ ہو آخر تو وہی ہے
کیوں خاک سے دیکھا تو ملی اس میں
بہت غور سے دیکھا تو ملی اس میں
پھر وہی کج فتنہ ہے وہی صبا کا گھر
چار دن اور ہوا باغ کی فکر اقبال
جن کا اقبال نہیں ان کو ہے ادب کا خوف
اہل اقبال کو دن رات ہے باز آئے
دنیا کے ہم وسیع مکانوں سے باز آئے
اسے منہ بوجھنے کی خاک کی ہے
مٹی تو آپ پتہ نہیں کیا خضر دروازے
گلہ زینا بے تک ہے مندر
قصر و ایوان تک بے یار و گار
گور تک اسے آخر فنا
کو بجھے لاکھوں برس آخر فنا
کیا کریں مر جائیں عمر نشیں
تخت نشیں کوئی کوئی خاک و گدا کا
انجام غرض ایک ہے ہر شاہ و گدا کا
چار دن کے واسطے کیا کیا نہ کچھ سامان لئے
کوئی یاں دار انبا اور کوئی اسکندر بنا
آغاز میں

لگانہ دل نہ اے بلبل چمن سے
ہوا ہو جائے گی فصل بہاری
نظر انجام پر شبنم کی ہے کہتی ہے روز و کر
مثل غنچہ ہے یہاں انجام پر اپنی نظر
ریخ کیا اس کا اگر کھلا گئی دل کی کلی
لامکاں تک ہو رسانی جو بشر کی تو کیا
جو یار تھے محفل کے وہ سب اٹھ گئے یارب
بیموں بچیاں تخت پر کرتے ہیں بستر خاک میں
فکر کچھ ایوان عقبے کی بھی ایدل چاہئے
کرتے ہو عبث خانہ خاکی کی عمارت
کس بھروسے پر کوئے انساں جہاں سرکشی
اس عالم فانی میں یہ دہن ہے ہمیں حیرت
خسرو رونمائی کا مال کا یہ دیکھا
کنج مرقد کے تصور کو نہ چھوڑے کوئی
لالہ رو پیدا ہوئے کیا کیا ہزاروں گل کھلے
ہنس پڑا بلبل ناداں کی جو بیتابی پر
کس زندگی کے واسطے بنوائے مکاں
آباد ہوگی قبر گرے گا جو قصر تن
خوش ہو کے چمکتے ہیں جو یہ موسم گل میں
عزیز و کہاں تک یہ آتش مزاجی
کسی نے ذکر کیا ہے جو قصر و ایوان کا
زاد عقبہ زرو گوہر کو سمجھئے نہ غلیل
گنبد چرخ میں رکھی ہے مکافات عمل
جہاں سے جانا ہے اک دن کو یا مٹی میں
ملک ہستی میں عدم سے ہوا آنا اپنا
جو ہو آغاز میں بہت سہ وہ خوشی ہے بد
کام دنیا میں نکلتا نہیں آسانی سے
آغاز جدائی کو جدائی نہ سمجھ تو
ہے واسطے ہر کام کے اک روز مقرر
اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں واسطے

کہیں باد خزاں آئے نہ سن سے
عبث دل بستی رنگ چمن سے
گلوں کو دیکھ رکھیں اتنا کھدو ہنسنے والوں سے
لب پہ ہوتی ہے ہنسی دل میں خوشی ہوتی نہیں
ایک دن نذر خزاں سارا چمن ہو جائیگا
پھر اُسے خاک میں ملنا ہے کہ وہ خاکی ہے
کھٹکا ہے مجھے سخت لگا روز جزا کا حیرت
ایک دن جانا ہے ہم کو اے برادر خاک میں
چھوڑ جائیگا ادھوری یاں کی سب تعمیر کو
ہوتی نہیں پوری کبھی تعمیر کسی کی
خاک کا پتلا ہے اک دن خاک میں مل جائے گا
انجام بخیر اپنا گزر جائے تو جانیں
کہ نادم ہو کے زیر خاک نہاں ہو جائیں
دل میں سمجھئے تو کہ آخر ہے وہی گھر اپنا
بعد مرنے کے کھلا یہ سب ملسم خاک تھا
گل کے انجام یہ شبنم ہوئی گریاں کیا کیا
حیرت ہمیں تو فکر ہے لوح مزار کی
اب پھر وہیں بسلیگی یہ بستی جہاں کی ہے
ہنستی ہے خزاں دیکھ کے مرغان چمن کو
تمھیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا
خلیل یاد مجھے گوشہ مزار آیا
نہ گھر جاتے ہیں ہمراہ نہ زرجاتا ہے
جو کہا جس کو وہی مجھ کو صدائیں آئیں
تو چھوڑ جاوے گا سب ایک بار مٹی میں
آئے جس جا سے اسی جائے ہے جانا اپنا
جس کا انجام ہوا چھا وہ مصیبت اچھی
جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی
ہوتا ہے وصال ایک دن انجام جدائی
ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا
تم اس میں جو اندیشہ فردا نہیں رکھتے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب ہیں واسطے

جویا
جلیل
حفیظ
حیرت
جلیل
حالی
خلیل
خاکی
خاموش
داغ
ذوق

آغاز میں ہر امر کا انجام سوچ لے
 کام وہ کیجے کہ آخر میں پشیمانی نہ ہو
 جس کو دنیا میں ہے کچھ فکر مال اندیشی
 برا کہو نہ کسی کو سخن خدا سے ڈرو
 دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا
 اگر کر گیوں نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے
 گزرا کبھی نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
 تلاش زبست میں اتنا نہ مر کہ ہستی کی
 ابھرے ہے کیا حباب نمط اے حریر پوش
 منزلیں ہیں ہمیں معلوم سفر سے پہلے
 دیکھ کر اس سرو سامان کو نہ خوش ہو غافل
 کہتی ہے عشرت گدہ سے میری عبرت لے سراج
 کہتی ہے موج صبا کے فنا نقش حباب
 اہل عدم یہ کہنے لگے دیکھ کر مجھے
 کیا وہ دنیا کہ ضرر جس میں ہو عقبے کا شہید
 جو ہوتا ہستی فانی سے واقف
 ایلئے کہتے ہیں تجھ کو مزید عقبے سنبھال
 تخم جیسا بوئیکا شاداں وہی پھل پائے گا
 فردا کا فکر چاہئے دنیا میں اے شفیق
 ملی سب خاک میں عزت مٹی شان و شوکت
 لازم ہے آدمی کو کرے فکر عاقبت
 نہ کر عجب کہ عجلت کا نتیجہ ہے پشیمانی
 ہے مال زندگی اک روز تلخی نزع کی
 اک دن ضرور زیر زمین ہوئیکا مقام
 صفائی سے بدن کی فائدہ کیا خور کر غافل
 سرکش ہو کوئی گر کبھی برپا نہیں ہوتا
 طالب تھا اس نمود کا انجام خوشنما
 عطر کیا چاہئے اے مشفق من مٹی کا
 جانو اسی کو عاقبت اندیش اے ظفر
 یاں آئے کہاں سے ہیں کہاں جاؤ گے یاں سے
 عقبے کی ظفر چاہئے کچھ فکر بشر کو
 کرتے ہو کیا کیا یہاں کے تم مکان آراستہ
 انجام پر موقوف ہے ہر چیز کا آغاز

انساں کو گر خیال ہو اپنے ماں کا
 سوچ لینا خوب ہے آغاز میں انجام کا
 اے سخن اس کو پھر اندیشہ فردا کیا
 خبر نہیں کہ تمہارا مال کیا ہوگا
 کھوٹی بس تم نے سخن عمر یہاں ہا عبث
 زمیں پر غافل رکھو قدم آہستہ آہستہ
 دنیا سے لطف زبست جو دیوانہ لے گیا
 خبر جنھوں کو ہے سمجھے ہیں وہ عدم جینا
 یاں جس کو دیکھئے سو ہے آخر کفن بدوش
 کہ وہیں جانا ہے آئے ہیں جد ہر سے پہلے
 چار گز سے جو زیادہ ہے کفن کس کا ہے
 ایک دن اہل عدم کا تو مکاں ہو جلتے گا
 ایک دن حضرت انسان کی حالت ہو ہی
 نکلا تھا جس سے تو وہی آخر وطن ہوا
 وہ نہ کر کام ہو جس کام کا انجام قبیح
 نہ ہنتا کھل کھلا کر گل چمن میں
 کل اسی کے ہاتھ ہوز رہا تھے میں جیکے ہچول
 چاہتا ہے کیا چمن میں شاخ جس تس کے پھول
 تیار جا کے کیجئے کنج مزار آج
 جو تھے عالی مکاں وہ ہو گئے بے خانماں کیونکر
 کیا اعتبار ہستی ناپائدار ہے
 بشر کو چاہئے سب کام کرنا سوچ کر پہلے
 سیر دنیا سے ہوئے ہم رنج و راحت دیکھ کر
 پھر اتنا زکیا ہے سریر و حصیر کا
 جب اک دن جسم کو سب لوگ مٹی میں ملا دیں گے
 انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا
 انجام کو جو غور سے دیکھا تو خواب تھا
 لوگ بھر دیتے ہیں مٹی سے دہن مٹی کا
 دنیا میں جس کو فکر ہو روز نشور کی
 حیراں ہیں طفل سر ہم یہ سمجھ نہیں کھلتا
 بیہودہ ہے دنیا کی ہمت میں تشویش
 غافل و اں کی بھی کچھ تو خانہ آرائی کرو
 مفتوح رہیں عیش کے ابواب کہاں تک
 ظہیر

انجام
 رسول کا کیوں ہے سال و عمارت میں یہاں
 سخن غنی ہوا ناں محتاج ہے
 تشویش مجھ کو رہتی ہے انجام کا رسی
 میں اپنے طول فکر سے اوں شبائے رنج
 ہشیار ہو مسکن ہے ترا ایک دن اس جا
 شخص کو یہ قبر کی دیتی ہے جہان میں
 محتاج وقت مر غنی ہیں جہان میں
 خلعت جو خستے تھے وہ سال کفن کے ہیں
 بشر کو عاقبت کار کا خیال ہے
 بنجر دیکھئے اپنا مال ہو کر نہ ہو
 بنجر راحت کی تناسل ہے
 جگر انجام ہے اس عرصہ میں کیا کیجیو
 چار دن زبست ہے جہاں میں بے کار
 حکم تعمیر عمارت ہے جہاں میں رہتا ہے
 کس کی زبان میں نشان رہتا ہے
 قبر کا ملک عدم بھیجا ہے غور
 دیکھنا ملک عدم کچھ کر چلے
 سیر دنیا تو بہت کچھ گئے ہیں
 سیر جانا ہے جس جا سب گئے ہیں
 وہیں جانا ہے جس جا سب گئے ہیں
 فنا ہونا عدم کی شوق
 فنا ہونا ہے جس جا سب گئے ہیں
 خاک ہو جائیں گے غصہ خدا سے عاشق
 چار دن کے لئے ہے خواہش اکیر عبت
 چہ جگر

انقلاب

انقلاب

مٹ گئیں جو صورتیں کیا کہیں کس سے کہیں
چرخ کا یہ انقلاب دیکھتے کب تک ہے
کبھی یہ جبین رشک ماہیں تھی
یہی خاک میں صورت نقش پا ہے
اب زمانہ کا رخ ہے آصف
کیا خوشی کا کوئی زمانہ تھا
جہاں نے سازید لا ساز نے بارون کی مت بدلی
گتوں نے رنگ بدل لا رنگ نے شے بھی اب نہیں
جیل ہے وہ دن کہ یاروں نے شتا ملے نہیں
لے آفسوں آج صورت آ کر کیا ہے
رکت نہیں انقلاب چار کیا ہے
جہاں ہیں ملک بشر جہاں کیا ہے
بنائے کار جہاں انقلاب ہی دیکھا
ہمیشہ ہم نے یہاں انقلاب ہی دیکھا
فلک کے دور میں ہمارے یہاں انقلاب
اگر چہ فتنے بدتر ہیں اب غلام سے ہم
زندگانی

اک دن وہ ہائے فرش زمیں پر کر گئے خواب
فریدوں کوئی یا کہ بہرام ہوگا
عاقبت لے نہ گیا یاں سوتہ خاک نصیر
پھیلا کے پاؤں گور میں آخر کو سو رہا
کل کی خبر کسے ہے گلستان دہر میں
اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت میں مانا
بعد مردن اس کو راحت اس کو حسرت ہو نصیب
ذکر کیا شاہ و گدا کا صل میں ونوں ہی ایک
خاک سے کیوں ہے اجتناب آیا
خاک ہے او سخت جاں اکدن ترا تن خاک میں
تین عنصر کرتے ہیں اپنے مراکز کو رجوع
خاک اڑتی ہے اگر گھر میں تو کچھ پروا نہیں
گو پہنتا نہیں جز جامہ رنگیں تو آج
کیا بخیر انجام ہو جب ہو بدی آغاز میں
جو اور کی بستی رکھے اس کا بھی بتا ہے پرا
جتنا یہ خاک کا ہے طلسمات بن رہا
ہم کو تو خاک پہ سونا ہے نظر میں اپنی
جہاں میں آئے ہیں تنہا ہی اور تنہا ہی جانا ہے
وہ مال اندیش ہیں آغوش مادر میں نمود
جھکے گی پیٹھ ضرور انکی بار عصیاں سے
گور میں جانا پڑے گا ایک دن سب کو ضرور
دل میں سوچ اپنے ذرا بعد فنا سے منعم
تھی میسر عرش یا اب ہے اسیرت خاک
ہے اگر قصد عدم کر مجتمع زاد سفر
عقبے کی فکر چاہئے انساں کو واسطی
انساں کو کہ حاکم افلاک ہو گیا
کل گور میں مٹی پہ پڑا ہوگا تو منعم
کیا کیا کھلے تھے گل چین روزگار میں
جانا ہے یہ خاک بس اے تارک دنیا
اسباب و مال دنیا ہے یونہی سب کچھ اکدن
ساتھ ہی سوچکے انجام کو شبنم روئی
لاش دشمن پر بھی اے کیتا نہ ہنس
مال اندیش انکو دیکھ کر ہنستے ہیں اے کیتا

پابوس جن کے مسند مائل ہے سرخ و سبز نصیر
ولے عاقبت گور سے کام ہوگا
گنج قاروں کی طرح حاتم طائی سر پر
کیا لے گیا جہان سے بہرام گور چیز
جو کل ہے مغتنم ہے جو گزرے خوشی سو آج
چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازہ کا بنانا ہے
فرق اتنا ہی نظر آیا گدا و شاہ میں
فرق مرجانے کے بعد انساں و حیوان نہیں
ایک دن غیر خاک خاک نہیں
خاک ہو جاتا ہے آخر کبے آہن خاک میں
خاک کا بعد از فنا ہوتا ہے مدفن خاک میں
ایک دن مل جائے گا یہ خانہ تن خاک میں
کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید
ہو سکاں تیرا صابن معمار اگر دیوار کج
جو اور کی مارے چھری اسکے بھی لگتا ہے چھرا
پھر خاک اسکو ہونا ہے یا روجد جدا
قصر کسے کا فریدوں کا محل کیا ہوگا
بشر کا ہے کو دودن کے لئے جھگڑے لگا رکھے
یاد آغوشش لحد میں کرتے ہیں فریاد ہم
کھینچے شباب کے عالم میں جو جاں گدخ
فائدہ کیا قصر جمشیدی کی گر تعمیر ہے
نہ یہ دولت نہ یہ ثلوت نہ یہ حشمت ہوگی
واہ کیا آغاز تھا اور کیا ہوا انجام روح
اے مسافر دور ہے یہ راہ یہ منزل دراز
کس واسطے عبث غم دنیا اٹھائیے
آغاز میں جو خاک تھا پھر خاک ہو گیا
کیوں آج دکھانا ہے یہ جاہ و حشم اپنا
کھٹکے فلک کی آنکھوں میں وہ بنکے خالص
کیا باندھ کے بیٹھا ہے مکاں کوہ کے اوپر
جانا ہے یاں سے آخر سوے عدم جبریدہ
گل شگفتہ جو ہوے صبح کو خنداں ہو کر
جو ہنسے گا وہ ہنسیا جائے گا
زمین جو گھر بنانے کو تو نگر مول لیتے ہیں

زندگانی کا مزہ ملتا تھا جن کی بزم میں
اکبر ہمارے عہد کا اشرے انقلاب
انقلاب روشن چرخ کو دیکھ اے اکبر
اس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہوں میں
خرابی خانہ ہائے عیش کی ہے اور گردوں میں
خزاں میں بلبل و گل کا نشاں تک نہ رہا
جہاں گل تھا غلغلہ طرب ہاں آج ہو غصیب
تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبر
رنگ عالم دیکھئے اب زیبِ زینت اور ہے
اہل زمانہ بن کے بگڑتے ہیں کیسے جلد
یہ چوچے، یہ صحبت، یہ عالم کہاں
کیا زمانہ ہے نہیں صاف کسی سے کوئی
امیر جمع ہیں احباب درودِ دل کہہ لے
دورِ فلک سے ان کو نہیں پوریا نصیب
منظورِ چرخ ہے کہ امیرِ سیاہ مست
روشن تھے جن کے قصر میں سوہنیوں کے جھا
جن جوانوں کے میرِ فلاح پڑتے تھے قدم
امیر اک روز یہ گل سوکھ کر ہو جائینگے کانٹے
اب دیکھیں کیا دکھائے نشیبِ فراز دہر
برخلاف ایسی ہوا باغ جہاں کی ہے امیر
نہ راستی کا نشاں سرو میں نہ گل میں ہے بو
جو آبادی ہے ویرانی ہے آخر
عجب انقلاب ہے کہ ہے اقربا میں بھی تفرقہ
ہوں بڑا بہرِ پیا ہے پیرِ فلک
زمین قصرِ سلطین سے آرہی ہے صدا
دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے
اشرے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے
ذرہ و پروانہ آسا گردشِ ایام سے
نیرنگیاں دکھاتا ہے کیا انقلاب دہر
کسی کی نہیں پوچھتا بات کوئی
رہی عزت و جاہ و شکست نہ قائم
انقلاب دہر سے ممکن نہیں شکلِ ثبات
دنیا کو آتش ایک کے اوپر نہیں قیام

ان کی قبروں کا بھی اب مجھ کو پتہ ملتا نہیں
 گویا وہ آسمان نہیں وہ زمیں نہیں
 کل جو تجھے دوست مرے آج عدو بن بیٹھے
 زمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے
 جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ویراں ہو جاتے ہیں
 ہوا بدل گئی دو روز میں گلستاں کی
 کہیں اک مکاں ہے گرا ہوا کہیں اک شکستہ مزار ہے
 بہت نزدیک وہ دن ہیں کہ تم ہونگے نہ ہم ہونگے
 کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے
 ہے ماہ کو زوال و کمال ایک رات میں
 خدا جانے کل تم کہاں، ہم کہاں
 دوست کے دل میں وہی جو دل دشمن میں نہیں
 پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے
 جن کے لئے تھی مسند پر زر لگی ہوئی
 دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پیئے
 محتاج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے
 اب زمیں پر ٹھو کریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
 چمن کی جو روش ہے آج کل جھاڑی جو گل کی
 اب تک تو جس زمیں پہ رہے آسمان رہے
 پھول کو ہاتھ لگاتا تو شرار اہوتا
 بدل گئی چمن روزگار کی صورت
 بھرے جنگل ہزاروں شہر اجڑ کر
 نپد رہے کوئی پسر سے خوش پسر ہے کوئی پدر خوش
 صورتیں تازہ نئی روز دکھاتا ہے رنگ
 کہ آج منزل عشرت ہوں کل مزار ہوں نہیں
 جو مرنے ہیں وہ جیتے ہیں جو جیتے ہیں وہ مرتے ہیں
 تربت فقط عمارت شاہی میں رہ گئی
 ہیں پریشاں حال دن بھر ہم تو سوزاںات بھر
 یہ کاس گدا ئی ہے سر بادشاہ کا
 ہوی یہ زمانہ کی حالت بگڑ کر
 ملے خاک میں پھول پھل برگ جھڑ کر
 شام کو بگڑی ہوئی آئی نظر تعمیر صبح
 یہ آج اکل وہ صاحب طبل و سلم ہوا آتش

انقلاب
صبح پوشاک سے ہے تو شام سفید
کوئی شام نہیں صبح ہوئی اے مغرور
گمراہ گمراہوں سے بچنے جس طرح سے ہو سکے
عجب گمراہوں کا آتش میکان گردش میں ہے
ڈر ہے گمراہوں کے آتش میکان گردش میں
گردش دوران سے مردان خدا بے باک ہیں
فوج کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب کا
نہیں راز زمانہ کو ایک حالت پر
جو دوپہروں میں نالوں تو دوپہر خاموش
کیا نفاق انگیز چلتی ہے زمانہ میں ہوا
سیکڑوں مجموعہ محبت پر نیاں ہو گئے
چلی ہے ایسی زمانہ میں کچھ ہوا لٹی
کر سیدی بات سمجھتے ہیں آتشا لٹی
روز و شب چرخ ہنڈولے کی طرح پھرتا ہے
کس طرح سے زمانہ تہ و بالا ہو جائے
چہکار تے ہیں مرغ خوش الحان تے تے
دھلا رہا ہے رنگ گلستاں تے تے
کبھی تو ہو گا ہمارا بھی یار سیلو میں
کبھی تو قصد کرے گا زمانہ کوٹ کا
کبھی تو قیام اس کو قیام ہے
کبھی نہیں اس کو قیام ہے
نیا کا کارخانہ طاسی مقام ہے
زمین چین

انقلاب

انقلاب

انقلاب عالم بدل گیا ایسا
 شیر باد رہے خون بار بار کا
 خاک ہو گئے جسم جاں اپنا ہو جا بھی
 ایک دن حالت ماری کیا ہے وہ فانی ہے
 مقام باں وحشت انقلاب وہ فانی ہے
 جو کل آنکھوں سے دیکھنا کونو کو کہانی ہے
 پہنچاتے نہیں یہ مجھے میرے آستان
 کیا انقلاب وہ ہے صورت بدل گئی
 جسے کہ ابتدا میں تھے ویسے ہی ہم رہے
 بے ہزار رنگ جہان خراب
 چلی جی ہو پست تان وہ میں میں
 نفس میں ہیں در گنجین کے دہن میں
 ذرا عبرت سے دیکھو یہ ہیں قبور عالم
 کہ مسک سیم و زراب کاٹ
 ہر دم گلاڑتا ہے زمانہ اسے خاک
 جو آج ہے جہان کی صورت وہ کل نہیں
 زمانہ کو تغیر ہے بغیر کو حدوث اسے دل
 نتیجہ یہ ہے حادث جہان لازم ہے ان کا نام
 نماز ندگی میں یہ قبیل جس کا نام
 مرنے کے بعد اب وہ سپر آغ مزار ہے
 تاج

زمین چمن گل کہلاتی ہے کیا کیا
 بدلتی رہتی ہے ہر دم ہوا زمانے کی
 گد سلطان ہوئے سلطان درویش
 پیید موعے سید اپنے ہو گئے مکیا جلد
 نہیں پست و بلند وہ رہے نیکوں کو بھی فرصت
 پیری میں موسفید جوانی میں میں سیاہ
 تھوڑے دنوں میں تل جواں میں جوان پیر
 خورند کیا عدو میں ہمارے ملال پر
 کبھی تو کم ہو جہان تباہ کی گردش
 کیسی ہو بدل گئی ہے باغ دھسر کی
 امیدیں کیوں نہ ہو ہم کو ملال میں
 مکاں آباد تھے جتنے ہوئے ہوئے مکان آخر
 انقلاب وہ ظاہر ہے عیاں تغیر حال
 ایسا بھی اے سپر کبھی انقلاب ہو
 آئینہ زمانہ ہے بڑے ناہم میں مردم
 کیا دیکھتا نہیں ہے زمانہ کا انقلاب
 ظاہر و درنگی چمن روزگار ہے
 کس کا گلہ ہے آنکھیں اگر تم نے پھیر لیں
 زیر زمین پڑے ہیں وہ آج کیسے غافل
 دور فلک سے اہل زمین کو نہیں مترار
 انقلاب عالم فانی تماشا ہے اسیر
 ایک صورت پر نہ دیکھی نسبت خوان فلک
 کیا انقلاب ہے کہ زمانہ میں ہر زمیں
 لازم ہے انقلاب زمانے کے واسطے
 قسمت نے پوری ہے جگہ دی جو تخت پر
 ثابت ہے بے دلیل دورنگی جہان کی
 رہتا ہے مجھے خوف یہ نیزنگ جہاں سے
 سر سبز اس چمن میں ہمیشہ رہا ہے کون
 کس طرح ہو انقلاب دہر کا عالم بیاں
 کیا دور چرخ سے ہے پس مرگ تفرقہ
 رنگ کیا جہان کا بدلا
 پاؤں پھیلانے کی جان کو نہیں زنداں میں بھی
 کبھی یوں منقلب ہوتا زمانہ

بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے
 کبھی صبا کبھی ضرر کبھی ہے گرد آتی
 عجائب کارخانہ ہے خدا کا
 دورنگی چمن روزگار کے باعث
 نمایاں ہو کہ یوسف چاہ میں عیسیٰ میں گردون
 رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک رنگ پر
 نظارہ تغیر اہل زمانہ کر
 رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک حال پر
 کہو سپر کرے راہ راہ کی گردش
 ہے زاغ کو بھی بسمل گلزار کا دماغ
 سو سو جو انقلاب ہیں ایک ایک سال میں
 نہ کوئی طاق کسری میں نہ ایوان فرید میں
 آج جو ہے گل نہ تھا جو آج ہے وہ گل نہیں
 درویش کے قدم پر سیر بادشاہ ہو
 کہ خوش ہوتے ہیں منکرشل نے یہ میرے شیون کو
 پھیرے ہوئے گدا سے ہے کیا بادشاہ آٹھ
 فصل خسراں کبھی کبھی فصل بہار ہے
 یہ مقتضائے گردش لیل و نہار ہے
 کل تک دماغ جن کے بالائے آسمان تھے
 ہر مہر اس بساط کا خانہ بھنا ہے
 زن لباس مرد میں ہی مرد و زن ہیں ہے
 مہر نان گرم ہے ہتاب نان سرد ہے
 دریا ہے گاہ گاہ بیاں ہے گاہ راغ
 آئے ہیں سب جہان میں جانے کے واسطے
 سمجھایہ میں فقیر کہ بستر بدل گیا
 کچھ حاجت گو اہی جو راہ نہیں مجھے
 اڑتا ہے مزارنگ قفا سے پر طاوس
 چرتے ہیں گور ترست بہرام گور پر
 چشم ہے دیکھا جو کل ہے گوش کو انسان لچ
 شہر فنا میں جسم ہے ملک بقائیں روح
 تھے جو توری ہوئے وہ ناری آج
 زندگی میں کارخانہ جن کا عا سبہ تھا
 فقیروں کی دہائی شاہ دیتا

آتش

آزاد

ایسر

انقلاب

چاہ

جنون

جا

جوش

اس جہن

دہرا خراب نے مارا
 بجے اس انقلاب نے مارا
 جس جگہ تھے قہر شاہی اب وہاں دیرانہ ہے
 تھے جا کے پہاں واں خچہ کا مسکن ہوا
 گزشتہ میں جو چہرے تھے ان کا انقلاب ہو
 ہر دم میں کیوں نہ نیا انقلاب کے
 آئی شب فراغ کے دن وصال کے
 ایک مال پہنچی ہیں بہت زانہ ہے
 قہر عالی تھے جن کے رشک جہاں
 وہ بیکیں اور وہ بیکان در ہے
 نہ میر میں یہ نام و نشان امیروں کے
 جو قہر شاہ تھے تھے بے غنیمت
 جلت کوئی دم کی ہے زمانہ میں غنیمت
 اک دم میں جوں ہوتا ہے عالم تہ وبالا
 جس مکان میں رات بھر ہوئی شادنی
 صبح واں تکیوں صراچی چور ہو گیا تھا
 کھلے جو دیدہ عبرت بدل گئے سورنگ
 غم دور گئی دہرا کیار کرنے
 خانہ آباد لاکھوں دشت ویران ہو گئے
 دیکھتا ہوں یا اولی الاصباء کیا تھا کیا ہوا
 اس جہن

کیوں نہ حسرت با کہوں میں گردوں کو
 جس جا پہ بھپ کرتی تھی کل مسند شاہی
 لائق دید ہے نیزنگ جہاں فانی
 نفس چند ہے یہ لالہ و گل کا عالم
 آج ہے زیر قدم کل اے فلک
 تسلیم اضطراب کے بدلے ہو دل کو چین
 کسی کا ہے دور آج کل تھا کسی کا
 انقلاب آسمان سے خاک ہو عبرت مجھے
 آگئی فصل خزاں اڑتی چین میں خاک ہے
 فلک کرتا ہے کیا پا جی پرستی اس زمانہ میں
 اک قدم جو بے سواری چل نہ سکتے تھے کبھی
 قیام عمر دور روزہ جانی کبھی نہیں ایک قاعدتے
 قیام عمر دور روزہ جانی کبھی نہیں ایک قاعدتے
 مال کا جہاں فانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
 گئے ویش و نشاط کے دن زمانہ سنج و ملال آیا
 کل تھا چہرے پہ جو سر تیج مرصع باندھے
 جو مسہری پر سدا سوتے تھے وہ افلاس میں
 ناٹھنسی 'نوجوانی' پیری تینوں دیکھو
 اب کے دنیاوار کیا کرتے ہیں دولت پر گھمنڈ
 جن کو نہ یسر تھی کبھی دھڑی اوھی
 عجب دور گردوں کے ہیں انقلاب
 ہے خزاں باغوں میں روتے ہیں یہ کہہ کر باغیاں
 کبھی جھٹوں سے قائل نہ کوئی حکیم ہوتا
 زمانہ کی روش ہر ہر قدم پر مجھ سے کہتی ہے
 بعد مردن بھی کہاں سنگ حوادث سے نجات
 مٹانے کو مرے سنگ حوادث اڑ کے آتے ہیں
 مرکز بھی ہے نشیب و سراز جہاں وہی
 دیکھ نہ اداں سایہ دیوار
 منڈ نشیں ہوئے تو کبھی بوریان نشیں
 بگوئے کی صورت بیا باں میں پھر کر
 پیش نظر ہے رنگ خزاں و بہار کا
 کیا انقلاب دہر سے اشد کی پشاور
 انقلاب بخت سے راحت کہاں زیر زمین

ہر دم اک رنگ یہ بدست ہے
 واں آج نظر آتے ہیں خاشاک کے ٹوٹے
 کل جو بے سیم تھے وہ آج ہیں زرد دار بنے
 کچھ نہ ہوگا جو خزاں کا کوئی جھوکا آیا
 یہ زمین بالائے سر ہو جائیگی
 آئے زمانہ جلد کہیں انقلاب کا
 نہیں ساتھ دیتا زمانہ کسی کا
 میں کوئی اہل دل ارباب حشمت میں نہیں
 اب زر گل کے عوض گل کے دہن میں خاک ہے
 نہ ہوا بارش نہ فوج ہو قبال ازل کا
 کام وہ کرنے لگے ہیں آج کل سائیس کا
 بہار گل لطف نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدتے
 تعلق عیش زندگانی کبھی نہیں ایک قاعدے پر
 بہار گل لطف نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدتے
 شباب نے شیب سے بدل کی عروج گزرا زوال آیا
 آج دیکھ اُسے اک پکڑی سڑی ہے سر پر
 خاک پر سونے لگے منہ پر ڈو پیٹ تان کے
 دن بدن تبدیل ہے اور دہم دم تغیر ہے
 ہو گئے اس وقت میں تو سینکڑوں ناوار گزار
 اس وقت میں وہ پہنتے ہیں سونے کی بدھی
 کہ آباد ہے کوئی کوئی حشر اب
 گل یہاں تھے اس جگہ تھا آشیان عندلیب
 جو یہ حادثے نہ ہوتے تو جہاں قدیم ہوتا
 یہاں گورنریاں تھا یہاں گنج شہیداں تھا
 پھینکے ہیں قبر میں پڑھ پڑھ کے پتھر آشنا
 قدم دوش صبا پر ہے پے نقدیر پتھر کا
 زیر زمین ہے جسم تو بالائے چرخ روح
 ہے نشیب و فراز کی تصویر
 دیکھ بہت نشیب و فراز جہاں کے رنگ
 نشیب و فراز جہاں دیکھتے ہیں
 آنکھوں میں جو سماں چین روزگار کا
 کرنے لگے پسند خودی کو خدا پسند
 یاز میں بالائے سر یا آسمان زیر زمین

تجمل

تسلیم

تراب

مہر

تراب

تائب

تفش

تائب

اس چمن زار میں ہیں زلف و زغن کے اب شور کیا انقلاب گردش میل و نہار ہے	فستریاں دیتی تھیں آوازیں جہاں کو کو کی وہ کیا کہ آدمی نہیں آتا خبر کو آب	جوش
باغ کو ایسا خزاں نے آکے ویراں کر دیا وہ انقلاب سے اہل زمین نے پائے رنج	چند پھرتے ہیں روش پر اب بجائے آفتاب نہیں ہے خاک کوئی زیر آسماں محفوظ	"
کل تک اسی حسیق کی حاجت روا ہوئی مبتلا انقلاب گردوں میں	پہنچا رہا ہے آج یہ دست سوال رنج شکل لیل و نہار ہم بھی میں	"
شانِ خاق ہے وہ اب دیتے ہیں لاکھوں گالیاں عبث بیٹھی ہوئی، مین بلیں ڈالوں پسرو الے	جو کبھی کہتے تھے اپنی زباں سے تو سنئے بہت گل باغ میں بادخزاں نے خاک کر ڈالے	جویا
فقیر کو نہ حقارت سے دیکھا اے معصوم خانہ انس و محبت میں غضب آگ لگی	جہاں میں سنتے ہیں بعد از عروج ہی ہزول بھائی کو بھائی کے بس خون کا پیسا دیگھا	جمیل
دکھائے ہیں کیا کیا زمانہ نے ڈھنگ برہنگی گردش دکھا کے نیچا جو ہو گئے تارے تم آسمان کے	گئی راہ سب زندگانی کے سنگ مدام کسی کی بنی رہی ہے نیاں کسی کی بنی رہے گی	حیرت
نہ پھیل کا ٹھکانا نہ کہیں گل کا پستہ ہوا بدل گئی کچھ ایسی باغ عالم کی	اے خزاں تو نے اجڑا ہے گلستاں کیا کیا نہ باغبان میں مروت نہ گل میں بو باقی	حالی
دکھلایا خزاں نے تری قدرت کا تماشا شبہم کے حال زار پہ ہنسنا نہ چاہئے	گلزار میں جو گل نئے وہی گل نظر آئے اے گل خیزاں بھی رہتی ہے پیچھے بہار کے	"
باغ ہستی سے گئے جانب صحراے عدم ڈر ہے دونوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نبھائیں	لالہ رو غنچہ وہاں سر و گلستاں کیا کیا اے آسیاے گردش لیل و نہار بس	حالی
کس قدر یار و ہوا ہے انقلاب لبک و فستری میں ہے جگر اکہ چمن کس کا ہے	آ گیا یاروں کے اتواروں میں فرق کل بتاوے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے	"
رہیں گے نہ علاج یہ دن سدا سماں گل کارہ رہے کے آتا ہے یاد	کوئی دن میں گنگا اتر جائے گی ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا	"
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اسے حادثہ ہماری یوں خزاں آئی چمن پر ہائے بل کیا ہوا	احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تمہارا لالہ وسوسن کہاں ہیں سنبل و گل کیا ہوا	حسرت
یہ جس کے لئے تنکے چلتی ہے لبلس تشرفوں دوست دشمن کی طرح رہنے لگے	بکھر جائے گا وہ نشین اجڑ کر رنگ بگڑا ہے زمانہ کی ہوا اچھی نہیں	حفیظ
وہ زمانہ ہے نہیں کوئی کسی کا پر ساں دنیا سے رسم ہر محبت کی اٹھ گئی	قید یوسف ہو تو نکھیں نہ برادر نامہ کم اتفاق ہے تو بہت سانفاق ہے	خلیل
پستی سے اوج اوج سے پستی ہونی نصیب عجب ہے عالم فانی کا انقلاب حسیق	گری تمام عمر اسی اونچ نیچ میں جو کل تھی باغ میں لبلس نفس میں آئی آج	خاطر
گردوں میں جس خرابی پہ کہتے ہیں داں کے لوگ یہ چالیں آسمان کی کچھ سمجھی میں نہیں آتیں	ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا کسی کی سرسرازی ہے کسی کی پایمالی ہے	درود
اد فلک ہے کیا زمانہ کی بساط	دہدم کے انقلاب اپنے مجھے نہیں	داغ

انقلاب

شائق

صفا

کبھی ایسی

چین سے رہنے نہیں دیتی چھکوا کر جب
تنگ آباؤں میں ازب گروش ایام سے
ایک صورت نہیں تمام حسیں و نہار
خوب اس چرخ شعیب کا تھا شاید
پچھلے گا جو صورت قیامت تو بس
ایسا دم پریم عالم بدل جائے گا
دور و فقط دور سے پیمانہ رہے گا
پیشہ رہے گا نہ پیمانہ رہے گا
کیا عیش و لذت ہو اس جہاں میں صفا
مٹی میں مل گئے ہیں عالی جناب کی کیا
اب دوست بھی غلو نظر آتے ہیں دہریہ
صفا گئے وہ روز کہ کچھ جاکہ جاکہ
عجیب دنیا کا حال کچھ لگاتے ہیں وہی بنا کر
اسی کو چرخہ حال کچھ لگاتے ہیں وہی بنا کر
خجین باز جاہ و چشم پر تھا خجین کبر و تمہا
خجین فخر و عظم تھا کہ ایسا زمانہ
بدلتا ہے صفت در کچھ ایسا زمانہ
کہ ہے آج اس کل اس گروش نے
پیدا رنگ عالم آسمان کی ایک گروش نے
نزدہ عجب ہی باقی نہ وہ اجاب کے طے

اس ہنڈوے پہ ہر اک اہل جہاں کی ہے بنا
مالک نوبت و نشان تھے جو کل
ہر مرتبہ زمانہ کو ہوتا ہے انقلاب
ہوا پھر گئی چاروں میں چمن کی
بغض و حسد سے ہر محبت بدل گئی
یاد رکھ دیکھ لے دنیا کے نشیب و فراز
غافل نہ ہو نشیب و فراز زمانہ سے
سکھایا ہے مجھے یہ انقلاب دہرنے راسخ
اس کا زمانہ آج تو کل اسکا دور ہے
ہمیشہ یوں نہیں زمانہ میں انقلاب رہا
بلند مرتبہ والوں کو کب ہے چین کبھی
اک رنگ پر رہتا ہی نہیں حال زمانہ
گروش لیل و نہاری ہے عجب بوقلموں
دنیا کا رنگ ڈھنگ قیامت سے کم نہیں
خزاں نے کر دیئے وہ پھول پائمال افسوس
گئے بادشاہان نامی جہاں سے
تھی کیا خبر یہ گلشن بے برگ و بار ہوگا
کیا یہ چرخ پیر نے ڈالا ہے تفرقہ
منقلب ایسا ہے زمانہ سراج
رنج کیوں اس کے تغیر پہ کریں اہل صفا
دل میں ہے کاوش غار غم و حسرت باقی
فصل گل کچھ دن ہی کچھ دن رہا دور خزاں
اس زمانہ میں ہوا کیا انقلاب روزگار
زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے
گلشن دہر کا یکساں نہیں رہتا عالم
بزرگ شیشہ ساعت ہے انقلاب زماں
انقلابات زمانہ سے جہاں میں دیکھا
گروش چرخ سے شکل نہ نو عالمی متدر
بہتر کبھی ہو جائے ہے تدبیر سے بدتر
ہے بہار اک ہفتہ گلشن میں خزاں ہے اس کیساتھ
رکتے ہیں یاں کے طرفہ خزاں و بہار رنگ
یک رنگی اس چمن سے ہے روپوش اسے بہار
ازل سے رنگ اس گلزار عالم کے نرالے ہیں

کیوں نہ چکریں رہیں گروش ایام سے ہم
آج تو بت یہ ہے نشان نہیں
لاتی ہے سانگ گروش دوراں نے نے
نہ اب گل میں رنگت نہ غنچہ میں بو ہے
کیسی ہوا کریم زمانہ میں چل گئی
اب بلند می ہے جہاں پھر وہی پتی ہوگی
ادنے پہ بھی کبھی نہ حقارت سے ڈال آنکھ
مقابل کا موافق ہوں موافق کا مقابل ہوں
یہ ہتھکنڈے قدیم سے چرخ کہن کے میں
کسی کا کام نکالا تو کامیاب رہا
فلک کو روز نیا انقلاب رہتا ہے
بدتر کبھی دیکھا کبھی دیکھا بہت اچھا
ہر دم و خط اسے رنگ بدلتے دیکھا
دختر ہے ماں سے اور پسر ہے پدر سے دو
ہمیشہ باغ میں جوئے سوار بن کے رہے
ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
یوں چرخ کی نظریں ہر پھول خار ہوگا
رہنے لگا ہے اب تو بشر بھی بشر سے دور
تھا جو بھلا وہ بھی برا ہو گیا
حال دنیا کسی وقت میں کیاں نہ رہا
نہ وہ گل ہیں نہ وہ گلشن نہ وہ صحبت باقی
اشیاں اپنا ہوا آباد بھی دیران بھی
دوستی کی جس سے ہم نے وہی دشمن ہو گیا
فلک نیرنگیاں دکھلا رہا ہے
رنگ کیا کیا یہ نے چرخ بدلتا کیا ہے
کبھی چڑھا اور ہا اور کبھی اتار رہا
دم میں کشکول گدا افسردہ رانی تھا
دور بدتر پرتے ہیں بطلب ناں محتاج
بدتر کبھی ہو جائے ہے تقدیر سو بہتر
کیا ہمیشہ جلوہ گل اے صبارہ جاے گا
رکتا ہے یعنی بوستلوں روزگار رنگ
بے رنگ سے رکھے ہے یہاں اعتبار رنگ
کہیں میں قہقہے گل کے کہیں لبیل کے نالے ہیں

<p>انقلاب</p> <p>پہلے اس کی اور عالم تھا اور اب کچھ اور ہے</p> <p>دور گردوں اور فکریاں گروں کی گویا</p> <p>ہے فدا عہد سلف سے یہ دنیا کا رواج</p> <p>بودا نابود، جونا بود تھا، وہ بود ہوا</p> <p>انقلاب دہر کا جب رنگ دیکھو ہو گویا</p> <p>پتھر آئینہ تھا، آئینہ پتھر ہو گیا</p> <p>تہ تر تہ تر کا یہ ہے</p> <p>تہ تختہ راج ہے</p> <p>کل ہے کبھی تو کبھی تو</p> <p>کبھی گدا ہے کبھی گدا</p> <p>جہاں یہ حال اور کٹھن ہے</p> <p>روشنی رو سے زمین جو گئے اے آسمان</p> <p>اب وہ مفقود ہے کبھی شب کبھی شام</p> <p>کبھی ہے روز رنگ بدلتا ہے ہر زمانے کا</p> <p>یہ روز رنگ بدلتا ہے ہر زمانے کا</p> <p>نیک و بد میں نہیں رونق وہ زمانہ آیا</p> <p>سجدی سوئی ہوئی تھکدہ سنسان ہوا</p> <p>پہوت و زندگی جی ہے انقلاب عالم</p> <p>نیچے زمین کے ہیں جو زیر آسمان تھے</p> <p>اف ریز خزاں کا دسترس پہن بجائے غیب</p> <p>گل کی جگہ ہیں خاروں کی جگہ</p> <p>کیا خاک</p>	<p>ظاہر</p> <p>ظہر</p> <p>عش</p> <p>عاشق</p> <p>عشرتی</p> <p>عابد</p> <p>عزیز</p> <p>عاجز</p> <p>غنی</p> <p>فدا</p>	<p>کبھی ایسی بھی ہو جاتی ہے گردش بزم عالم میں</p> <p>بادشاہوں کو ملا گزرتے خاک اچھا</p> <p>نظر کیا زمانہ برا آگیا ہے</p> <p>بدلا ہے روزگار کا کچھ اس طرح سے رنگ</p> <p>گلشن دہر میں ہے گاہ خزاں گاہ بہار</p> <p>گاہ گرمی، گاہ سردی، گاہ دن ہے، گاہ رات</p> <p>کسی کو پست کرے ہے فلک کسی کو بلند</p> <p>باغ عالم میں مناسب ہے بشر کو حسیلا</p> <p>رنگ بدلا ہے یہ کیا پست و بلند دہر کا</p> <p>ہاتھ اٹھتا تھا نہ جن کا اب وہ کرتے ہیں سلام</p> <p>طفلی گئی، شباب گیا، پیر ہو گئے</p> <p>گزری ہے، گزرتی ہے گزرجائیگی یونہی</p> <p>دور گردوں سے ہے انسان کی نمود</p> <p>نہ وہ بل اور نہ وہ گل رہے نہ وہ ساقی اور نہ وہ گل</p> <p>بدلتا ہے زمانہ رنگ عاشق</p> <p>ہوائے گلشن دیا یہ ایدل پھولت کیوں ہے</p> <p>انقلاب دہر سے اکثر کی حالت دیکھنا</p> <p>کیا انقلاب ہو کہ مکر ہوئے، میں دوست</p> <p>کہتی ہے عمر پیر و جوان انقلاب میں</p> <p>جو بے وقار تھے کل ہیں آج شان والے</p> <p>دوست بھی ہو گئے عدو افسوس</p> <p>جو دوست تھے وہ دشمن جانی نظر پڑے</p> <p>کل خزاں ہوگی، گو بہار ہے آج</p> <p>جو یار تھا مراد ہی غیب رہو گیا</p> <p>ہوا وفا کے عوض بے وفا یوں کا رواج</p> <p>یار ب وہ بزم اور وہ راحت کد ہر گھئی</p> <p>ایک حالت نہیں زمانے کی</p> <p>حیف تاراج ہو یوں ملکیت فصل بہار</p> <p>آئیگی جب خزاں نہ رہیگی یہ رنگ روپ</p> <p>انہیں آتیں سبھی میں یاروں کی</p> <p>عاجز بننے دیتی نہیں اس کی شوخیاں</p> <p>ہیں آج تو گل و بلبل ہنسی خوشی سے بہم</p> <p>گلہ ہو کس کا زمانہ کا انقلاب ہے یہ</p>
--	---	--

انقلاب

چھپے تھے سبوں کے گل جہاں پر اب وہاں
 کوئی شاخوں پر فقط پتے کھڑے رہ گئے
 چلتے ہی باؤں سناں وہ رنگ وہ رنگ وہاں
 بلبلیں جاتی ہیں ساری بوٹیاں چھوڑی ہو
 کیا خزاں ہے کسی میں فصل بہار
 یاں بہت سے آئے موسم کی چوہا
 غمیں اب دیکھتے ہیں کوئی کبھی گھر سے
 ہر دم اپنے تھے اک دم کبھی گھر سے
 باہر جو نکلتے تھے اس کو اس سے بھی
 ہو گیا بار کا میں کڑی ہوئی پھر ہوا
 بدلتی نہیں ہے کڑی ہوئی پھر ہوا
 میرے تغیر حال پرست جا
 اتفاقات ہیں زمانے کے
 یا قافلہ دین قافلہ رستوں میں تھے گر
 یا ایسے گئے یاں سے کچھ جگہ نہ پایا
 اب خرابہ ہو جاں آباد
 ورنہ ہر اک قدم پر زیت کرے
 یہ زمانہ نہیں ایسا کوئی زیت کرے
 چاہتے ہیں جو برا اپنا بھلا کرتے ہیں
 جہاں اب غار زاری ہو گئی ہیں
 نہیں آگے جا رہی ہو گئی ہیں
 کیسی کیسی

کیا خاک جاؤں جانب گلشن میں اوصبا
 ہر دم نئی ہے صورت ہر دم نیا ہے نقشہ
 نگہ ہیں اب نہ وہ ساقی نہ ہے پرستی ہے
 کوئی شے نہیں ایک صورت پر رہتی
 جس جگہ چلتے تھے کل جام شراب
 یہی ہے انقلاب عبرت افزا
 کل وہاں ہو گیا گورغریباں کا مقام
 جہاں چشمن تھا کل شب کو صبح کے ہوتے
 اس قدر خون سفید اب تو زمانہ کا ہوا
 جمشید کا بھی جام ہے کسری کے طاق
 ساقی وہ آج ہے نہ وہ پیمانہ آج ہے
 کل پہنے ہو گئے وہ کفن صورت گدا
 مرغان چین آج جو قیدی قفس میں
 بہتیرے پھول رونق باغ جہاں ہوے
 قیصر و فقیر سے میں بے سرو پاسی کرنا

یہی دنیاوں میں مہر یاری نہ دوستاروں میں دوستاری
 یہ ٹھوکر میں انہیں کے سنبھالنے کے لئے
 یگانہ سمجھا تھا ہم نے جن کو وہ آج دشمن بنے ہوئے ہیں
 قیام اصلا نہیں ہے ایک حالت پر کسی شے کو
 بہت دیکھے امیر اب بھیک بھی مانگے نہیں ملتی
 جنہیں عزت کے دعوے تھے وہیں خاک نذر میں
 جہاں تھو شہر پہلے اب میں وحشت خیز ویرانے
 بزرگ اب وہ کہاں ہیں جن کو پہلے تو نے دیکھا تھا
 احباب اقربا خوش و یگانہ کو دوست اور دشمن
 زمانہ اس طرح بدلا ہے پہچانا نہیں جاتا
 کبھی خود تو بھی بچہ تھا جوانی تو نے پھر دیکھی
 آنکھوں کے سامنے سے وہ احباب اٹھ گئے
 کچھ آگے جا چکے ہیں تو پیچھے ہیں کچھ چلے
 صبح عشرت ہے وہ نہ شام وصال
 منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں ہر شام و سحر
 کیا خزاں ہے کسی ہے فصل بہار
 کل جو کہلاتے تھے شاہ ہفت کشور حلق میں
 جن کے نشان بلند تھے کل اس زمین پر

وہ گل نہیں رہے وہ گلستان نہیں رہا
 کیا ایک کو بنایا اور ایک کو بگاڑا
 چمن میں مینہ کے عوض بکیتی برستی ہے
 برابر حدوث و قدم دیکھتے ہیں
 آج واں الٹا ہوا پیمانہ ہے
 یہی جو پہر میں پہلے جواں تھے
 آج جس جا پر بنا قصر امیرانہ ہوا
 وہاں نہ چنگ نظر آیا نے رباب ملا
 کچھ تعجب نہیں پیدا ہوں اگر بال سفید
 کس کس کے دو چرخ میں ساغر چھلکے
 جو کل کا ماجرا تھا سوا فسانہ آج ہے
 جن کے گلوں میں خلعت شاہانہ آج ہے
 افسوس کہ کل رونق گلزار یہی تھے
 لیکن بہار آج ہوئے کل خزاں ہوئے
 پایہ تخت اب کہاں ہے کس کے سر پر تاج

بدل گیا ہے نظام عالم نہ وہ فلک ہے نہ وہ زمین ہے
 غلط ہے جو گلہ روزگار کرتے ہیں
 عزیز جانا تھا جن کو کل تک وہ آج رہن بنے ہوئے ہیں
 ابھی کچھ جان ہے اور دم کے دم میں وراثت
 بہت دیکھے فقیروں کو امارت اور صدارت ہے
 ذلیل و خوار تھے جو آج ان کو جاہ و عزت ہے
 جہاں میدان تھے واں آج شہر و کی عمارت ہے
 جواں وہ اب کہاں ہیں یا جن کا قد و قامت ہے
 جہاں دیکھو وہاں تبدیل صورت اور ہیئت ہے
 ہوا پٹی ہے ایسی دیکھنے والوں کو حیرت ہے
 ضعیفی اب ہے آگے اور بھی تغیر حالت ہے
 پہلے جو تھے بزرگ وہ باقی نہیں رہے
 بدلے میں رنگ و ہر نے کیا کیا نئے
 ہائے کیا ہو گیا زمانے کو
 کون پہنچاتا ہے یہ گردش دوراں کو فیض
 یاں بہت سے آئے موسم چل بے
 بے نشان ہیں آج وہ نام و نشان چھوڑی ہوئے
 ٹھونڈو تو نام کو بھی نہ باقی نشان رہے

قربان
 کمال
 گویا
 منتہی

مہر

مہر

مومن
 میکش

کیسی کسی جہتیں آنکھوں کے آگے گئیں
اہل زمانہ رہتے اک طور پر نہیں ہیں
رہی نہ بچی عالم میں دور خامی ہے
ایک سا عالم نہیں رہتا ہے اس عالم کے بیچ
ہیں مکان و سر اور جاحالی
اس عہد کو نہ جانئے اگلا سا عہد میر
ہر آن کیا عوض ہے دعا کا بدی ولے
بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں
ہنستے رہتے تھے جوں گلزار میں شام و سحر
باؤ کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوا
چشم و فاخوان زماں سے سادہ ہو سو رکھے میر
رسم اٹھ گئی دنیا سے اک بار مروت کی
رنجینی زماں سے خاطر جمع نہ رکھے
ہو رنگ بدلے ہے ہر آن میر
اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہے
عجب نہیں ہے کمینہ جو کج کلاہ ہوا
ہزار حیف کہ اب وہ زمانہ آیا ہے
ہر ایک لفظ سے ہر رنگ اس کا مصحفی کچھ اور
زمانے کا چلن یکساں نہیں کچھ
لڑکے جواں ہوئے تو جواں سپر ہو چکے
آج گلزار میں کیا جانے ہو کسی ہے
دور فلک میں سب سے ہنڈولے کی چال ڈھال
ہم بھی اس انقلاب عالم سے
کہاں اب وہ فروغ شمع قبیل
پست رتبہ بڑھتے ہیں گھٹتے ہیں عالی منزلت
روز بڑھتی جاتی ہے تخفیف رزق و عمر میں
اب رنگ تغیر سے بغیر ہے عالم
اہل غفلت کہتے تھے یوں ہی رہے گا دور عیش
زمانہ خود یہ بخت و فنا کے پھیر میں ہے
جو پار سال سماں تھا کہاں وہ اب کے سال
ایک دن وہ تھا کہ ہم سا نہ مہذب تھا کوئی
پیدا کیا علوم جدیدہ نے انقلاب
کہوں کیا انقلاب اس وقت میں یا روزمانہ کا

دیکھتے ہی دیکھتے کیس ہو گیا یبارگی
ہر آن مرتبہ سے اپنے انھیں سفر ہے
ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے
اب جہاں کوئی نہ تھا یاں ایک عالم ہو گیا
یار سب کو ج کر گئے شاید
وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسمان نہیں
تم کیا کرو بھلے کا زمانہ نہیں رہا
سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہے
دیدہ تر ساتھ لے دے لوگ جٹنم گئے
اب کہاں فراد و شیریں خسرو و فلکوں کہاں
قصہ ہے مشہور زمانہ پہلے دونوں بھائی کا
کیا لوگ زمین پر ہیں کیسا یہ سماں آیا
سوز نگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں
زمین و زماں ہر زماں اور ہے
کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا
اڑھائی روز کو سقا بھی بادشاہ ہوا
کہ آشنا کو نہیں پاس آشنائی کا
زمانہ ایک روش پر علی الدوام نہیں
کہیں کچھ ہی کہیں کچھ ہی کہیں کچھ
کیا دیکھتا ہے یاں کے تو نقشے بدل گئے
خود بخود رنگ گل و لالہ اڑا جاتا ہے
کس دن زمانہ باز رہا انقلاب سے
آن میں کچھ ہیں آن میں کچھ ہیں
پڑا ہے خانہ سلطان اندھیرا
دست رارض و سمانیروز بر ہونے کو ہے
دست تقدیر عالم مختصر ہونے کو ہے
مل جاتے تھے سب جس میں وجہت نہیں ملتی
جس کے ضامن مست تھے وہ کارخانہ کیسا ہوا
بتا رہے ہیں یہی روز و ماہ و سال مجھے
نئے دکھاتے ہیں کیا رنگ مادہ و سال مجھے
آج دشت میں ہیں بے مثل جہالت کیسی
دنیا کی دیکھ لیجئے کایا لپٹ گئی
جسے سب عیب سمجھتے تھے موزنظروں میں ہنر ٹھہرا

انقلاب
اب کہاں وہ غرت توئی بقول میر
خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
نہیں ممکن رہیں اک حال پر ہم
زمانے کو تغیر ہر گھڑی ہے
بغیر سے بھی وہ آج ڈرتے ہیں
شیریں جن کی کل بندگی تھی دھاک
انقلاب دھڑ سے ثابت ہوا
سکھ نہیں اس خانہ برباد میں
جسین کو ہے اختلاف سے رنگ
اس پسین کو ہے سینی پک
کوئی گل شاد کوئی شکرین
دنیا میں سب کس کو ہے دم بھر
حفظ و تحفیہ مکان میں کہیں
میت نہیں اک حال پر انسان کہیں
دولاب کے مانند پھرتی ہے زمین
کس چیز کو عالم میں کس کو ہے دم بھر
گردش میں میاں و زات محب شمس شمر
کل جہاں تھے ہر بار کے جلوے
گر ریزہ سزاں وہاں ہے آج
رنگ اہل جہاں کا یہ ہے
کل جہاں تھے جو کجا رہے آج
وہاں منع

انتقام

نصیر

نور

نظم

نصیر

وزیر

گردش

جلتا ہے کوئی اور کوئی غرق ہے نصیر
گردوں کے انقلاب کو پیش کہ انول تاج
تخت پرست پیل خسرو سے کہ انول تاج
پاں فلک کفر نے کتنے کتنے میں لڑتے ہیں
تھوڑی سی جہ باطلہ اپنی میں لڑتے ہیں
گہرا جب زمانے کے کچھ ہوا کا رنگ
نصیر باد جوانی عبت ہے پیری میں
کہ ایک رنگ پر تنہا نہیں جہاں کا رنگ
ہر قدم راہ دار فانی میں
کس قیامت کے میں نشیب و فراز
لب دریا تماشا انقلاب دہر کا دیکھو
کہ پانی دو پہر رہتا ہے سید باد پہر
وہ مغل ارباب صفا ہو گئی برہم
ان گوں میں باقی ہے اب کس نظم خیر اور
غم ہے جو رو ہے کہد کہ تماشا دیکھے
ریک بے لگی ابھی گردش ہے زمانہ کی
نیم چمکے ہی اعمالوں کو گردش نخل ساحل کا
رواں کشتی پر تاتا ہے نظر میں سفید
اوجواں خط سیر پہاڑ پیری میں سفید
صبح ہو جانے کی اک دن شب تار عارض

وہاں منعم کو ہے فکر قیام جاوداں ہر دم
چھوڑتی ایک کو یہ گردش یا نہیں
عزیزوں کو نا آشنا دیکھتے ہیں
محفوظ جو ر باد خزاں سے ہو یک قلم

فصل بہار گزری غرض بوستاں سے کیا
گل و بلبل کا دو دن میں مٹا نام و نشان کیسا
باغ عالم میں چلی کیسی ہواے انقلاب
یاد آ جاتی ہے پیری میں جوانی مجھ سے کو
آگے اب دن خزاں کے ہو گیا پت جھڑ تمام
زمینت میں اپنے ہوئے مقبول کیا کیا انقلاب
دو دن میں خزاں باغ کی کرے گی صفائی
ایک ہی گردش میں کیا کیجے جہاں کا اعتبار
انقلاب دہر کا یار و گل کیا کیجے
یہ گردش رہی گر آسمان کی
دیکھتے دیکھتے بدلتا ہے

کیا پست مکان کیا یہ ہوا دار مکانات
کہاں وہ کینقبادی کا حسنا
رہتی نہیں ہمیشہ دنیا کی ایک حالت
نشاط دیکھ تو تم انقلاب دوراں کو

بلبل کبھی نالاں ہے تو گل ہے کبھی خندان
کبھی خندان ہو گل اس میں کبھی گریاں بلبل
تعب کچھ نہیں ہے انقلاب دہر سے اس کا
کل جہاں چاؤش کرتے تھے صلائے دور ہلش
کل ملک آراستہ دیکھی ہے جس جاہزیم رقص
دم دبا جاتے تھے جن کے سامنے شیر زیاں
دور روز ایک وضع پہ رنگ جہاں نہیں
خرابی ایک کی تو دوسرے کی یاں ہے آبادی
خاک سر پر ہے ہر دم پا مال

طاق کسری میں تزلزل آگیا ہے ایک بار
ہو گیا کیوں زرو ناسخ کیا کہوں
ہر قومی کو چرخ کرتا ہے ضعیف
مثل سب سے بادہ خسرا بات دہر میں
گردش چنچ نہیں کم ہے ہنڈولے سے کہ ہر

یہاں رنگت زمانے کی بدل جاتی ہے ہر دم میں
روئے جام کو کیا جم ہی کا اب نام نہیں
زمانے کی بے ٹھہب ہوا دیکھنے میں
ایسا نہ کوئی باغ جہاں میں شجر ہوا

اے عندلیب باغ سے اب اشیاں اٹھا
بہار آتے ہی گلشن میں ہوا و خزاں کیسا
عیب کہتے تھے جسے یاروں کا جوہر ہو گیا
جب کہیں نام بہار اور خزاں آتا ہے
بوے گل کچھ بھی نہیں رنگ خزاں کچھ بھی نہیں
تھے جو شیدا گل کسی پرانج وال کچھ بھی نہیں
اچھا نہیں آپس میں لال گل و بلبل
کاسہ سرخ کہیں افتادہ جام جسم کہیں
دوست اپنا جسکو جانا صاف دشمن ہو گیا
بدل جائیں گی تقدیریں جہاں کی
کچھ عجب رنگ ہے زمانے کا
ایک اینٹ بھی ڈھونڈے کہیں آنے کی نہیں پاتے

کہاں وہ مے وہ جام خسروانہ
دو دن کی چاندنی ہے پھر اس کے ظہیر
ہے روز شب کے شام ہے سحر

دیکھا ہے سدا رنگ نیا باغ جہاں کا
حال یکساں نہیں رہتا چمن دنیا کا
بنائیں کاسہ سائل اگر سلطان کی گل کا
غیر شیر و گرگ آج اس جا کوئی دربان نہیں
آج وال کوئی بگولوں کے سوا قصان نہیں
غیر رو باہ و شغال اب ان کے ایواں میں نہیں
وہ کونسا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں
بناتا ہے فلک تربت گرا کر حسنا تن کو
اے فلک روز انقلاب ہوا

تربت کسری میں اب کے زلزلہ ہو جائیگا
ہے زمانہ کا عجب اے یار رنگ
مار بھی اک دن غذاے مور ہے
خالی وہ گھر میں آج جو تھے گل بھرے ہو
شام کو ماہ ہے اونچا وہ سحر ہے نیچا

نجل

قارون نجیل مرگنا زور غبار کر
 کہ تخت پختا نہ ہو بہت کا کام ہے
 دنیا زکوٰۃ مال تو بہت لگے بیاج
 کوڑی ہے جن کے پاس وہ لینے لگے بیاج
 مایہ داروں سے کوئی کام نہ ملتا ہے
 پاپی کے مارے ہوئے بہت کسی
 منہوں دینا قارون کی دولت کسی
 خاک میں مل گئی قارون کا مال
 صورت اچھی نہ تھی نہ زور نہ ہوا
 اپنے ہی کام میں جاں رکھتے ہیں
 یہ ہے خاست دل میں اب رکھتے ہیں
 گرہ میں باندھے دریا میں اب رکھتے ہیں
 نیک تر ہے دست حاجت سے دل انبا سے
 کس کے آگے ظاہر نہ تھی شکر کی کچھ
 گلے گہری نہ جب ناخن صدف سے
 کشوہ کار کی چھریاں سے زینک حال
 ہے نفع ہے خیر کی بے ناخن مال
 کھوے گئے جو خیر کی بے ناخن مال
 نہ بچوئے غیبی و غیبی و غیبی
 جو جمع دانہ کیسی وہ قلعہ و قلعہ

رکتا نہیں چھپا کے تہ خاک مال وزر
 جو خود نہ کھا سکے وہ کھلاے کسی کو کیا
 فارون کے مزاج میں کس درجہ نجل تھا
 قارون اٹھا کے سر پہ سنا گنج لے چلا

ملتی ہے خاک میں یہ کمانی نجیل کی
 رہتا ہے رات دن در گنج لمیم بند
 دولت سے فائدہ نہیں ہوتا نجیل کو
 دنیا سے کیا نجیل بجز رنج لے چلا

نہ بڑھا سا منہ اعلیٰ کے کبھی دست سوال
 جب چلی ارسال کچھ تحصیل ملک دہرے
 تفریق لاکھ کیجئے خوان حسیل کی
 زمیں ٹوٹتا جاتا ہے پاؤں سے قارون
 امید ہو تو کیا ہوا میروں سے اے سفیر
 کیا غم ہے جو نجل کو دست عطا نہیں
 دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم نخت نجل
 دانہ دانہ پہ نظر رکھتا ہے کم نخت نجل
 قارون کا حال اہل جہاں پر ہے منکشف
 نہ سخاوت میں اٹھے اور نہ شجاعت میں بڑھے

پنچہ مہر نہیں دینے کا سونا اپنا
 ایک بیگاری ملا قارون اٹھانے کے لئے
 ہے آشنائے نجل طبیعت نجیل کی
 ہوس نہ بعد فنا بھی گئی دھیسوں کی
 سب کچھ ہی پر یہ صاحب جو و کرم نہیں
 دینے کے واسطے ہیں ہزاروں خدا کے ہاتھ
 خوشہ جس نے دیا پانی اسے خرمن دیکھا
 غور کر اس کو کہ جو سپکڑوں میں دیتا ہے
 ہرگز نہ جمع کیجئے مال اور درم بہت
 محض بیکار رہے نجیل سے زردار کے ہاتھ
 کام میں جو بشر نہیں آسما

واقعی ہے بستر بہائم سے
 خدنگ نجل نے ایسا نجیلوں کے کیا زخمی
 داغ دے گا وہی درہم تجھے محشر میں حسیل
 سائل جواب پاتے ہیں فوراً بجائے زر
 مال نجیل سے ہے امید بھی عبث
 غنچہ کی مٹی میں زر ہے پر نہیں دست کرم
 خزانوں سے صدا ای مسکو آتی ہو یہ ہر دم
 قدر مسک کو سولہ ہے جان سے بھی مال کی
 تنگدل سے غیر کو راحت نہیں ہوتی کبھی
 الہی و درنجیلوں کا جاے دنیا سے
 پھر نکلتا ہے نجیلوں کا بھلا کیسے سے
 عاشق ان کو چشمِ رحمت سے نہ دیکھیں گاکریم
 چیرا صدف کے میب کو موتی کے واسطے

دل سائل نجیل نہ ہو گیا ہے نام حاتم کا
 کہ جو ہر دم کا سائل نہ ہوا
 سچ پوچھئے تو نام سخی ہے نجیل کا
 کچھ کیسہ فلک میں نہیں ہے سوائے داغ
 تنگی دل اور ہے اور تنگ سستی اور ہے
 سخی کے ہاتھ اگر ایک دن ہو جائیں ہم عالی
 باغ میں دیکھو گلوں کے پاس زر ہے دل میں
 غنچہ گل ہلبوں کا آستان ہوتا نہیں
 کریں جو ایک ملازم ہزار ہا موقوف
 رکھتے ہیں داغ بنا کر ہی پیسہ دل میں
 چشم پوشی کرتے ہیں سائل سے جو متدور پر
 جان عزیز کھوئی ہے مسک کے مال نے

پھٹتا ہے دل نجیل کا کھلتی ہے جب گرہ
 یہ مثل غنچہ فائدہ ہے جمع مال کا
 بہت سا جمع زیر خاک قارون کا خزانہ ہے
 گز گیا مٹی میں قارون گنج و سیم و زر کیت
 تخت الترائے کے واسطے سب گنج دہر گیا
 تہیستی کا وقت مرگ کر ہرگز نہ اندیشہ
 دشمن جان نجیل لاں ہے محبت مال کی
 قارون فدا نجیل تھا بدنام مر گیا

خلیل داغ
 ذوق
 سحر
 سفیر
 سید
 شہید
 شفق
 صابر
 طاہر
 ظہیر
 ظفر
 عاشق
 عزیز
 فیض
 فدا

<p>نخل</p> <p>نخل سے زرد و سبز ہوا ہے وہ اجڑے بن</p> <p>گل کے مانند جو زرد نظر آتا ہے</p> <p>پانی پھیلست بن دانا سخی کہ جا</p> <p>اک دم تو اپنا دنگا من مانا جا</p> <p>جو جو خیل کھن زرد چھو کر مرے گا</p> <p>یا کھائے گا خوابی یا فاصلہ لے گا</p> <p>گشت سب جہاں تو خیل کا ذکر کام</p> <p>گشت کا آخر کو بدی ہوتا ہے انجام</p> <p>اس کام کا آخر کو بدی کرتے ہیں</p> <p>سخی کہ میر پرے ایڑیاں گرہ لے ہیں</p> <p>خیل موتیوں کو موسلوں سے چھڑے ہیں</p> <p>خیل مرے میرا پانی خیل رہتا ہے</p> <p>کہ ہاتھ آئے گا گنج رواں زمین کے تلے</p> <p>بھرتے جواب صاف سے میں کاٹھنوں</p> <p>اس مہل کے خیل بھی حاتم سے کم نہیں</p> <p>جو کہ بخوس دولت اس کی اس کے سا جاتی ہے</p> <p>رواں نیز میں ہمارا قارون گنج قارون ہے</p> <p>نہیں کچھ خانہ ماتم سے کم بے فیض کا مطنج</p> <p>رکھتے دیکھ لو سورن غم کھیر چھاتی پر</p> <p>چرخ خیل دے ہے کے قاش ماہ نو</p> <p>پتھر ہے کہکشاں کے دکھاتا قلم تراش</p> <p>گو جام جم</p>	<p>نخل</p> <p>نخل سے زرد و سبز ہوا ہے وہ اجڑے بن</p> <p>گل کے مانند جو زرد نظر آتا ہے</p> <p>پانی پھیلست بن دانا سخی کہ جا</p> <p>اک دم تو اپنا دنگا من مانا جا</p> <p>جو جو خیل کھن زرد چھو کر مرے گا</p> <p>یا کھائے گا خوابی یا فاصلہ لے گا</p> <p>گشت سب جہاں تو خیل کا ذکر کام</p> <p>گشت کا آخر کو بدی ہوتا ہے انجام</p> <p>اس کام کا آخر کو بدی کرتے ہیں</p> <p>سخی کہ میر پرے ایڑیاں گرہ لے ہیں</p> <p>خیل موتیوں کو موسلوں سے چھڑے ہیں</p> <p>خیل مرے میرا پانی خیل رہتا ہے</p> <p>کہ ہاتھ آئے گا گنج رواں زمین کے تلے</p> <p>بھرتے جواب صاف سے میں کاٹھنوں</p> <p>اس مہل کے خیل بھی حاتم سے کم نہیں</p> <p>جو کہ بخوس دولت اس کی اس کے سا جاتی ہے</p> <p>رواں نیز میں ہمارا قارون گنج قارون ہے</p> <p>نہیں کچھ خانہ ماتم سے کم بے فیض کا مطنج</p> <p>رکھتے دیکھ لو سورن غم کھیر چھاتی پر</p> <p>چرخ خیل دے ہے کے قاش ماہ نو</p> <p>پتھر ہے کہکشاں کے دکھاتا قلم تراش</p> <p>گو جام جم</p>	<p>نخل</p> <p>نخل سے زرد و سبز ہوا ہے وہ اجڑے بن</p> <p>گل کے مانند جو زرد نظر آتا ہے</p> <p>پانی پھیلست بن دانا سخی کہ جا</p> <p>اک دم تو اپنا دنگا من مانا جا</p> <p>جو جو خیل کھن زرد چھو کر مرے گا</p> <p>یا کھائے گا خوابی یا فاصلہ لے گا</p> <p>گشت سب جہاں تو خیل کا ذکر کام</p> <p>گشت کا آخر کو بدی ہوتا ہے انجام</p> <p>اس کام کا آخر کو بدی کرتے ہیں</p> <p>سخی کہ میر پرے ایڑیاں گرہ لے ہیں</p> <p>خیل موتیوں کو موسلوں سے چھڑے ہیں</p> <p>خیل مرے میرا پانی خیل رہتا ہے</p> <p>کہ ہاتھ آئے گا گنج رواں زمین کے تلے</p> <p>بھرتے جواب صاف سے میں کاٹھنوں</p> <p>اس مہل کے خیل بھی حاتم سے کم نہیں</p> <p>جو کہ بخوس دولت اس کی اس کے سا جاتی ہے</p> <p>رواں نیز میں ہمارا قارون گنج قارون ہے</p> <p>نہیں کچھ خانہ ماتم سے کم بے فیض کا مطنج</p> <p>رکھتے دیکھ لو سورن غم کھیر چھاتی پر</p> <p>چرخ خیل دے ہے کے قاش ماہ نو</p> <p>پتھر ہے کہکشاں کے دکھاتا قلم تراش</p> <p>گو جام جم</p>	<p>نخل</p> <p>نخل سے زرد و سبز ہوا ہے وہ اجڑے بن</p> <p>گل کے مانند جو زرد نظر آتا ہے</p> <p>پانی پھیلست بن دانا سخی کہ جا</p> <p>اک دم تو اپنا دنگا من مانا جا</p> <p>جو جو خیل کھن زرد چھو کر مرے گا</p> <p>یا کھائے گا خوابی یا فاصلہ لے گا</p> <p>گشت سب جہاں تو خیل کا ذکر کام</p> <p>گشت کا آخر کو بدی ہوتا ہے انجام</p> <p>اس کام کا آخر کو بدی کرتے ہیں</p> <p>سخی کہ میر پرے ایڑیاں گرہ لے ہیں</p> <p>خیل موتیوں کو موسلوں سے چھڑے ہیں</p> <p>خیل مرے میرا پانی خیل رہتا ہے</p> <p>کہ ہاتھ آئے گا گنج رواں زمین کے تلے</p> <p>بھرتے جواب صاف سے میں کاٹھنوں</p> <p>اس مہل کے خیل بھی حاتم سے کم نہیں</p> <p>جو کہ بخوس دولت اس کی اس کے سا جاتی ہے</p> <p>رواں نیز میں ہمارا قارون گنج قارون ہے</p> <p>نہیں کچھ خانہ ماتم سے کم بے فیض کا مطنج</p> <p>رکھتے دیکھ لو سورن غم کھیر چھاتی پر</p> <p>چرخ خیل دے ہے کے قاش ماہ نو</p> <p>پتھر ہے کہکشاں کے دکھاتا قلم تراش</p> <p>گو جام جم</p>
---	---	---	---

کس کام کی اپنی طبیعت ہو کسی کی
 الفت ہو کسی کی نہ موت ہو کسی کی
 رشتہ خصلت کو جیشہ رنج میں دیکھا کھنڈ
 اپنے خوب سے رشتہ آپ بدلتا ہے
 یاد مرگ وہ مرگ نہیں جاتی دل سے
 بیچ جاتی ہے جو طفلی سے بڑی خوں میں
 کج طبیعت کہیں اصلاح سے ہونے میں درست
 موم زنگی کی بھی راست ہونے شانے سے
 طبیعت کو سمجھے میں روزی حوام خور
 ایمان بے ایمانوں میں روٹی کا نام ہے
 نابل میں بولنے کے کب میں اشتیاق
 کوڑکینیوں کو ہے کلام کر خست کا
 بد طبیعتوں کا خلق میں انجام دیکھو
 روٹی نہ پیٹ کو ہے نہ کپڑا بدن کو ہے
 انسان بڑھاد کی خویں ہے نشی میں
 تاثیر ہے جو شرم موزی کے بننے ہرگز
 سخن بد نہ کبھی فائدہ بخشنے ہوا
 خن بد نہ کبھی سنبھل دیکھا نہ ہوا
 خن و غافل کج طبیعت بھی کسے کی دم
 ہیں کج میں مردم کج طبیعت بھی کسے کج
 راست ان کو کجے موبار ہوں موبار کج
 کج طبیعتوں

گو جام جسم و کاسہ فغفور گئے آہ
 اس کی دولت سے کوئی ہوتا نہیں ہے منتفع
 قاروں تو لے گیا مگر اس عہد کے بنیال
 جس کی گات اچھی نہ ہو وہ گل تر کچھ بھی نہیں
 جمع مال و زر سے کیا اے منعم تم پاؤ گے
 اے حریص جمع مال و زر سے تو بچا ہے
 فیض نامکن ہے دولت لاکھ منعم کو ملے
 کسو کے کام نہ آوے بنیال کا پیسہ
 زرا ندوزی سے اے منعم یہ کہہ کیا عاقبت حال
 مال ہی جی میں رکھے ہے بعد مرنے کے بنیال
 کہاں ہوتی فیض مفلس کوئی مسک تو نگر سے
 کیوں نہ روشن ہو کہ ہیں بے فیض گل اہل شکوہ
 نام روشن جس کا دنیا میں ہے وہ بے فیض ہے
 جو سر بلند ہیں بحر جہاں میں ہیں بے فیض
 منعم مسک سے ہو کس طرح مفلس فیض یاب

بد خلقی

بد مزاجوں کو صفائی کہی کی کیا پسند
 خود جو کج ہیں تو کجی سے محبت ان کو
 جسمع ہوں اک جا جو بظن تو پیدا ہوں فساد
 حبیب بے مروت سے ہے عرض حال لا حاصل
 جس میں کج خستہ ہو کبھی اس سے نہ ملے
 کج طبیعت کج فہم سے ہو تب منفک
 بات جو کہنی ہو منہ پر کہے پیچھے نہ کہے
 دوستوں سے ہے جتنیں بغض عجب لوگ ہیں وہ
 کانوں سے سینکے نہ کبھی ہم سخن بد
 نیک متنازع جہاں ہے بد ذلیل حلق ہے
 بد میں جو کوٹ کوٹ کے نیکی بھری تو کیا
 وہ بے تمیز ہے نا اہل ہے بلا شبہ
 سچ پسمن میں پھولتے پھلتے نہیں وحشی مزاج
 نبھے اس سے کیا جس کی رگ رگ میں ہے
 خجٹ چھپ سکتا نہیں ہرگز خبیثوں کا کبھی

قارون بھی گیا لے زر و نیار کی حسرت
 منعم بے فیض گویا ابر ہے تصویر کا
 جائیں گے اپنا اپنا ہیں سب خزانہ چھوڑ
 گر شجر میں نہ ہوں خوشترنگ تم کچھ بھی نہیں
 مثل قارون ایک دن یہ بار سر ہو جائیگا
 صورت قاروں نہ تم کو بھی کرے محبوب بے لطف
 دل اگر نامرد ہے تلوار سے کیا فائدہ
 کہ گنج قارون کا ہے رائیگاں زمین کے تلے
 ابد تک تو نہ مطعون خلایق مثل قارون ہو
 کیا عجب گر گنج کے ہمراہ ہو قارون کی روح
 نہ رشتہ کا کبھی ہو خشک لب تر آب گوہر سے
 جب ہمیشہ چشمہ خورشید خاور خشک ہو
 چشمہ خورشید میں دیکھنا بہر نام فم
 دما دم آب سے خالی حباب ہوتا ہے
 آب گوہر شہ کو کب آب جو ہو جائیگا

ہو دھن جب تلخ پانی کا مزہ ملتا نہیں
 کج اداؤں سے بدلتی نہیں تیور ابرو
 درد پیدا ہو جو معدہ امتلا پیدا کرے
 نہ بخشنے نفع ہرگز کوٹن کچھ سرد آہن کا
 ملے تو کئی حرف خشن نذر پکڑ کر
 کسی دوا سے دُم کج کی گر کجی نکالے
 آدمی چاہئے آئینہ کی خصلت رکھے
 ہم تو دشمن سے بھی رکھتے نہیں کینہ دل میں
 جب تک ہے زباں اپنی بری بات سے محفوظ
 خاک کی جازیر پاگل کا مکاں بالائے سر
 چینی کی آب و تاب نہ ہو گی سفال میں
 جسے تمیز نہ ہو اہل امتیاز کے ساتھ
 نام کو بھی شاخ آہو بارور ہوتی نہیں
 حسد، بغض، کینہ، عداوت، عتاب
 پیٹ میں جیسے نہیں رہتی غذا مگر ہی ہوتی

اسیر
 آتش
 افشا
 بحر
 تراب
 تسلیم
 جنون
 حیرت

کچھ ٹھنڈیوں کو خاک ہو صحبت سے استی
عادت بے سود کھودیتی ہے آنکھوں کو دقا
تھا اثر دہا بھی ساتھ پیمبر کے غار میں
کچھ اثر رکھتا نہیں خنداں لب سو فار کا

بد قسمتی

نہ پوریا بھی میر ہوا بچھانے کو
رنج لکھا ہے نصیبوں میں مرے راحت سے
اس قدر مجھ سے زمانہ کی ہوا ہے برخلاف
کہوں کیا ہوئی عمر کیونکر بسر
مزدہ ملتا نہیں نعمت سے اپنی بد نصیبوں کو
کیا کیا بہاریں آئیں کیا کیا درخت پھولے
دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا
ساتھ وسعت کے ہے ہر چند جہاں بنے کو
باغ جہاں میں کیا کہوں کیا حال ہے مرا
جلا میں شمع کے مانند عمر بھر خاموش
مزرع عالم میں مجھ سا سوختہ قسمت کہاں
عیش میں سوختہ بختوں کو ہے اندوہ نصیب
ازل سے ہے یاں تیرہ بختی امیر
باغ جہاں میں میر کو آئے لیکن ساتھ ہے قسمت بد بھی
جمع مخالف بخت ہے واثروں کوئی نہیں امید کی موت
بری ہو نہ قسمت الہی کسی کی
نہ چونکا مرا بخت خفتہ امیر
جہاں کو فیض ہے مجھ سے میں قید کلفت میں
مرگ کے بعد بھی ہے تیر گئی بخت ایسی
پھینک دو کاٹ کے جو نخل تنہا کی امیر
واثر و فی قسمت کی یہ ہے نام میں تاثیر
طالع واثروں سے دکھلاتی دعا الٹا اثر
جستجو رہتی ہے دولت کا پتہ ملتا نہیں
تمہی گر ساعت مزنج میں خلقت میری
شور بختی کے سبب عیش سے واقف نہیں ہم
رکھتے نہیں تیز بد و نیک خفتہ بخت
ہوں وہ بد قسمت کہ کوئی خاک کے مولوں نہ لے
کیا ہوا مجھ کو اگر حاصل خوش اقبالی نہیں

ہمیشہ خواب ہی دیکھائے چھپر کھٹ کا
خواب میں بھی ہوس مار لئے پھرتی ہے
کیا عجب بوئے حنا ڈالے کفن میں آبلہ
میں جاگا کیا بخت سویا کیا
نہ دیکھا لالہ داغی کو اک دن نشہ افیوں کا
نخل امید ہم نے پر بارور نہ دیکھا
راہبر قسمت سے رہن ہو گیا
پر ہمیں تو نہیں ملتا ہے مکاں رہنے کو
سوکھی ہوئی ہو جیسے درخت کہن کی شاخ
تمام عمر کئی قصہ مختصر خاموش
جل گیا قسمت کا میرے خاک میں جو دانہ تھا
شمع کو محفل شادی میں بھی روتے دیکھا
بھلا ہم کو کیا آزمائگی رات
ہاتھ ہے کوئی تلخ ہے اونچی پائیگی کوئی شرم
ہاتھ اٹھائیں خاکے ما کو بند جو پائیں اب اثر ہم
کہ جو سو جیتی ہے بری سو جیتی ہے
پھنکا صور محشر زمانہ ہوا
مکان میں تو اندھیرا ہے زیر پائے چراغ
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن میں نہیں
پھول کب بخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے
چھا پیں بھی تو الٹا ہی اٹھے نقش نگین کا
برق گرتی میں اگر باران رحمت مانگتا
سر پھرا کرتا ہے پر نفل ہما ملتا نہیں
دوستی جس سے بڑھائی وہی جلا دہوا
مے بھی آئے کبھی ساغریں تو برکہ ہو کر
کیا فرق خواہ شال ہو تکیہ میں خواہ پر
بیچنے آئیں زر طالع جو ہسم بازار میں
مصلحت سے کوئی کام اللہ کا خلی نہیں

آتش

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

بد قسمتی

باغ عالم میں ہے مجھ سا کون جنت نصیب

سانپ پیدا ہو جو توڑوں بنیہ طافوں کو

شکست فاش پر گردوں شکست فاش مٹیا ہے

ستارہ ہے ہمارا گردش سنگ خلاص میں

تارہ کے دن سے آدم کی طرح محروم راہوں

ازل کے دن سے آدم کی طرح محروم راہوں

نہ آغوش پدر میں تھا نہ بی دامن مادر میں

آسیا ہوں آسمان ہوں چاک ہوں گرد آہوں

طرح گردش ہی گردش ہے مری تقدیر میں

دیکھائے جہاں کے روز انقلاب ہم

دور سے ایک دن نہ ہوے اقبال ہم

کیا باران طلب بجلی گری کشت توقع پر

عجب طالع ہمارے ہیں عجب قسمت پسند ہے

بعد فنا بھی گردش ساعت پسند ہے

مٹی کو میری نشیہ رہا فرق جہاں میں محروم

تاج شایہ سے رہا فرق جہاں میں محروم

نہ ہوا شکر فلک کا کوئی احساں

انہی قسمت میں سوا غم کے نہیں ہے شادی

اپنی قسمت پر لگاتے تو کفن ہو جاتا

باتو خلعت پہ لگاتے تو کفن ہو جاتا

ہوں وہ بد بخت کہ جو با بھی نہ کو ہوتا

واتا ہاتھ سنہ در میں تو پتھر ملتا

دستی
۲

ہفتی
 برائی پر ہمارے قسمت سفر میں بھی ہے شکر کی رحمت
 کبھی چوڑھا غبار غربت تو شعلہ اشک غم و کن کا
 اے آج بھی اپنی پستی تقدیر کیا کہیں
 خط جبین ہے اسے آج بھی کف یابند ہے
 کیا کیا نہ انقلاب زمانے میں ہو گئے
 بٹاش ایک دن نہ ہوش ہم سب گئی
 مر گئے لیکن قسمت کی یہ روزی گئی
 گور میں بھی ساتھ ہے ظلمت نیل جوہر کی
 کسی سے نہیں جھجھ کو بات کہتا ہوں
 سرور و پیش میں سب ہیں خواب و خوابوں میں
 قسمت اپنی کہنا نہیں کسی سے
 عدو اور میرا وہی ہیں کا درختدار پول میں
 گشت نصیبوں کو کہیں چین نہیں جگہ
 پر دیں میں پھل اس خانہ میں
 خستہ ہیں اس میں شمس و قمر کہیں
 ذرات راستہ میں کو قریب نہیں
 محبت ہے جہاں میں ہے خاک اترتی ہے
 وفور آب دریا میں ہے سلاج کیا ہو
 بد طاعتی کا مسلاج کیا ہو
 آزار بھی ہو تو لاوا ہو
 خدا کسی کو

اے سیہ بختی تری تاثیر کے قائل ہیں ہم
محتاجی تقدیر نے آفت سے بچایا
کیا کیا اے چرخ نے مٹایا
اشک قسمت جو بری ہو تو ہے بیکار کمال
رات دن ہے درپے ایذا رسانی چرخ دول
فائدہ کچھ نہیں دنیا میں جو بد قسمت ہیں
شوئی قسمت سے شادی مرگ ہو جاؤ گا میر
نامرادی جو بھی ہے تو خدا حافظ ہے
رنج و غم کا ہے کوہستی کے اٹھائے ہو
باغ کیا شے ہے کسے کہتے ہیں پرواز جبر
کھلک دبیر چرخ نے اپنے نصیب
ہائے اس دار فانی کیا اسی صورت کی
لطف گلگشت چمن ہم سے نہ پوچھے آہ
چنگ مطرب بادہ و ساقی شب ہفتاب
باغ دنیا میں جب سے کھولی
ہر اک کی ٹھو کریں افتادگی نے کو
سخت رہتا ہوں مکرر جو زمانہ
کوئی دنیا میں نہیں میرے برابر تیر
نہ ہو گا مجھ سا کوئی نامراد
کام الجھا کوئی سلجھ
افلاک تو یوں پھرنے کو پھرتے ہیں
دہر سے اے دل عبت ہے شکوہ ر
خوشی کے بعد گر غم ہو
پھرتے ہیں سات آسمان
ہنسی آتی ہے اب بد
بد قسمتی سے تو ہی نہ دوڑا وہ
ہوئی یہ برباد زندگانی رہی نہ ہستی
مری طرف سے یہ غفلت ہے ہم
پست بختی نے مجھے محفوظ رکھا
خدا جہان میں روز سیہ نہ
برشتہ بخت ہوں میں لطف
ہیں ناشاد نظر آتے ہیں دلشاد
مجھی کو گردنیں دیتا ہے ہر پھر

امانت	آنکھ ڈالی جس دوشلے پر وہ کھل ہو گیا	اس باغ میں دیکھی نہ کبھی دامن کی صورت	جس چیز کی ہم نے آرزو کی	ہو نہ انسان ہنر پر کبھی نازاں دل میں	کر رہا ہے مجھ سے بل میرا مقدر اک طرف	اشک ہوتے بھی جو ہم اہل ہنر کیا ہوتا	دیکھا خلعت گر کوئی مجھ کو کفن ہو جائے گا	بیدی کا ہے یہی دور تو دنیا کو سلام	ہم نہ اسے کاش عدم سے ادھر آئے ہوتے	پر نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ صیاد آیا	شادی کا ایک لفظ نہ لکھا سوائے رنج	عمر کھوتا جاؤں گا بریاد ہوتا جاؤں گا	آنکھ جس دن سے کھلی خانہ زنداں دیکھا	ایک دن بھی اے فلک ممکن نہ یہ سماں ہوا	نہیں دیکھی بہار کی صورت	تمام عمر کئی سنگ رہ گزر کی طرح	میری تقدیر ہے خاک اور مقدر پتھر	بخت کا میرے ستارہ خال سے تمام ہے	تمام عمر ہوئی پر نہ کامیاب ہوا	ناخن اپنا گرہ کشا نہ ہوا	میرا ہی کوئی کام روا ہو نہیں سکتا	ہے ابھی کیا کیا خدا جانے مری تقدیر میں	رہے ہم لمحہ بھر بھی شاد ماں کب	کام اپنا کوئی روا نہ ہوا	سیہ بختی کا ہو میری بیاں کب	دن رات خوان نصرت الوال لٹا کئے	صلب نے ہر چند خاک چھانی نہ ہاتھ مشب غبار آیا	چمن سے اڑ کے کبھی ایک پر نہیں آیا	ٹوٹ پڑتا آسمان سر پر جو رفعت مانگتا	ہنوز دور ہے شب رنگ آفتاب گھٹا	شراب آگ رہی کوئلہ کباب رہا	ہیں اس دور میں برباد ہیں آباد ہیں ب	بنا ہے میری مٹی کے لئے کیا چاک گردوں کا
-------	-------------------------------------	---------------------------------------	-------------------------	--------------------------------------	--------------------------------------	-------------------------------------	--	------------------------------------	------------------------------------	--------------------------------------	-----------------------------------	--------------------------------------	-------------------------------------	---------------------------------------	-------------------------	--------------------------------	---------------------------------	----------------------------------	--------------------------------	--------------------------	-----------------------------------	--	--------------------------------	--------------------------	-----------------------------	--------------------------------	--	-----------------------------------	-------------------------------------	-------------------------------	----------------------------	-------------------------------------	---

بدقسمتی

بدقسمتی
 سست واپس سے ایک ایک کو تھکنے کے لئے
 کرتے ہیں دہریہ میں ہم چشم چھکے
 باقی ہیں توفیق میری حشریں جھکے
 یہ بھی کیا ان کے لئے کوئی توفیق
 پھر تھی جہ سے ساتھ ہیں دوران میں
 گویا کہ سر کے ساتھ جھکے چشم
 قسمت دکھا رہی ہے جھکے چشم کو
 امید کیا کہ دیکھ سکوں روز سرداں
 بزرگ شفیق سلامت ہوں روز سرداں
 مکان میں بھی مجھے کب توفیق میرے
 جوں وہ سیاہ بخت کہ توفیق تاریں
 پنہاں بزرگ سا یہیں شبہ ہے
 بانی بانی ہوں میں شرم چاند
 بھل کا شرم نہیں ہوتا
 سست و خرم جہاں میں کیف تامل کی
 نہیں ہوتا ہوں جہاں میں پس دیدن
 نہیں دیکھتا کوئی پس دیدن کی طرح
 پھر انداز ہوں گویا خطا میں
 تمام عمر پلا دامن اسیری میں
 قفس میں میرے لئے کج آشیانہ ہوا
 شرم

شور بختی کھو نہیں سکتے کسی کی اہل فیض
 کبھی مانسہ طفل اشک حسرت
 مقدر نے جہاں میں مثل ریگ شیشہ ساعت
 سر بلندی ہوگی اے تسلیم کیا تجھ کو نصیب
 برباد دیکھتے ہیں چمن اپنی آنکھ سے
 دائے قسمت ہوگئی اپنی وہی حالت تقیم
 خاک میں بھی گردش تقدیر پیسے گی مجھے
 سیاہ بخت نہیں کوئی خلق میں ہم سا
 کیا پوچھتے ہو حال دل اس درد مند کا
 گردش سیکڑوں دیں چرخ نے پر حضرت بخت
 جن کو بے فیض کیا حق نے ازل سے پیدا
 گر میں چھو لوں اثر قسمت بد سے توفیق
 خون دل پیتا ہوں اے توفیق خاموشی کیا تھ
 دور مجھ سے میرا مطلب تادم مردن رہا
 بھری ہوئی تھی جو سر میں ہوا سے پامالی
 تدبیر سے بھی ہوتے ہیں واژوں نصیب است
 جب لکھا نامہ قسمت تو مری قسمت کا
 مری قسمت جو مجھے خود نہ مٹاتی توفیق
 دکھایا بخت خفتہ نے مے یاں تک اثر اپنا
 اللہ رے ناکامی قسمت کہ دم عرض
 ہیں امیدیں مری وابستہ حسرت توفیق
 پھیر دیتا ہے مجھے ہر شخص ناکامی کے ساتھ
 وہ عندلیب جس کا قفس آشیانہ ہو
 اثر تیرگی بخت سیاہ بد سے
 نہ بر آئی کسی دن آرزو سے آرزو میری
 ہوں وہ محروم کہ پیش آہی گئی ایک نہ ایک
 نہ دل کی آرزو نکلی نہ ارمان ہوس نکلا
 رہے توفیق گردش میں بزرگ آسپا ہر صبح
 پھر ہوں اس جینے پر اے توفیق میں خواہاں ہرگ
 نہ روند مجھ کو بھولے سے کسی نے بلغ ہستی
 افتادہ قسمتوں سے رفاقت کی کیا امید
 یہ عالم ہے کہ اپنی قسمت برگشتہ کی دولت
 ہوں وہ ناکام ازل صنم ہستی پر مرے

تسلیم
 پاس رکھتا مائیہ دنیا سے سائل کچھ نہیں
 نہ دیکھی ہم نے صورت خرمی کی
 پھر یا رات دن ہم کو ادھر خالی ادھر خالی
 مل گیا ہے ٹوٹ کر طالع کا اختر خاک میں
 کیوں مر گئے نہ پہلے ہی فصل خزاں سے ہم
 دیکھئے عمر دوروزہ میں ہو کیا صورت تقیم
 ہوں وہ دانہ رنگ بدفن آسپا ہو جایا
 ہر ایک وقت اندھیرا ہے اپنے بستر پر
 جو ہو دیا ریا رے دور اور شکستہ پا
 نیند سے چونکے نہ وہ خواب گراں رکھتے ہیں
 چمن دہریہ جوں سرد نہ پھولے نہ پھلے
 ابھی پیدا اثر خاک ہو اکسیر میں بھی
 مجھ کو قسمت سے ملی قسمت لب ہونفا کی
 لفظ بے معنی کی صورت میں تھی دامن رہا
 گرے زمین پہ ہو بار ہم نظر کی طرح
 کیا کاشم جاب کو میدھا کرے کوئی
 رکھ دیا کاتب تقدیر نے خانہ خالی
 کیا مرے نقش تما کو مٹاتا کوئی
 ملی نقش قدم کو غفلت خواب گراں میری
 تاثیر بھی ہوتی ہے خجل اپنی دعا سے
 ہوں میں وہ شغل تمن کہ جو پھولا بھی نہ ہو
 بزم گاہ دہریہ گویا تھی ساغر ہوں میں
 امید ہر باقی صیاد کیا کرے
 جسم پر اپنے ہے سایہ کا تو ہم مجھ کو
 مرے دل سے مرا ارماں بھی ناکام ہوں نکلا
 مل گئی لئے کبھی قسمت سے تو ساغر نہ ملا
 مقدر بھی مرا میری طرح بے دسترس نکلا
 تلاش رزق میں پھرتے رہے ہم بھی کہاں کیا کیا
 لے چلی تقدیر پھر مشکل سے مشکل کی طرف
 ہوا ہوں خلق گویا سبزہ زنگار کی صورت
 ہرہ کسی کے رہ نہ سکے نقش پا کبھی
 ہمیں توفیق اب تو دوست بھی دشمن سمجھتے ہیں
 اختر بخت مرا نقطہ باطل ٹھیسرا

جواب	توفیق	عمر شبنم کی طرح رونے میں گزری توفیق اڑائی خاک رہے گردنوں میں ساری عمر عمر گزری بے سرو سامانی تفتدیر میں امید نفع پاکوں سے جو ہوتی خشک بخوں کو ناکامیاب کو نہیں فیضان کامیاب چمن دہر میں وہ سبزہ خوابیدہ ہوں شکست رونق بازار اعتبار ہوں میں ہوں وہ افتادہ غربت جو گزرتا ہے کبھی درماندگی طائر تصویر دیکھنا ہمدستان قسمت راچہ موداز رہبر کامل ہمارے دام تو کھوٹے نہیں لے کارگر بھڑک جو بہر آشیاں تنکا اٹھاؤں لے خبر بجلی گلشن میں جا کے کونسا پھل ہموں لگیا لاکھ چاہو دو قسمت کی بدی ہوتی نہیں جو شاخ چھانٹا ہوں وہ گرتی ہے ٹوٹ کر لذت ہوئی کیا باغ جہاں میں مجھے حاصل اٹل کرم سے بھی نہیں بد قسمتوں کو نفع پھرے نہ طالع برگشتہ اسے جنوں تیرے نہ ہوگا مجھ سا زمانہ میں دوسرا محتاج کیا گلہ چرخ سے ہو خواہش تقدیر یہ تھی اک روز بارور نہ ہوئی شاخ آرزو دیکھنا محرومی تقدیر اسکندر کہ خضر ہم ہیں وہ کم نصیب فراغت کہیں نہیں غربت میں جان دی ہے کوئی ہم وطن نہیں باغ ہستی میں نخل خشک وہ ہوں جز غم و رنج و محنت و ایذا جہاں نہ مونس جہاں ہمدردیاریاؤ ہم قفس سے نہ چھوٹنے پائے بدلے عروس باغ جہاں نے ہزار رنگ خویا زمانہ خوش ہے مگر ایک تو ہی یاں عقدہ سر بستہ بخت سیاہ خدا جانے گلستاں چیز کیا ہے ہم نہیں اقف بیدا ہوئے ہیں رنج اٹھانے کے واسطے
جواب	توفیق	فصل گل مجھ کو میسر کبھی ہنستا نہ ہوا فلک کی طرح کبھی اور کبھی زمیں کی طرح جامہ ہستی مرا توفیق بے دامن رہا تو کیا لبریز گوہر دامن ساحل نہ ہو جاتا دریا سے تر کبھی لب ساحل نہ ہوکا ٹھوگریں مار کے ہر شخص جگاتا ہے مجھے زمانہ جاتا ہے جس ناپسند مجھے نقش پا جانکے ہر شخص مٹاتا ہے مجھے پر بھی ملے تو اڑنے کے قابل ہوکا جیا بوں کو مٹایا موج نے پہنچا کے ساحل پر وہی پھوٹا نکلتا ہے جو ساغر مول لیتے ہیں جو کوئی شاخ گل چھانٹو جھڑی دے باغیاں جو قسمت تھی ساتھ ساتھ گئے ہم جہاں کہیں سچ کہا ہے جو نہیں ہوتی کبھی ہوتی نہیں اللہ ہے بندھے جو مرا آشیاں کہیں حصہ میں مرے جز شمس خام نہ آیا دریا میں بھی تہی رہے پیالہ حباب کا ہزار بار زمانہ میں انقلاب آیا نہ کچھ یہاں کے لئے ہے نہ کچھ وہاں کیلئے ہم کو تکلیف ہو اور چین زمانہ کے لئے باغ جہاں میں صورت نخل بیدہ ہوں راہبر ہو اور رسانی آب حیاں تک نہ ہو پھیلا کے خاک سوئیگے اندر کفن کے پاؤں نایاب گورکن ہے میسر کفن نہیں نام باقی نہیں ہے کوئل کا ہم نے دنیا میں اور کیا دیکھا وہاں پہ آئی قضا ہماری الہی تو یہ الہی توبہ آئی بھی اور گئی بہار افسوس لایا نہ میرا بخت کبھی ایک بار رنگ پیدا ہوا ہے رنج اٹھانے کے واسطے کھل نہ سکا ناخن تدبیر سے قفس دیکھا ہے ہم نے اور کتنی آشیاں دیکھا عیش و طرب بنا ہے زمانہ کے واسطے
جواب	توفیق	قسمتی بد گلشن سے دور بند قفس میں یا ہوں اینجا میری طرح تو کوئی بھی بے بال و پیر نہ ہو منتخب مجھ کو زمانہ میں لائق ہی نہ تھا کوئی اس گردش ایام کے لائق ہی نہ ہے کاسر سرعہ راژوں ہے ازل کے دن سے ابتدا ای سے رکھا چرخ نہیں بخوار کوئی ہنسنے والے ہیں بہت اور نہیں سگر فگار رہا ابتدا ہی سے میں گلشن میں گلستاں کیا ایسی ہے جو قسمت میں تو صحر کیا گلستاں کیا جہاں ہم جا بیٹے صیاد لکیر دام اسے بعد مدت کے جو گھر اسکے ہیں لائے نصیب بات کرنا بھی نہ قسمت میں ہوا ہے نہ کس کو آوارہ کیا یوں گردش ایام نے جو کہ دیکھایا ہیں اس بخت نافر جام نے اس انجن سے جرات سب کامیاب ہے صورت جھڑے پارساں اک ہم وہاں سے نکلا ہنشین ہوئے رقیب اپنے کیا گلہ کیجئے نصیب اپنے کیا گلہ کھا آئے ہمارے آگے قسمت کا کبھی جیل کرنا تھا میں واٹے ہو کر رہ گئی کسیر جل کر لہا تھا میں خاک ہو کر رہ گئی کسیر جل کر لہا تھا میں

تفہیم

تعلق ہے مری تقدیر کا نام غریباں سے
 سحر سے جا ملا رشتہ مرا چاک گریباں کا
 سو سپید ہوں نہ گل نہ درمید ہوں
 بیل ہوں تا بھین چمن نار سپید ہوں
 اسے چرخ ایک منسل و محتاج ہیں ہیں
 زردار باغ دہری گل تک چین کے ہیں
 راہ گم کردہ ہوں چلوں جتنا
 بچد ہوتا ہے مجھ سے جو کام نہ آیا
 پایا وہ ہم اس باغ میں جو کام نہ آیا
 دل چھو نہیں تھی مجھ سے وہ دعا
 دل چھو نہیں تھی مجھ سے وہ دعا
 بس ہے کہ یہاں نہ پایا ہے جو کہ ہم
 بیٹھا نہ کوئی چلوں کوئی ایسا
 بگ و برگ و پتہ اپنے نہ چھوئے کہ جو
 پر خیر نہ رہی گردشیں ایام جہاں
 اس مرغ نا تو اس کی میاں نہ ہو چکا
 جو چوٹ کر قفس سے گھوڑا ایک
 چل جاتی ہے نہ پایا ہے کہ جو
 مل گیا خاک میں یاں پاؤں کے دھوئے دھوئے
 چلے نفس

سو غنچے شگفتہ ہوئے گلشن میں تو لیکن
 بخت کی برشتگی سے کس طرح ہووے نجات
 میری قسمت نے دیا ہے مجھے کیا جواب
 جب سیدہ دیکھوں ہوں اپنے دفتر تقصیر کو
 ہر کام میں آخر کو جو دیکھی تو خرابی
 وہ کشتی ہوں ہمیشہ جو رہے طوفان ہستی میں
 دہر میں جس کا نام ہے تقدیر
 لایا نہ بار نخل تمنہ مرا کبھی
 کیا فائدہ ہے گلشن ہستی اگر ملا
 ہوا ہے دشمن فلک ہمارا پڑا ہے قسمت الٹا پانا
 جس کی قسمت میں لہائی تھی چمن جا کھیا
 جب خزاں ہو گئی آخر تو رہا ہم خزاں
 نشوونما کی کس کو امید ہے بہاریاں
 یاوری دیکھئے نصیبوں کی
 وہیں سے داغ سید بخت کو ملی ظلمت
 جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا
 چکر میں مثل سنگ فلاخن ہوں دیکھئے
 ہم کو قسمت نے دیا داغ تمنائے داغ
 کیا کیجئے افلاس و مصیبت کو قسم
 کہو دے ڈاکر مئی مایوسی حراماں نے ہوش
 قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق و گرنہ
 کیا ملا عرض بدعا کر کے
 پھول توڑوں تو چھیں ہاتھ میں میرے کانٹے
 پھولے پھلے نہ آکے گلستان دہریں
 بر سے فلک سے آگ جو پانی کی ہو تلاش
 سب نے آکر گل مقصود بھرے دامن میں
 یاں بھی قسمت نے لب خشک ہونے دئے تو
 پیرو ہی کینج قفس ہے وہی صیاد کا گھر
 جہاں گیا میں، گیا دام یکے وال صیاد
 دکھایا کینج قفس مجھ کو آب و دانے نے
 ریاض انی قسمت کو اب کیا کہوں میں
 واں سے آئے تھے کچھ نہ ہم لے کر
 وہ محروم مسرت ہوں کہ خود صورت سے ملتا ہے

کھلنے کا مرے دل ہی کے ہنگام نہ آیا
 کم نکلتا ہے جو ڈوبا ہو اگر گوداب کا
 آتے آتے ہاتھ میں اکیر آدھی رہ گئی
 رات بھر روتا ہوں میں اپنی بری تقدیر کو
 ہم با بھی نظر کوئی بد انجام نہ آیا
 کنارہ ایک عالم کو ہے جس سے میں ساحل ہوں
 ہم سے سیدھی وہ عمر بھر نہ ہوئی
 تیری ہوا بھی ہے چمن روزگار ہیچ
 جب نخل آرزو ہی ہیں بے ثمر ملا
 ستم رسیدہ جفا کشیدم جہاں میں مجھ سا بشر نہیں ہے
 فصل گل بھی چلی ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
 جنکی قسمت میں ہو کلفت انھیں راحت کسی
 میں شاخ خشک ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے
 دوست بھی ہو گئے مرے دشمن
 جہاں سے حضرت موسیٰ کے ہاتھ نور آیا
 تو نے بھی وہ اے گردش دوران نہیں کیا
 پھینکے مرے نصیب کی گردش کہاں تجھے
 وہی ملتا ہے جس انعام کے قابل جو ہے
 کھانے کے لئے گھر میں کچھ ہے تو قسم
 گردش ساغر کا شک ہے گردش تقدیر پر
 سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا
 بات بھی کھوئی التجا کر کے
 عیش چاہوں تو وہیں رنج کا سماں ہے
 ہم وہ شجر ہیں باغ سے جو بے ثمر گئے
 دوزخ سے بہشت کی گر آرزو کریں
 اک تہید ست چلے گلشن ایجاد سے ہم
 آکے میخانہ میں محروم چلے جام سے ہم
 چار دن اور ہوا باغ کی کھالے بیل
 پھر تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد
 و گرنہ دام کہاں، میں کہاں کہاں صیاد
 بگونا تو آیا سورنا نہ آیا
 پر چلے یاں سے لاکھ غم لے کر
 خط تقدیر کی تفسیر ہے چمن جبین اپنی

بد قسمتی

موافق نہیں ہیں جو بد قسمتی سے
عیش سب سے بد قسمتی ہے کوئی
وہ تیرہ روز ہوں جس کے سیاہ خانے میں
نہ آفتاب ہی آیا نہ مانتا اب کوئی
ابن مریم ہوا کر کے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
خوشی کی کیفیت پر میرے اگر سو بار بار آئے
جھٹکا ہوں کہ ڈھونڈے ہے بھی سے بقیہ کوئی
غالب کچھ اپنی سی سی سے کہنا نہیں جھے
غالب اگر نہ بخ کھائے کشت
فردین جے اگر نہ قسمت کی شکایت جھے
سے محرومی تھا کہ مر جائے سو وہ بھی پو
ہم نے چاہا تھا کہ قسمت رقم ہونے لگی
میرے غم خانہ کی جب قسمت ویرانی جھے
لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی جھے
کہاں اس کو ہے فرشتہ بخش نصیب
لکھا جس کی قسمت میں بد بویا
قسمت میں لکھا ہے جو خدا بوری چاہتا
بیجا ہے جس قلب و نان تنور کی
دین و دنیا کا مری ذات میں نقصان رہا
ہوں وہ کم بخت کسی بات میں کامل نہ ہوا
ویرانی ہے

عیش

غافل

غالب

غافل

ویرانی ہے

پھرتا ہوں وادی آوارگی میں سرگرداں
وہ بد نصیب ہوں کہ رہو نگا تمام عمر
صورت پیمانہ دولاب ہیں آنکھوں میں اشک
لاہتے ہیں طہر ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا
کوئی شے ہے جہاں میں جو نہیں کا را آمد
تیری قسمت نے گرفتاری میں ڈالا ہے تجھے
کسی پر کیا تاسف ہو جب اپنا بد مقدر ہو
تقدیر کے بگاڑ سنوارے نہ جائیں گے
عقدے مری تقدیر کے کھولے نہیں کھلتے
جو ہو قسمت میں برائی مل نہیں سکتی کبھی
مے عشرت سے نگوں بخت نہ کیوں محروم
عیش و عشرت سے ایک دن نہ کٹا
آزماؤ عدم میں بخت عزیز
کیوں ہے یارب بخت کا اپنے ستارہ خواب میں
برگشتگی سے بخت کی گردش ہے پاؤں میں
کبھی تو اوج پر آئے مرا بھی اختر بخت
وہ دل شکستہ ہوں جس کو نہیں کشود نصیب
جو کچھ ہوا نصیب سے بے وقت ہی ہوا
ہم مثل سرو باغ جہاں میں ہیں نا امید
ایسی برگشتہ ہوئی مجھ سے مری تقدیر ہے
دوست جس شخص کو سمجھے وہی دشمن نکلا
حیف اک دن بھی نہ دنیا میں اٹھائی راحت
سو ہنر پر بھی نہیں نقص مقدر ملتا
پڑا ہے کام ناکامی سے عاقل
یاس و حرمان و غم و درد و الم اے عاشق
میں ہوں وہ سیہ بخت کہ آکر مرے گھر میں
تخلیف ہی ہوتی ہے سراسر مجھے حاصل
وہی نصیب ہیں اپنے وہی ہے محرومی
شکل گرداب رہے چکر میں
قسمت میں فاقہ مست کی منعم خوشی کہاں
مانند صفر دہریں خالی شکم رہا
باغ عالم میں نہ ہوگا کوئی ایسا ناکام
ہمارے رزق کی ہے فرد قسمت میں رقم خالی

اک بگولا ہے مگر گردش قسمت میری
میں شاہد فراغ سے دورا و شکستہ پر
روتے پھرتے ہیں ہم اپنی گردش تقدیر پر
عیش دنیا کا مگر اپنے مقدر میں نہیں
ایک ہم خلق میں پیدا ہوئے بیکار فقط
نے قصور دام ہے بلبل نہ تقصیر نفس
قصور فال زن کیا ہے نحوست میں جب اختر ہو
تدبیر جھینکتی ہے مقدر کے سامنے
جاتی نہیں قسمت کی برائی نہیں جاتی
مٹ نہیں سکتا لکھا تقدیر کا تدبیر سے
وہ قدح ہوتے ہیں خالی جو الٹ جلتے ہیں
لطف سے ایک شب بسر نہ ہوئی
ملک ہستی میں تو گزر نہ ہوئی
ہوتے ہیں اختر مشابہ دیدہ بیدار سے
ہیں ہم سے ان دنوں نہ و اختر پھرتے جھے
فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہوتا ہے
وہ قفل ٹوٹے میسر جسے کلید نہیں
ہم فصل گل میں پھنکے خزاں میں رہا ہوتے
ظاہر تو سرو بہر ہے لیکن شمر نہیں
نالہ دل بے اثر ہے آہ بے تاثیر ہے
اپنے مقسوم کا ہرگز نہیں کہنا بہتر
کاش اس سے تو میں عالم میں نہ پیدا ہوتا
سما کمال اس سے زیادہ تمہیں عاقل ہوگا
یونہی اوقات کرتے ہیں بسر ہم
جبکہ دنیا سے چلیں گے یہی ساماں ہونگے
منہ شام کے پردے میں چھپاتی ہے سحر بھی
میں ڈھونڈتا ہوں جب کبھی آرام کا موقع
یقین ہے کہ زمانہ میں انقلاب نہ تھا
در مقصود نہ پایا ہم نے
برسوں میں عید آتی ہے ماہ صیام روز
قسمت میں میری رزق کی تھی سب رقم غلط
تارے توڑے جو کبھی میں نے گل تر توڑے
ہمیشہ صفر کے مانند رہتے ہیں شکم خالی

صابر

ظہر

ظفر

ظہور

ظہیر

عاجز

عزیز

عالم

عادل

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

عاشق

مصطفیٰ

فدائی

دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا

راہبر قسمت سے رہنما ہو گیا

قدرت نہ اس قدر بھی مجھ کو سپر نہ دی

جو شہر کے کنارے اک جو پڑا بناؤں

اپنی تو اس جہنم میں عمر اس طرح سے گزری

یاں اشیاں بنایا دیاں اشیاں بنایا

ایک دن گردش ایام سے آرام نہیں

گھر میں بھی تو ہیں دن رات سفر میں بھی

بخت سپہ اسے شمع و شام کو

ایک چند ملک نصیبوں میں لکھی ہیں کیا کیا

حشر میں میرے فصل نہیں باب نہیں

اتنے دفتر میں کہیں لامت غیر کرتے ہیں گلہ

دوست کرتے ہیں لامت غیر کرتے ہیں گلہ

کیا قیامت ہے مجھ کو سب برا کہنے کو ہیں

ان نصیبوں پر کیا اختر نشاں

آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا

اس بخت پہ کو شش سے تھکنے کے سوا ہوتا

گر چارہ غم کرتا رنج اور سوا ہوتا

جون خفگان خاک ہے اپنا فتنہ دگی

ایا بوز لڑا کبھی کروٹ بدل گیا

اب کر مرنے

فدا

"

"

"

فیض

فروغ

فصاحت

قدر

"

"

"

"

"

"

"

قلق

"

"

"

"

"

قائم

"

"

"

"

"

قدرت

گویا

"

"

لائق

مصطفیٰ

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

آبادیاں بٹت ہیں خیال غریب میں
 اسے فدا دنیا ہے اس کی جو بڑا چالاک ہی
 جو خوش نصیب ہیں اجل انکو ثواب ہے
 دیکھے جدھر ہزاروں نظر لئے ہم کو سانپ
 جس تلخ پرچمن میں مرا آشتیاں نہ تھا
 نصیب بعد فنا بھی مزار ہو کہ نہ ہو
 سات ورقوں کا رسالہ کس قدر نکلا غلط
 یہ وہ تالا ہے کہ کھلتا ہی نہیں چابی سے
 دھری رہتی سب تدبیر جب تقدیر پھرتی ہے
 اب اس نفس سے میں اڑ جاؤنگا کہاں صیاد
 میں وہ افتاد نہیں ہوں کہ سنبھل جاؤنگا
 بڑھ گئے سب میرے ساتھ جھکو تنہا چھوڑ کر
 گھر میں ہوں اپنے لیکن ہر وقت ہوں سفر میں
 شاد و دودن بھی نہ ہم اسے غم ایام رہے
 اک ہمیں کو سا قیامے بوند بھر ملتی نہیں
 کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
 پھر نہ سلجھا جس قدر ہم اسکو سلجھاتے رہے
 جز آہ و اشک جس کو نے برگ نے ثمر ہے
 جو طالع نہ ہو تو ہما کیا کرے
 پھنسا نفس میں جو چھوٹا چین کے بند سے میں
 کون رہ بتلا سکے جب خضر بہکانے لگا
 گزر اپنا تو کبھی سوئے گلستاں نہ ہوا
 ہوں وہ سرگرداں جو مٹی میری مٹی چاک میں
 حال اب دیکھئے تسبیح کے ہر دانے کا
 منزل پر میرے ساتھ جھ سے بچھڑ گئے ہیں
 مدد فلک کی نہ طالع کی یاوری دیکھی
 تقدیر گھونٹتی ہے جو تدبیر کا گلو
 صورت یاس بھی بن بنکے بگڑ جاتی ہے
 زندانیوں کو شام و سحر دونوں ایک ہے
 اٹھتا ہے ایک فتنہ جہاں بیٹھتا ہوں میں
 جس شاخ پر ثمر میں مرا آشتیاں نہ تھا
 نہ ہوئی نگہت گل سے بھی ہوا داری دل
 گرد کا دو گرمی بازار ایک ہے

ویرانگی ہے گویا ازل سے نصیب میں
 تیرا بھولا پن ہے تیری کم نصیبی کا سبب
 دنیا میں مرگ بھی نہیں مجھ کم نصیب کو
 باہر کبھی نہ ہو سکے قسمت کی پیچ سے
 تقدیر سے جو پھولی بھی تو وہ بہار میں
 نہ مجھ فقیر کو ممکن ہوا مکاں تازلیست
 بر نہ آیا ایک مطلب بھی مرا افلاک سے
 کی دعا لاکھ مگر میرے مقدر نہ کھلے
 کوئی حکمت نہیں چلتی خدا کے کارخانہ میں
 ادھر زمین ادھر آسمان یا قسمت
 ہوں وہ بنیاد کہ پڑتے ہی مٹا نام و نشان
 منزل ہستی میں اک میں ہی بھٹکتا رہ گیا
 گردش جو بخت میں ہے پر کار کی طرح سے
 بتلائے ستم و حسرت و آلام رہے
 چھکے ہیں دور میں تیرے ہزاروں ندوت
 قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا کند
 کم ہوا سر رشتہ ایسا کام کا اپنے کہ وہ
 جوں نخل شمع قائم یاں وہ نہال ہوں میں
 پھر مدتوں سر پہ میرے وہ خوار
 جیا بکام کب اس بخت ارجمند سے میں
 جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی
 ہم وہ بلبل ہیں نفس ہی میں رہے ساری عمر
 صورت گردوں گرداں خود بخود پھرتا سدا
 گردش بخت عبادت سے نہیں کم ہوتی
 روتا پھروں نہ کیونکر میں قافلہ میں ہر سو
 رہے جہان میں جب تک کہ ہم خراب ہے
 کیا مصطفیٰ میں سعی کروں روزگار میں
 شکل امید تو کب ہم کو نظر آتی ہے
 ہے تیرگی میں کس سپید و سیاہ کا فرق
 کوچہ میں عافیت کے کہاں بیٹھتا ہوں میں
 گھیری ہوئی تھی اس کو گلتاں میں ات برق
 مصطفیٰ جا کے میں گلزار میں ناشاد آیا
 اپنا نصیب خفت و بیدار ایک ہے

برگشتہ ہے کچھ اندنیوں تقدیر ہماری
تقدیر کی برائی کو شداد کیا کرے
تا حشر ہے یہ دیدہ بیدار سے گلہ
بدطالعی سے عیب ہمارا ہنر ہوا
جس قدر رنج ہے قسمت میں مقدر اپنا
نخل امید مرا چھوٹنے پھلنے نہ دیا
یہ افتاد قسمت کی ڈالی ہوئی ہے
طبیعت کو جب کچھ بحالی ہوئی ہے
خالی حباب کا ہے سدا سا غراب میں
رنج اٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہم کو
اک میرے آشتیاں کے سوا آشتیاں نہ تھا
عبث ہم نے اس نقش باطل کو دیکھا
اگر رگڑوں گا در پہ کعبہ کے نقش جنیں برسوں
آب حیواں سے سکندر کا گلو تر نہ ہوا
تاج شاہی بنگیا ہے جام معکوس حباب
خورشید کینچے ہے مرے سر پر ہزار تیغ
گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا
اب ٹھکانے نہیں اور ان بڑی مشکل ہے
میں وہ ہوں کھیت جہاں برق بے سحاب ہے
برنگ سبزہ بیگانہ پائمال ہوا
قامت پہ میری قلع ہوئی ہے قبائے رنج
کوئی تدبیر بن نہیں آتی
سپید دیدہ کنعاں ہوے پیر کے لئے
ہوس سیم و عاج نے مارا
نہیں کچھ گردش دواراں سے حال بخت اڑوں کو
اٹھا کے داغ چلے باغ روزگار سے ہم
یہ نخل وہ ہے کہ جس میں ثمر نہیں آتا
منشی آسماں نے مری مر نوشت کو
قصر بربادی کا میں تعمیر ہوں
محروم ایک ہم ہیں مگر زاد راہ سے
کام آتا نہیں ہنر کچھ بھی
ہاں گیا میں ہوا ایک آسماں پیدا
بلد ٹھیرے کہیں اس دارمحن سے جانا

مفطر
۵۶
"
"
"
"
"
منون
ذاب
"
"
"
جبهه
خ و
صوم
مسافر
از راه
در میان
حواس
نجات
ملک
را با

مفسر
۵۶
" " " " " " " " " " " "
قسمتی بد
لوگ جو خانہ نشین تھے وہ اسے صدائیں
در بدر مجھ کو لئے پھرتی ہے واسطی بنے اکیر
جو لوگ خاک تھے اسے شفت غبار ہی رکھا
ہوئے زمانہ نے قسمت کچھ عجیب شے ہے
کہ میوں سے کنارہ کر کہ قسمت کچھ سادہ عمل کا
کب دریا زرا اب خشک رہنا دیکھ سا حل کا
نیزہ بنتوں کو نہ ہو فائدہ منعم
جمع اگر چاندی کا پتر ہونے ہو سایہ سپید
واٹے ناکامی قسمت کہ چشم جم گل جبی
صورت باد بہاری ہے گر نیاں مجھ سے
مبارک اور چپیں ہو کوئی تیرے گلستاں کو
کہ ہم تو یاں سے جنکو پہلے گلہائے حرم کو
ازل کے آئینہ خانہ میں کسب چاہ متواتقا
حماں کشیدہ ہوں میں آفت رسیدہ نہیں
جنت ربوں کے ہاتھوں درخشاں ہیں
ملا کنج نفس مجھ کو نہ معنی گلستاں مجھ کو
گر آیا آسمان بے مروت نے کہاں مجھ کو
گلستانِ بہشتی میں تھا آنا اپنا

واسطی
وزیر
شہزادہ
ہمد

گلشن گنگلی

بقائے نام

ایک دن ہم نے جوں کے دنیا میں

اور رہ جائے گی ہماری بات

نہیں خوف مرنے کا رخ مجھے

زمانہ مٹائے گا شہرت کے بعد

مردوں کا آسمان تیرے نام رہ گیا

اس صفحہ میں مانگتے رکھ کر نام رہ گیا

وہ مرد فقیر جو اچھے کیچھے وہ فقیر

رہ کے دنیا میں کیچھے کیچھے

بہتر وہی ہے جس کا نام رہ گیا

حاکم اب کرم اور قیامت

ہیں کہاں، خودی و دم کی سیّد

کیا پتہ ہے مرنے کے پھر رہ گیا

دفتر عالم میں بس نام

نام ہی نام اور دار ہے نہ کیا دوس

اب سکندر ہے نہ دار ہے نام اور کا

رہتا ہے نام بھی نام اور کا

اب فریدوں ہے نہ جم بقائے نام

بعد مرنے

گشتگی سخت میں کیا اختیار ہے
سخت یہ ہے بوالہوس شادی کی تو نہ رکھ ہو
جو ہیں گشتہ ازل کے وہ وطن میں بھی پھریں
سماجت بہت یاس و حسرت نے کی
گل امید سے بھرنے کو تھا دامن میرا
پھولا پھلا نہال تمنا نہ عمر بھر
ہے آب و گل میں روز ازل سے الم خمیر
ہمارا کاسہ مقصود پیر ہوا نہ کبھی
سبز بختی دیکھنا میری اگر رکھوں قدم
کیا کوئی ان کے زمانہ میں تھا حاجت مند
بد قسمتی کے ہوتے ہیں چکر بڑے بڑے
بد قسمتی نے حضرت یوسف سے کیا کیا
بد قسمتی کا منہ نہ دکھائے کبھی خدا
کم نصیبوں کو نہیں اس دہریں عز و وقار
بے نصیبوں کو سرو سامان نہ ہو اس باغ میں
باغ میں گل سے بھی لوگوں نے دامان بھرے

ہم کو پھرا رہا ہے زمانہ ادھر ادھر
اپنی گلیم خوب ہے بادلہ اور تاش سے
موج و گرداب کو رہتا ہے سفر پانی میں
موافق نہ ہم سے مستدر ہوا
مجھ سے چھوٹا ہے عجبے قت میں گلشن میرا
باغ جہاں میں مجھ سا کوئی سبز بخت ہے
تپلا بنا ہوا ہوں میں گرد و ملال کا
مدام آرزوئے ترک آرزو میں رہے
خشک ہو وہ سرسبز جو کوئی بستان سبز ہو
بخت بد ہو تو نہ ہو قیصر و غفور سے فیض
جو لوگ آئے پھیر میں وہ خوار ہو گئے
ڈالا کنویں میں بھائیوں نے ہو کے بویفا
کانوں سے بھی نہ نام سنائے خدا کبھی
کب اثر بال ہما کا ہو پر سرخاب میں
مل سکے پوش کہاں عیاں تنی کو خار ہے
ایک کم سخت ہمیں رہ گئے ارمان بھرے

بقائے نام

آدمی رہتا نہیں دنیا میں رہتا ہے نشان
رہ گئی سب کی فقط نیکی، بدی
کیوں بھی دو روز کی دنیا تو گزر جائے گی
اے فلک نام و نشان گر چاہتا ہے دہریں
فائدہ کیا گر بنایا قصور و الوان رفیع
تو نہیں رہنے کا کچھ چھوڑ جا دنیا میں نشان
فسانہ رہ گیا کہنے کو دونوں مرے آخر
مٹانے سے نہیں مٹا برنگ نقش نگین
ظاہر نگین کی طرح رہیں سینہ کاویاں
لازم ہے اس کو نام و نشان کا رکھے نہ نام
انکوئی اور نکو ہش ہے آج تک باقی
نام روشن رہے دنیا میں سخن سے یارب
گر زندگی خضر و مسیحا ہو تو کیا
قاروں رہا جہاں میں نہ حاتم رہا خلیل

ذکر جم باقی رہا نام سلیمان رہ گیا
آج تک جو ہے جہاں میں یادگار
خلق میں اپنی نشانی کے لئے نام کرو
پہلے بن جائے بے نام و نشان میری طرح
مرد اگر ہے شش جہت میں نام اپنا کر بلند
دیکھ آئینہ کو باقی ہے سکندر کے عوض
نہ مجنوں ہے بیاباں میں نہ لیلیٰ اپنی محل میں
جہاں میں نام نکو یادگار رہتا ہے
اے دل جہاں میں ہے اگر نام سے غرض
جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں نام ہو
نہ کوئی نیک رہا اور نہ بد شعار رہا
جوہری غم نہیں گر نام کو اولاد نہ ہو
زندہ وہی ہے خلق میں جو نیک نام ہے
دونوں کے بخل و جود کا افسانہ رہ گیا

آصف
احمد
پر تو
تسلیم
توفیق
جوش
جویا
جوہری
خلیل

بعد مرنے کے کوئی بد نہ کہیں یاد کریں	چاہئے زینت میں ہر پیرو جواں سے اخص	شائق
ہستی ہے شہید اہل سخن کو تو سخن سے	گر میں نہ رہوں گا مراد یوان رہے گا	شہید
نہ کو کہن ہی رہا اور نہ کو ہمار رہا	فقط جہان میں فنا نہ ہی یادگار رہا	"
نہ رستم اور نہ اسفندیار و سام رہا	رہے نہ اب وہ جوان مردان کا نام رہا	"
حوبی و زشتی کا انجام برابر ہے فنا	مگر اتنا ہے کہ اک ناموری رہتی ہے	"
بار خاطر مائیہ نام آوری ہمت کو ہے	ہے عجب ہم سے جہاں میں رکھنا اپنے نام کا	صابر
رات پروانوں سے بزم یار میں کہتی تھی شمع	دل جلایا جس نے اس کا نام روشن ہو گیا	طاہر
دنیا میں بلا سے اگر آرام نہ پایا	ہم نے یہی پایا کہ برا نام نہ پایا	ظفر
شیریں رہی نہ تیشہ نہ خسرو نہ جوئے شیر	باقی فقط فناۃ فرہاد رہ گیا	عزیز
جو اچھے کام کرتا ہے تو رہتا نام ہے باقی	کہیں زندہ زمانہ میں فریدوں جم بھی ہو ہیں	عاشق
ہے اس کو بقا سب کو فنا نام ہے رہتا	ہے پاس جو کچھ کھالے کھالے تو مزا ہے	"
جو جو کہ انتخاب بشر تھے وہ نامور	گو اٹھ گئے جہاں سے مگر نام رہ گیا	"
تمہیں تربت کے بنانے سے عزیز و حاصل	جب نہ ہم ہونگے تو پھر نام و نشان کیا ہو گا	غریب
ہے مگر کار نمایاں باعث نام و نشان	مر گیا ہمیشہ لیکن جام جم موجود ہے	فدا
ارباب فکر زندہ ہیں گو کوچ کر گئے	باقی جہان فانی میں یاروں کا نام ہے	"
کیا جانئے وہ دولت دنیا کہ ہر گئی	باقی جہاں میں شہرت کا دوس رہ گئی	"
فوق کیوں گن نام ہے کچھ نام کر	نام کی خواہش ہے تو کچھ کام کر	فوق
نیکیوں کا بھلائی سے بروں کا تو بدی سے	رہ جاتا ہے ہر طرح کوئی نام جہاں پر	لاٹق
عقل و ہنر حیات ابد ہے کہ دہر میں	مشہور جام سے تو ہے جمشید اب تلک	"
آثار خیر چھوڑ کے جاتا ہے ثواب	کوڑی بھی اپنے پاس نہ باقی کفن کو چھوڑ	محب
بقائے نام ہے دنیا میں قومی خیر خواہی سے	نشاں باقی نہیں رہتا ہے شاہوں کبھی مدفن کا	"
بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو	ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو	میر
ہیں وہی زندہ جاوید کہ نیکی کے ساتھ	جنکے یاں ذکر اور اذکار چلے آتے ہیں	مہر
کو کوشش کہ جب تک ہے تمہارا دم میں دم تھا	رہے دنیا میں نام نیک سے اپنا کرم باقی	مسکین
رہا نہ کوئی لیکن سخن کے پر تو سے	جہان تیرہ میں مسکین کا نام روشن ہے	ممنون
مشہور بے ستوں سے ہوا نام کو کہن	آواز جاوے دور جو ہووے مکاں بلند	مصطفیٰ
دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی	اک یادگار اپنا یہ دیوان رہ گیا	ماہ
بات وہ کیجئے اس دار فنا میں حاصل	خاک ہو جائے نشاں مٹ کے مگر نام رہے	"
قصہ ہی نامیوں کا فقط یادگار ہے	بہرام گور اب ہے نہ خاک مزار ہے	مائل
یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں	ہے وہ زندہ جس کا باقی نام ہے	ناسخ
ہم جو باقی تھے سو باقی رہ گئے	تھا جو فانی دم میں فانی ہو گیا	نشاط
بقائے نام سے ہے زندہ جاوید نامی بھی	حیات جاوداں کسروی ہے ذکر ایوان کا	وقار
دکرتا ہوں وقار آج تمہیں ایک نصیحت	وہ کام کرو جس میں رہے نام ہمیشہ	

بیدردی

بیدردی
کیا درد دل اپنا میں کہوں ہائے کسوے
بیدردی ہیں سب کوئی بھی ننھو ز نہیں ہے

بے ثباتی دنیا

ناگفتنی ہے حال بہار و خزاں باغ
اک زخم ہے کہ خشک ہوا اور نم ہوا
وہ بات کیجئے کہ رہے اعتبار کچھ
دردن کی زندگی کا نہیں اعتبار کچھ
بے ثباتی جہاں کی جو خبر موتی اشک
میں کبھی عالم کیجئے کہ رہے اعتبار کچھ
ایک دردن کے لئے کہ رہے اعتبار کچھ
عالم ایجاد بھی ہوا کہ رہے اعتبار کچھ
نشاں ہے اب بکال کا نہ ہیں انکے اعتبار کچھ
مٹے وہ نام بھی کہ رہے اعتبار کچھ
مٹ گیا نام و نشاں رہے اعتبار کچھ
چار دن عیش و نشاط کا مرنی ہو گیا
جواب آسائے انساں ہے وقفہ زندگانی کا
وہاں سے جو بیان آیا براہ عدم ہے

جا کر سفر میں بھول گئے ہم کو وہ مہر
کتنے بیدرد اس زمانہ کے اطبا ہیں تیر
واسے بیدردی گل تر باغ میں
درد دل کہتا ہو نہیں اس سے وہ سمجھ ہے درخ
درد دل اس بت بیدرد سے کہتے تو کہے
وضع میں ہے نہ تغیر خو میں
ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں
کل کہا اس سے کسی نے کہ حسن مرتا ہے
سناؤں کیونکر اپنا حال میں کیا سخت مشکل ہے
درد سے میں لوٹتا ہوں میرا کس کو درد ہے
نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے
سودا کے زرد چہرہ کو شوخی کی راہ سے
اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
نہ سمجھے حال دل اسودہ خاطر بقیاروں کا
میرے سینہ میں داغ جلتا ہے
غنجہ نے سسکے چٹکیوں میں بس اڑا ریا
سرخ و ہوں اے ظفر کیونکر عزیزوں سے عزیز
گرچہ وہ بیدار گرے درد و بے پروا تو ہے
حال دل اس سے کیا کہیں عاشق
حال آنکہ یہ ہے سیلی خارا سے زرد رنگ
غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
غم کی چٹک نہ ہو جسے دل میں
وہ اسے اس دل پہ جو بے چین شب و روز نہیں
نہ چھوڑتا ہے نفس سے نہ ذبح کرتا ہے
عیش میں بھی تو نہ جاگے کبھی تم کیا جانو
کسی نے گو کہا مرنے کا ہے مومن
کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب زمانہ میں
جلی ہے دہر میں کینسی ہوائے بیدردی
ان سے امید کیا رکھوں رحم نہ آئے انھیں
بھائیوں نے تھا جو یوسف کو کنوئیں میں ڈالا
ہاتھ سے اخواں کے اپنے چاہ میں یوسف گئے

ہاں اور دوستوں نے لکھا خط رسید کا
حال بیماروں کا سنتے ہیں فغان کی طرح
ہنستے ہیں صبح گریباں چاک پر
راستگوئی کا تو دنیا میں یقین جاتا رہا
جا کے یہ رام کہانی تو سنا اور کہیں
جائے دل سنگ ہے ہر پہلو میں
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں
ہنکے کہنے لگا میں کیا کروں مرجانے دو
یہ قصہ جب لگوں کہنے تو اس کو نیند آتی ہے
ہو نہیں لفظ درد جس پہلو سے الوداد ہے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے
کہتا ہے دیکھ تیرا تو رنگ اب نکھر چلا
معدوم ہے جہاں میں چشم و فاپرست
سمجھتا وہ جو ہم جا کر کسی بیل سے کچھ کہتے
لوگ سمجھے حیران جلتا ہے
بہل نے درد دل جو کہا روبرو گل
بے مروت ہے زمانہ ہو گئے لوہو سفید
پر جو میں کچھ درد دل کہتا ہوں سن لیتا تو ہے
جو کہ دکھ درد کی ذرا نہ سنے
ظالم کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے
سنگ اسے یار خام کیا کہئے
آہ اس سینہ میں جس میں کہ ترا سوز نہیں
ستگری کا کوئی یہ بھی ڈھنگ ہے صیاد
کہ شب غم کوئی کس طرح بسر کرتا ہے
کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی
کہ جام و گل ہیں خنداں شیشہ و بل کے شیون پر
کہ ہو رہی ہے ہنسی نالہ عناد دل پر
سینہ کو چاک دیکھ کر دل کو فگار دیکھ کر
حیف ہے رنج کچھ ان کو نہ موا بھائی کا
کیا عزیزوں کا ابھی سے ہو گیا لوہو سفید

امیر
تسلیم
جرات
حالی
حسن
درد
ذوق
سودا
سوز
شہید
ظفر
عاشق
غالب
قائم
مومن
ناسخ
نظم
دحت
ہر چند
ہمد

کیسے کیسے تائیوں کے مٹ گئے نام و نشان
تلف پیر فلک نے بھی کئے ہیں نوجواں کیا کیا
نہ اپنی زینت پر نازاں ہو اسقدر غافل
بحر ہستی میں ہوں مثال حباب
رنگ گلزار جہاں ہے ہائے کتنا بے ثبات
بحر جہاں میں ہے کسی ہستی کو کب ثبات
سایہ بھی تازوال دکھاتا ہے حسن لطف
ہے یہ دنیا اک سرے بے ثبات
بے ثباتی جہاں کی ہے مشہور
مقام یوں ہوا اس کارگاہ دنیا میں
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں ہے
یہ دور روزہ نشوونما کو تو یہ سمجھ کہ نقش بر آب ہے
خیال خام ہے فکر عمارت نچتہ
برائے نام ہے عالم میں ہستی موہوم
پھول جو بلبل رہے ہیں گلشن فانی پہ یار
نقارہ گردوں کی صدائیں تو یہی ہیں
آمد کسی کی کوچ کسی کا ہے ہر گھڑی
اس بحر بے ثبات میں دو دن کے واسطے
شام کو آئے ہوئے رخصت جہاں سے صبح کو
نظر آئی جہاں کی بے ثباتی بعد مرنے کے
تنگی دل کا گلہ کیا بحر ہستی میں کریں
رہی آغوش گل میں رات بھر وقت سحر شبنم
دہر میں مثل شرر آئے عدم کے واسطے
گر سمجھتے ہیں ثبات زندگی مثل شرر
جو چیز ہے یہاں ہے تجل اُسے فنا
یہ دنیا یقیناً ہے ہمانسرا
با ایں ہمہ سرمایہ و اسباب تنعم
دم حباب آسا ہے اور کار جہاں بحر عینق
زندگی ہے آدمی کی بحر تن میں جوں حباب
باغباں اپنے گلستان پر نہ ہو تو مغرور
نہ یہ بہار رہے گی نہ یہ چمن نہ یہ گل
خزاں تک تو رہنے دے صیاد ہم کو
لین دم اس منزل میں اب یہ حوصلہ جاتا رہا

اب نہ دارا ہے نہ دنیا میں سکندر رہ گیا
مٹے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے نام و نشان کیا کیا
یہ ہست بود ہے نقش بر آب کی صورت
مٹ ہی جاتا ہوں جب بھرتا ہوں
دو ہی دن میں لالہ و گل کی جوانی ہو چکی
چلتے ہی ٹوٹتا ہے سفینہ حباب کا
کیا اعتبار منزل ناپایدار کا
آج جو آیا یہاں کل جائے گا
اس میں ہے زندگی حباب کی طرح
کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آکے چلے
ہے سب کچھ یہاں پر سدا کچھ نہیں ہے
یہ سراب ہے یہ حباب ہے فقط ایک قصہ خواب
بنائے ہستی موہوم پائدار نہیں
ثبات ہم کو نہیں ایک دم شرر کی طرح
گل میسر ہو نہ ان کو دائمی گلزار کا
قائم نہ ہمیشہ یہاں نوبت ہو کسی کی
کہئے تو دیکھ بھال کے دنیا سر نہیں
لے لوں گا مستعار کوئی گھر حباب کا
مثل شبنم میہان باغ شب بھر رہ گئے
ہوے بیدار ہم آنکھوں میں جب خواب علم آیا
دم بھی لے سکتے نہیں مثل حباب اچھی طرح
گئی گریاں چمن سے بے ثباتی ہائے گلشن پر
کیا کریں ہم گر مجوشی نیم دم کے واسطے
جان کیوں دیتے ہیں لاکھوں ایک دم کے واسطے
تکلیف نہ کرنا چاہئے دنیا کی چاہ پر
کہ شام آتے ہی صبح جاتے ہیں لوگ
دنیا کے سراپردہ میں بے برگ و نوا ہیں
سخت حیراں ہوں کہ اس فرصت میں کیا کیا کیجئے
دم غنیمت جان تاباں آج ہے سوکل نہیں
مل گئے خاک میں ایسے گل و گلزار کئی
خزاں کے ہاتھ سے ہو جائیگا یہ سب کچھ خاک
کہاں یہ چمن اور کہاں آشیانہ
جسکے ساتھ آئے تھے ہم وہ قافلہ جاتا رہا
اشک
اکبر
اسیر
اختر
انیس
افسوس
انشا
برق
بختاور
پر تو
تسلیم
تجمل
تشنہ
تاباں
تعلیق

بے ثباتی دنیا
مٹے دنیا سے ج مسافر بھرتا ہوں
یہاں آیا ہے آج شب کو وہ کل سحر کی بجائے ہے
ثبات ہزار بات کی یہ ایک بات ہے
نہ جہاں کا ثبات ہے
انیا قیام ہے بے ثباتی عالم گیا
نیزنگ بے ثباتی ہے مڑا آدھا چین
جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر چین
کچھیں کیا باغوں میں ہم اور ابیاہ کا
چار دن زیب بدن رہتا ہے نہ حال ہستی
پوچھو اسے اہل عدم مجھ کی تعبیر عبت
کیوں خواب پریشان کی اعتبار ہے کیا
حسن و روزہ یہ اعتبار کب تک
بہار حسن و رخسار زلف سے دل لگانا
بہار حسن و رخسار زلف سے دل لگانا
بیل ذرا بھجھ کر چھو لوں اس چمن میں
فصل بہار و دودن تھاں ہے اس چمن میں
ثبات اپنا کبھی کبھی نہ ہم دنیا سے کرتے
عمارت کیا بناتے قصر کی تعمیر کسی
اسے دل سرے دہر نہیں جا قیام ہو
کیونکہ مقام جو پاؤں در رکاب ہو
دشت سرے دہر میں کیا دل لگانا ہے
دنیا کا بے ثبات جنوں کا راز ہے
روز و شب

تم دیکھنا کہ وقت سحر خاک بھی نہیں
یہ رونق بزم ہے کوئی دم
مہماں ہے بہار کوئی دن کی
بلبل نہ پھول بہر خدایوں بہار پر
بلبلو مار لو اس باغ میں اب چھپے تم
مت کیجیو معتبار اس کا
اک ہستی موم سی ہے صورت ارثیا
سب ہیچ ہے ہم جان چکے وضع جہاں کو
غم و الم کی ہے کیا حقیقت ہاں جب عیش و رشت
دیتے ہیں ثبوت بے ثباتی
اڑتی ہے خاک جائے کیا سیر باغ کو
باغ جہاں میں گاہ خزاں ہے کبھی بہار
دنیا ہے چند روزہ یہ اکثر سنا گیا
مال و خزانہ چھوڑ کے تنہا چلے گئے
نوشیرواں کا نام عدالت سے رہ گیا
صاحب کمال زندہ ہیں کسب کمال سے
اہل سفر بہت سے ادھر سے ادھر گئے
یاں چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا
شہرت تھی کیا جہاں میں عصائے کلیم کی
معلوم ہے جو شوکت شان مسیح ہے
زیر نگیں جہاں تھا اڑے تھا ہوا پہ تخت
بخشش تھی عاصیوں کی دلا جس کا خوں بہا
ہجرت ہے ختم خستہ رسل کی وفات پر
کس نیند سو رہا ہے تو بیدار ہو دلا
باغ دنیا کی ہوا سے چند روزہ پر نہ پھول
بے سبب ہرگز نہیں شور و فغان عند لیب
فریاد بلبلوں کی نہیں بے سبب سعید
عدم سے آگے ہو کوئی غریب کیا آباد
نگار خانہ ہستی بے ثبات میں آہ
کوئی آگے کوئی پیچھے سب فنا ہو جائیں گے
قصر و ایواں کیا کہ خود دنیا نہیں ہر پایدار
دیکھتے ہی دیکھتے نابود دنیا سے ہوا
قصر گردوں کا بھی قائم نہ رہے گا اک دن

یہ حسن ایک رات کا ہے میہماں شمع
ہے شمع نہ انجمن ہمیشہ
بلبل ہے نہ ہے چمن ہمیشہ
گل بے ثبات ہیں چمن روزگار کے
پھر کوئی روز کو ڈھونڈو گے تو گلزار کہاں
ہے نقش بر آب زندگانی
ہے دیدہ تحقیق میں جز نام خدا ہیچ
غم ہیچ طرب ہیچ ستم ہیچ جفا ہیچ
ہے چند روزہ ہر ایک حالت کدہ ہے غافل خدا اگر
دریا میں حباب ابھرا بھر کر
وہ گل نہیں رہا وہ گلستاں نہیں رہا
زہار ایک رنگ پہ بستاں نہیں رہا
تاج سلطنت ہوئی سلطان نہیں رہا
اب پاس جز عمل کوئی ساں نہیں رہا
وہ جھوٹی نہیں رہی ایواں نہیں رہا
ذکر کرم ہے حاتم دوراں نہیں رہا
حم کرارے میں کوئی مہماں نہیں رہا
اندھیر ہو گیا نہ کنعاں نہیں رہا
کیا عصا و موسیٰ عمراں نہیں رہا
بایں ہمہ وہ شافی دوراں نہیں رہا
وہ خاتم و سریر و سلیمان نہیں رہا
وا حسرتا وہ شاہ شہیداں نہیں رہا
محبوب خاص حضرت یزداں نہیں رہا
یہ خواہگاہ نہیں ہے کوئی یاں نہیں رہا
جب خزاں آئی نہ پھر گل ہے نہ بلبل باغ میں
تین دن ہے باغ میں گل میہماں عند لیب
گلشن میں تین روز ہے گل کی بہار حیف
کہ ہے سراے پہنچی سراے مست نہاد
مٹائے کھینچ کے لاکھوں فلک نے نقش مراد
ہے تماشا عالم ایجاد بازی گاہ کا
منعمو ہے فکر لا حاصل یہاں تعمیر کا
گر ابھر کر بربد دریا حباب آیا تو کیا
کیا عجب گرنے رہا قصر فریدوں ثبات

سخن

سراج

سوز

سفیر

سعید

شاد

شفیق

شہید

بے ثباتی دنیا
تاج میں جن کے کھلتے تھے گور
چھو کر یہ کھلتے ہیں وہ کاشہ
رنگ یوسف تھے جو جہاں میں حسین
کھا گئے ان کو آسمان و زمین
ہے نہ شیریں نہ کون کا پیت
کسی جا ہے نلدن کا پیت
بوشے الفت تمام چھپی ہے
باقی اب قیس ہے نہ بلی ہے
صبح کو طائران خوش الحان
پڑتے ہیں کل من کلیمافان
موت سے کس کو رنگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے
دے اس ہستی موم نے کیا کیا دھوکے
گو کہ ظاہر میں یہ سب کچھ ہے چھپا بھی نہیں
وہ گرد بے ثباتی سے ہرگز نہ پاک
شبنم اگر ہزار کرے شست و شو سے گل
کس کام کا صابر فروغ بے ثبات
شمع ساں کس حالت تھی ایک ہی
ایک شب رہتا ہے اس وحشت سحر خاکی
آئی خزاں تو دونوں کی حالت تھی ایک ہی
بانی کا بلبل تھا بشر گل حباب تھا
قصر و ایواں

شوق

صبا

حباب

بے ثباتی دنیا
 ہم رہوان راہ فانی رہ
 وقفہ بان شمع کوئی دم بہت ہے یاں
 جانا ہے اس زم سے آیا تو کیا
 کوئی گھڑی گویا کہ تورا رہ گیا
 سبیل حوادث کا ہے بے بنیاد دم
 رہ گزریں نہ کرنا قصہ نہ دیو
 اس خوابی میں نہ جمع کی تم نہ دیو
 کم فرستی جہاں کے مجلس رواں کا
 احوال کیا کہوں میں اس کو وار دیو
 کیا اعتبار یاں کا پھر اس کو وار دیو
 جس نے جہاں میں اس کو چھ اعتبار پایا
 ہستی اپنی حباب کی سی ہے
 نیش سراب کی سی ہے
 یہ نیش سراب میں ابھی تو تو
 موجیں کرے ہے بحر جہاں میں حباب تھا
 جانے گا بعد سر کہ عالم کائنات
 کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
 کل نے یہ سکر سکر میت جا
 چن زار عالم کی خوبی پت ہے
 گل اس بے ثباتی پختہ زناں ہے
 کیا پھر تے اس روار سے سارے دہریں
 ایک شب کافی فقط ہم نے مسافر کی طرح
 نہ کب

قصر وایواں سے غرض ہم کو نہیں ہے طاق
 واقف تھے ڈھنگ سے نہ جہان خراب کے
 فنا ہونے کو ہے دنیا میں جتنی آفرینش ہے
 گلشن عالم کو آخر ہے خزاں
 یہاں آکے عالم کو کیا دیکھتے ہم
 جہان و اہل جہاں اور دنیوی اسباب
 کارخانہ کیا جو ہووے بے ثبات
 نہیں دم کا بھروسہ اک دم کا
 چار دن گلشن عالم ہے خزاں ہے آخر
 ثبات عالم کو کچھ نہیں ہے سمجھ تو نادان کیا رہا ہے
 قیام رنگ جہاں کو نہیں ہے دم بھر بھی
 بے ثباتی ہے جہاں میں زندگی کے واسطے
 دولت تری حباب ہے بحر زوال کا
 عدم کے ساتھ ہی توام ہے ہستی مہوم
 افلاس اور غنا کا نہیں ہے کچھ اعتبار
 فانی ہے تمام کارخانہ
 بہت ہیچ ہے ہستی کائنات
 خوش ہواے دل اگر تو شاد نہیں
 جو دیکھتے ہو اس میں خیالات و خواب ہے
 جو بات ہے یہاں کی وہ دھوکا ہے ہائے ہائے
 یہ بے ثبات بہار ریاض ہستی ہے
 انقلاب جہاں سے ثابت ہے
 ہر کوئی اس مقام میں دس روز
 اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے
 ہستی پہ ایک دم کی تمھیں جوش اسقدر
 یک گل زمیں نہ وقفہ کے مانند نظر پڑی
 بے رنگ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا
 جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھلے ہنس سکے
 عالم میں آب و گل کا ٹھیرا ڈکھڑھو
 ایک دم تھی نمود بود اپنی
 اس منزل جہاں کے باشندے رفتنی ہیں
 رکھے تاج زر کو سر پر چمن زمانہ میں گل
 آجائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں

گھر بنائیں کہ یہاں آئے ہیں جہاں ہر کو
 ہم آئے اس سراب پہ دھوکے میں آب کے
 عبت زردار مغرور نشاط کا مرانی ہیں
 سب تماشے ہیں یہ دو دن کیلئے
 جو اک دم کو بھی اپنا رہنا نہ دیکھا
 بغور دیکھ کہ سب ہیچ ہیں مثال خواب
 ہیں جہاں کے سارے کاروبار ہیچ
 عیش ڈپٹی ہویا گورنر چیف
 پھولتی پھرتی ہے اے بلبل نادان کس پر
 ازل سے اسکا یہی ہے عالم کہ کوئی جا کوئی آ رہا ہے
 سفید دن کو تو شب کو سیاہ دیکھتے ہیں
 جز بقائے حق بقا کب ہے کسی کے واسطے
 نقشہ بر آب ہے ہم جاہ و جلال کا
 نہیں جہان میں کچھ لطف زندگانی کا
 دنیا کے کارخانے کو ہرگز نہیں ثبات
 دنیا بڑی بے ثبات جا ہے
 نمود جہاں محض بے بود ہے
 یاں کی شادی کا اعتماد نہیں
 دنیا میں اک نمونہ موج سراب ہے
 جو عیش ہے یہاں کا وہ خواب و خیال ہے
 گل جو چپکی تو ہستی پہ اپنی ہستی ہے
 بے ثباتی جہان فانی کی
 اپنی نوبت بجائے جاتا ہے
 کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے
 اس بحر موج خیز میں تم مست خواب ہو
 دیکھا برنگ آب رواں یہ چمن تمام
 بلبل نے کیا سمجھ کر یاں آسٹیاں بنایا
 فرصت رہی جو میر سمجھی یک نفس رہی
 گو خاک بھی اڑے ہے اور آب بھی رواں ہے
 یا سفیدی کی یا اخیر ہوے
 ہر اک کے ہاں سفر کا سامان ہو رہا ہے
 نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہے یہ بہاراں
 جہلت ہیں بسان ثمر کم بہت ہے یاں

ظاہر
 ظہیر
 عا جہر
 عیش
 علی احمد
 عاشق
 فوق
 خدا
 قائم
 کوثر
 گویا
 مسمون
 میر

بیوفانی

میں

بجانب

بیوفانی
مستون آشنائی زمانہ کی دیکھ لی
ہوتا یہاں ہے کون کسی کا جہلا غلط
کوئی دنیا میں کب کسی کا ہوا
ہم نے ہر اک کو آزمایا دیکھا
جھٹکے دشمنان اور بیوفائیہاں ہے یاراں ہے
بہت مخدہ ہو کر وحشت ازردہ جاں رو بہ

پیراہنی

زمانہ میں نہیں دشمن کا کھٹکا اہل عصمت کو
 کہ خار نہشت شیطاں سب دامن مریم ہے
 کھٹکا نہیں کے نہیں ہوتا کھجی ل پر خبا
 ایک رویوں کی حاجت نہیں ہے چادر قہتاب کو
 شوب کی ازل کو موند ظالم سے حذر
 پاکبازان ازل کو موند چادر قہتاب میں
 خار سے صدمہ نہ پہنچے چادر قہتاب میں
 پاکوں کو جو دہریہ زرد امنی نہیں
 ہمیشہ رہتی ہے گوہر کی آب میں
 پریشانی

2

و

مستحق

شکایت نہ تھی تو اگر بے وفا ہے
 غصہ انساں مصیبت کرے جو انساں سیو بیوفائی
 کوئی ابجے زمانہ میں بھی ہو گا
 کسی کو ہم نے دنیا میں نہ پورا آشنا پایا
 بیوفاؤں کی محبت بھی محبت ہے جلیل
 کوئی اپنا نہ آشنا دیکھا
 ایک نے بھی نہ کی وفا ہم سے
 وفا کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز
 ہے زمانہ وفا سے بیگانہ
 اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
 اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ چھوٹ
 وفانے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے
 جہاں میں آشنا اپنا نہ پایا
 بوئے وفا و رنگ محبت نہیں ہے یاں
 بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہا کئے بھائی
 یہ میری آنکھ کی تصویر ہے میں اکو دوں کسکو
 یار اغیار ہو گئے واسطہ
 جہاں میں پوچھتا پھرتا ہوں ہر اک سیو یاری کو
 بیگانہ ہوا نہ ہووے آخر
 کوئی جا کر کہو اس بے وفا کو
 کب توقع ہے کہ تم پاس بٹھاؤ گے ہیں
 جب اس جہن میں چھوڑ کے ہم آشاں چلے
 نہ اپنوں نے کبھی ہم کو نہ بیگانوں نے آدیکھا
 وفا کا نام نہیں بے وفائیاں دیکھیں
 با وفا گلشن ہستی میں نہ دیکھا کوئی گل
 کیا رسم اٹھی حیف زمانہ سے وفا کی
 تھی وفا اس مرتبہ یا بے وفائی اس قدر
 میں اعتبار کروں کس کی بیوفائی پر
 کیا کوئی الفت کسی سے کر کے ہو گا شاد کام
 یاری جہانیوں کی کیا میسر معتبر ہے
 اس عہد کو جانئے اگلا سا عہد میسر

یہ قسمت ہے میری اسی کا گھلا ہے
 کہ دیکھو جتنی کے پاٹ کیسے ہم ہیں گردش میں تنگ
 الہی آشنا سے آشنا خوش
 جسے جگ میں بہت چاہا اسی کو ہو
 غیر ممکن ہے پشیمان نہ ہو تو دل
 جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھو
 ہم نے کتنوں سے دل لگا دیکھو
 وفا کا دسم اٹھا حسرت اس زمانہ سے
 ہے قسم مجھ کو آشنائی کی
 پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسی نے نہ
 معدوم ہے جہان میں چشم وفا
 نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کینچ
 جسے دیکھا اُسے برگانہ پا
 یارب تو اس چمن سے مرا آشت
 بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برا
 جسے غنچوار سمجھا تھا وہی اہل وغ
 کیا زمانہ کا انقلاب
 محبت اٹھ گئی یارو ہوا کیا دور
 ایسا کوئی آشنا نہ
 کہ اب بھی مان لے اپنے خا
 ہاں جو بیٹھیں گے تو جھنجھلا کے
 اک ہمصفر نے بھی نہ پوچھا کہ
 الہی اس میں جہان میں آنکر
 ان آشناؤں کی نا آشنا
 کوئی گل ایسا نہیں جس میں
 ہر دوست نے دشمن کی طرح
 آشنائی اس قدر نا آشنا
 کوئی کسی کا زمانہ میں آس
 دوستی ہے دشمنی الفت نہیں کل
 نا آشنا ہیں یکدم یہ یکدم
 وہ دور اب نہیں وہ زمین

اصف

تہا ہاں

تراپ

عظیمیل

حسرت

11

11

حالی

22

سود

21

سمو

1

1

2

1

1

1

1

1

0

5

1

9.

4

32

22

4

—

سایه

س

پریشانی

دل کہیں جان کہیں چشم کہیں گوش کہیں
دل کے بہلانے کو دنیا میں چلے آئے تھے
نہ بزم عشرت کے ہنسیں قابل نہ منہ لگتا ہنسی
ان دنوں کچھ عجب ہے میرا حال
دل آشفۃ عاشق ہے کہیں ہوش کہیں
خاک جمعیت خاطر ہو بقول جرات
بجز گشتگی ارباب صورت کو نہیں حاصل
فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
گر یونہی جنوں دست بدایان رہیگا
آشفۃ سلسلہ مویان جنوں ہوں
جمع کب رہتے ہیں فصل گل میں عاشق کے حواس
زندگی مجھ کو بار خاطر ہے
پریشانی نے کر رکھا ہے دل قابو سے بے قابو
بوسے گل، نالہ دل، دودِ چراغ محفل
جمع خاطر تو بہت کم کوئی انساں دیکھا
ہم گرفتار حال ہیں ایسے
غنیچہ گل کی طرح دیوانگی میں ہاتھ کو
ہر غنیچہ ہے دلبستگی طبع کا مکتوب
یہ چاک گریباں تو داماں سے گزرا
کدھر جائیے اور کہاں بیٹھے
وہی دست اور وہی گریبان چاک
آسودہ کوئی ہے نہیں بحر خراب میں
پھرتا ہے چرخ چرخ میں ذرات بقرار

آتش
تسلیم
درد
سوز
سودا
شہید
شائق
شاطر
غالب
فدا
میر
مصطفیٰ
ہر چند

پشیمانی

زاہد کو ناز زہد پر رندوں کا ہے یہ قول
جو دم عاصی کے بخشدے یارب
نار اہنسم ہو پانی پانی
بندے گناہگار ہیں پروردگار کے
ترے در پر یہ شرمسار آیا
رو میں جو خوف سے عصیاں والے

آصف
انجم
اکبر

پشیمانی
ہوار و پویش شیطان شرم نافرمانی حق سے
خطا سے حیف شرمندہ نہ پیمانی کا پتلا ہو
خوف عصیاں سے خدا کے پاس روتا جاؤ گنا
اشک سے داغ گندہ دامن سے دھو تا جاؤ گنا
بخشنے کا تو ہی یارب وہ جو دم کار ہوں میں
جس سے بجز گشت گشت کندہ ہے
پشیمانی پشیمانی پشیمانی
تکین دل و جان سے یارب
شرم ہے طاعتی جھکتا ہے
محراب گریباں میں سر گشت گشت
افسوس ساری عمر گناہوں میں کٹ گئی
دم بھر بھی ہم سے ذکر خدا کا نہ ہو سکا
بندگی کرنے رہے بندوں کی ہم
حشر میں اللہ کو منہ دکھلا میں کیا
اسکی بخشش کا سبب اشک نہامت ہے مجھے
آب باراں سے جس جا نہ گشت گشت کا
انگوں نے میری دھو دیا دفت گشت کا
مشرکوں کا دل میں جب مرے خوف و خطر ہوا
جو بخشے تو کی کیا ہے خدا تیری رحمت میں
ترا بانی

پیشانی
 نہ کی خدا کی عبادت ہوا نہ کام کوئی
 ہزار حیف ہوئی عمر راہ گیارہ اپنی
 جب تک نہ بدد ہوئی اسے اشک نہایت
 کیا میں آیا تھا کرنے کو یا رب
 اور چلا ہوں یہاں سے کیا کرے
 شامت اعمال پر دوتا ہوں خوں اب بہار
 دل میں ہے خوف خدا یعنی یہ کاروں میں ہوں
 خوف عصیاں سے ہے دم خشک عجب کیا کرے
 قطرہ قطرہ سے اس قدر گردن کا خم میرا
 بوجھ شرم گنہ سے سر پر قدم میرا
 کہ مثل حلقہ پیکار ہے سر پر عصیاں سے
 رہا از بس غریب جبریت تو قدم میں میرا
 رہ گیا روز محشر تک ندامت میں تو کچھ کام نہ
 ہوں شرم اشک ندامت میں عصیاں میں نہیں
 برق گرنے کی مرے خرم ندامت میں روز محشر
 دوبا ہوں بوجھ زار سر اپنا حباب ہے
 جہ موج جسم زار سر اپنا حباب ہے
 یقیں ہے نامہ عصیاں سفید ہو جاوے
 سکھ میں دیدہ گریاں جوشت و شوخ کو
 ہوئی ہے

صاب

کام

ترا ب اپنا عمل کوئی نہیں امید کے قابل
 بندگی مولے کی ہم سے کچھ نہیں ہوتی ترا ب
 بعد مردن اس قدر شرم گنہ گاری بڑھی
 جلیل اشک ندامت جو ش پر آتے تو کیا کہنا
 تھی عجب شرم کہ میں باعث داغ عصیاں
 مولا معاف کرنا عصیاں ہر اک کرم سے
 خوب اے شرم گنہ کام بنایا تو نے
 میں نے دشمن سے دوستداری کی
 حق سے درخواست عفو کی حالی
 کرتے رہیں خطا میں ندامت کے بعد ہم
 دل میں ہے باقی وہی حرص گنہ
 ترے احسان ہیں اے دیدہ گریاں کیا کیا
 خلاف رزی کی ہوندا مت جہاں میں آئے نہ کی عبادت
 بڑھا ہے اس لئے سیلاب میری اشکباری کا
 درجہاں عمر یہ سب میں نے گنوا یا افسوس
 مجھ سیہ کار کو لیجاتے ہیں کیوں دوزخ میں
 توبہ کرنے سے شرم آئی
 عرق شرم سے مجھ پر نہ ہوئی کچھ تعزیر
 پے تسلیم جھک جاؤں جو دوزخ ہو رضا تیری
 گرے جب اشک ندامت تو غیب سے راتخ
 خطا پر اپنی کبھی میں جو شرمسار ہوا
 دامن ذرا جو اشک ندامت سے تر ہوا
 یاد خدا میں صرف نہ کی عمر لمحہ بھر
 رکھ ہماری شرم و عورت اے خدا
 گزاری عمر بیکاری میں جائے حیف و حسرت ہے
 لہو و لعب میں صرف ہوئی زندگی تمام
 سودا ہزار حیف کہ آکر جہاں میں ہم
 رہتا ہوں بسکہ رات دن اپنی خطا سے متغفل
 اتنے دنوں تک بکے جہاں میں کار نمایاں کچھ نہ کیا
 دین و دنیا کا کوئی کام نہ انجام ہوا
 سخن تلف ہوئی کیا مسنت اپنی عمر بڑی
 ہوں سیہ کار اگرچہ سید ہوں
 تیری رحمت ہے بڑی ہوں گنہ سے نادم

اگر کچھ آسرا ہے تو اسی کی ہسربانی کا
 دعوے اسکی بندگی کا کیا کریں شرماتے ہیں
 منہ چھپائے ہم پڑے ہیں زیر چادر خاک میں
 ہم اپنی بگڑی حالت کو بناتے اپنی آنکھوں سے
 منہ لپیٹے ہوئے اے قبر کفن میں آیا
 بندہ گنہ سے اپنے گنہسار آیا
 ہو گیا رنگ سفید ار کے سیہ کاروں کا
 اپنے ہاتھوں سے اپنی خواری کی
 کیجے کس منہ سے ان خطاؤں پر
 ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد
 پھر کئے سے اپنے ہم پچتا میں کیب
 تو نے دھوئے ہیں مرے دامن عصیاں کیا کیا
 اسی کا ہے خوف دل پھلاری الہی توبہ الہی توبہ
 سفینہ ہو رواں اس میں تری آمرزگاری کا
 فائدہ کچھ نہیں دنیا سے اٹھایا افسوس
 کس خطا پر یہ جہنم کو سزا دیتے ہیں
 اعمال پر اپنے جب نظر کی
 دھو دیا صاف مرانا مہ عصیاں لیکر
 پیشانی سلیقہ ہے مری عصیاں شعاری کا
 صدا یہ آئی کہ غدر گنہ پسند ہوا
 نوید آئی کہ دوزخ سے رستگار ہوا
 اک دھوم مچ گئی مرے عفو گناہ کی
 میں شغل دنیوی میں گرفتار ہی رہا
 کچھ ہو بندے تیرے کہلاتے ہیں ہم
 بنا کوئی سعید کام یہاں کا اور نہ وہاں کا
 بیکار گزری کوئی پر آیا نہ کار حیف
 کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لئے
 درد ہے میرے دل میں یوں پھنس کی جیسی کھٹک
 ہائے رے غفلت ہم نے تو مر نکا بھی کچھ ساماں نہ کیا
 کھوئی ہم تم نے سخن عمر یہاں ہائے حث
 نہ کچھ ہمیں ہنسے آیا نہ کچھ کمال آیا
 پر گنہگار ہوں تو تیسرا ہوں
 آیا ہوں اے مرے اللہ ندامت لیکر

تراب
 تسلیم
 جلیل
 جلالی
 حافظ
 حسن
 حالی
 حیرت
 خاکی
 داغ
 ذاکر
 راسخ
 سفیر
 سراج
 سعید
 سودا
 سخن
 سید
 شہرت

<p>ہوئی ہے شرم گنسہ مانع جزا طلبی کیا کہیں ہم آکے یاں کیا کر چلے نہ کی عبادت نہ کچھ ریاضت کی کبھی یاد حق کوئی دم اہل محشر سے نہ ہو مجھ کو خجالت اس لئے میں گنہگار نہ جاؤنگا کبھی دوزخ میں ہمارا نام نہ اعمال پاک ہو جاتا ہم نے بارگاہ میں تیری جھکا دیا کیوں نہ جائے فرد ہمارے گناہ کی ہے جوش گریہ سے لطف بہار پیری میں صفو طاعت ہے سادہ نامہ اعمال میں دھوئیں گے دفتر اعمال زبوں کو آنسو فنا حباب کے مانند ہوتے ہیں عصیا کام آئے عاقبت اعمال بد میرے عزیز کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے ہم نہ دنیا میں کسی قابل ہوئے رہ گئے سامان ہی کی فکریں ہمارا اشک ندامت یہ ہم سے کہتا ہے دینے کو دیا ہے دل تو لیکن شکوے اغیار سے نے یار کی بیزاری سے درس کیا دیجے چور کو قائم اب کہاں ہے کدھر ہے مے ناصح اب انفعال میں روتے ہیں اے سحاب کرا حشر میں اشک ندامت نے بڑا کام کیا یہ گناہوں کی ندامت کا بڑا احسان ہے وہی کچھ لے گیا ہے آبروے آفرینش کو کر دیگی ہم کو پاک ندامت گناہ کی ہے سر فلکی خاتمہ عفو گنہ کا بخشدے یارب کہ تو غفار ہے نادم ہو نہیں عمر ساری تو کٹی عشق تباں میں تو من جو پہلے دن ہی سے دل کا کہنا نہ کرتے ہم اگر نہ دام میں زلف سیہ کے آجاتے</p>	<p>نہیں ثواب کے خواہاں عذاب کیا ہوگا عمر کا پیمانہ اپنے بھسر چلے کئی گناہوں میں عمر ساری الہی توبہ الہی توبہ نامہ اعمال کو اپنے چھپا کر لے چلا شرم عصیاں مجھے رکھے گی سزا سے محفوظ جو اپنے اشک ندامت سے شست شو کرتے تھا معصیت کا داغ جبین پر مٹا دیا دریا ہے جوش پر عرق انفعال کا خزاں کی فصل کو بارش نے نو بہار کیا اے عزیز افسوس ہے سب جزو عصیاں بھر گیا اشکباری سے یہاں بارش رحمت ہوگی جو موجزن عرق انفعال ہوتا ہے قبر میں داغ ندامت سے اُجالا ہو گیا ہائے اس زودیشیاں کا لیشیاں ہونا شرم تم کو مگر نہیں آتی شرمندگی سے غدر نہ کرنا گناہ کا بنکے انساں ننگ آب و گل ہوئے ساتھ والے داخل منزل ہوئے کہ تیری ڈوبتی کشتی کا ناخدا ہوں میں چارہ نہیں اب سوائے افسوس جو ہوا ہم پر سو اس دل کی گرفتاری سے بند گھر کا ہی جب کہ در نہ کیا یہ بھی تھا مقتضائے عہد شباب ہمارا نامہ اعمال دھو ہوا سو ہوا نکل آیا مرے اعمال کا کورا کاغذ خودزیں میں گر گیا کیا گورکن کی احتیاج جو دنیا سے گیا غمدیدہ با چشم نم تیرا خوٹے لگائیں گے عرق انفعال میں یہ معصیت عمر یک سجدہ ادا ہے چشم رحمت سے نظر فرما مری تقصیر پر آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہونے تو ایسی لوگوں کی باتیں سنانہ کرتے ہم تویوں خراب و پشیمیاں رہانہ کرتے ہم</p>	<p>عاشق عقل عزیز غالب فوق قربان قائم قدر لائق محب مومن مست</p> <p>پشیمانی کسیں میں چین گناہوں میں کئی اپنا شباب ہائے دنگی داغ محشر کس منہ سے جواب کر گئے عرض جلیکے جناب اپنی گنہگار میں کئی جوش گریہ سے لطف بہار پیری میں عالم ہستی سے بلوت دامن تزلزلے چلے لوٹ عصیاں سے مجھے جبکہ ندامت ہوگی اپنے فعلوں پر میری تیری رحمت ہوگی موجزن نامہ سے فقط اک نام تمھارا لے کر آئے تھے ہم یہاں سے چلے کیا کیا لے کر شرم آتی ہے یہاں سے چلے کیا کیا لے کر لوں وہ کچھ نادم انفعال ہر دم شیم گریاں یوں وہ رحمت ہے مرے دامان عصیاں پر برتا ابر رحمت ہے مرے دامان عصیاں پر م آقاے حقیقی کو جو چھوڑا ہم نے شرہ عجیب اس کا دیکھا ہم نے شرہ کی خدمت میں یہاں اب سرگرداں ایک ایک کی خدمت میں کیا کیا ہم کرنا کیا تھا ہمیں کیا کیا رہیں گے کیا منہ خدا کو روز قیامت دکھائیں گے گر ہم رہیں گے بندہ ذنب اسکا چیل پایا ملا جائے ہمیں انساں کا اچھا اسکا چیل پایا کئی ہو و لعب میں راہیاں عمر انما اعمال میرے</p>
---	---	--

قوت ہے اگر دل میں زبانوں میں ہے طاقت جو محتاج مانگے تو دو تم ادھار کرے دشمنی تم سے کوئی اگر اگر تم سے ہو جائے سرزد قصو کو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو نہ کر کسی کی برائی نہ بن بھلے سے بُرا جبکہ دو موزیوں میں ہو کھٹ پٹ رکھو نہ غریبوں پہ رواطمین و حماقت صحبت احباب یا دربار یا سرکار ہو بجھائے نیک و بد کیا خاک کوئی بے موادوں کے انسان پر کھلے جو نصیحت کا ذائقہ نصیحت سے ناحق بُرا ہو کوئی جو بات اچھی کوئی کہے مان لو حرف حق کو تلخ لگتا ہے یہ ہے شیریں کلام حق پرستی حق شناسی غیبت و آزار خلق کہے عیب جو اس سے خوشنود ہو تری راہ میں جو بناتا ہے خار ہر گام عیب میرے کرتا ہے مجھ پہ روشن اپنے عیبوں پر ہوئی اسکی بدولت دسترس خوش ہیں کیوں آئینہ سے اہل صفا خطا ہے گر خطا پر اپنی نادم ہونہ دنیا میں مکان عشق کی بنیاد ڈالی یا خدا کس نے اجل سر پر ہوس دل میں ذرا سا وقت فرصت کا کر مدارا تو دشمنوں سے بھی کام سب کے آ جو تجھ سے ہو سکے ہزل ہو یا جد نصیحت لیجئے ہر بات سے خیر الامور اوسطا پر ہو کار بند چھوڑ غفلت وقت بازی کا نہیں جاہلوں سے تو الگ رہ اے پسر فکر دنیا میں نہ بننا ریش گاو فکر ہو تو فکر کچھ عقبے کی کر طاعت حق میں سدا ستادہ رہ	پہنچاؤ ہم حسن بیاں اور طلاق رہو واپسی کے نہ امیدوار جہاں تک بنے تم کرو درگزر تو اقرار توبہ کرو بالفور جلے جو کوئی اس کو جلنے دو اور کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو بھلا بھلا ہے بُرا کام ہے بُرائی کا اپنے بچنے کی فکر کر جھٹ پٹ تو سی مضحاک نہ کرو ترک رفاقت بات وہ کہئے بھلا ہو جس میں خلق اللہ کا اسے عینک سے کیا حاصل بصارت جسکی زائل ہو نعمت سمجھ کے کھائے طمانچہ ادیب کا کہونگا میں حق تلخ ہر چند ہے ہماری تو سب سے یہی پند ہے جو کرے تم کو نصیحت مان لو مت ہو طول دہریں بہر خداداد و کام کرو کام چھوڑ کہ راضی ترا تجھ سے معبود ہو ہے آفت سے رکھتا تجھے درکنار خضرہ حقیقت رہن کو جانتا ہوں کیوں نہ دھودھو کریوں میں عمر بھر دکن کے پاؤ یہ کسی کی لگی نہیں رکھتا بُرا ہے گر بُرا کہنے سے بدیں کے بُرا مانے قدم اس میں جو رکھتا ہے وہی برباد ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد اے نادان پیدا کر دوستوں سے تو سب کو الفت ہے بیج بونیک کی کا جو تو بوسکے کہہ گئے ہیں اہل دل دع ماکد رخصت ماصفا رہ نقطہ بن کے دائرہ اعتدال میں پھر نہ پاوے گا تو وقت ایسا کہیں گو ترے مجھ میں ہوں ادبے خبر ہے نہیں دنیا سے عجبے کا لگاؤ باندھ اپنی طاعت حق میں کمر دست بستہ وقت پر آمادہ رہ	امیر بحر تراب تسليم تائب ثاقب جليل حصيل حالی حميد حسن میں	پند و نصیحت نکتہ چینی کو عداوت نہ سمجھائے قاطع ہیں وہی دوست و لغزش سے بچا لیتے ہیں تاکہ عیبوں سے اپنے ہوں آگاہ ہم کو خاطر ہے عیب جو کی تلاش طفلی جو انی گنتی سب شہوت میں سبیل میں ہے اس کو بھی عیب کہتا ہے ہمچہ باتی ہے اس کو بھی عیب کہتا ہے ہمچہ کام کو بھی عیب کہتا ہے دن بھل آیا ابھی تک تو پڑا نیکیرو کو شش انجام کر اے نیکیرو نیکیوں کے کام کر اے نیکیرو جیسا حاتم کر گیا دنیا میں اے نیکیرو تو بھی ایسا نام کر اے نیکیرو راستہ ہے دور تو ہے خالی ہاتھ جمع کچھ تو دارم کر اے نیکیرو زیر باری بست کو رہی ہے دل تو نہ قرض و وام کر اے نیکیرو تو نہ زبردوں کر کوئی میری لئے بد نہ بولے زیر جیبی کہے وہی لئے جہاں گنبد کی صدا جیبی کو رہا بن کو عجب ہے پند و نصیحت بھی کو رہا بن کو میں ہے کوئی اندھے کو کیا دکھائے پراخ	خاطر خاموش خوش ذوق زندہ پوچھن
--	--	--	--	--

پیری
 یہ جھریاں نہیں باقوں پر ضعیف پیری نے
 چاہا ہے جائے اصل کی کے استغیثوں کو
 تن پر غصہ پیرا پیری سے گردن خم ہوئی
 اب تو جھک سجدے میں ادب سر خار کے سامنے
 عالم پیری میں آئے کون پاس
 لے غصہ کرتی ہوئی دیوار ہوں
 پیری آتی ہے جوانی یہ چلی جاتی ہے
 پیری آتی ہے دل چھانوں دھلی جاتی ہے
 وقت پیری آگیا کسب سربو آتی ہو چکی
 وقت پیری آگیا اب زندگانی ہو چکی
 سانس لینا رہ گیا اب جوانی رخصت
 پیری آتی ہوئی جوانی رخصت
 ساتھ اپنے وہ لطف زندگانی رخصت
 ہے اب تو اسی کا انتظار ہے اکبر
 ہو جی کرے جہان فانی رخصت
 ہو جی کرے جہان فانی رخصت
 جوانی میں جو شب کو جمع احباب کیجیے
 جوانی میں جو شب کو جمع احباب کیجیے
 اسے اب صبح پیری کہہ رہی ہے خواب کیجیے
 پیری میں رو رہا ہے جوانی کیجیے
 یعنی وہ اگلے رنگ کے اب چاہتیں
 اک خواب تھا زمانہ ماضی کی چاہتیں
 اظہار اب ملاپ نہیں میں ہی نہیں
 چلو میں

زینب
 فوس
 اکبر
 اوج
 حرد

کوچ در پیش ہے جو دم ہے دم آخر ہے
 پیری ہے قہر صاحب افلاس کے لئے
 جب نہ ہوں زندان دہن بیکار ہے انسان کا
 یہ اعتدال چار عناصر میں ہے خلل
 قدم جنبش زربال لکنت ہے عشہ ہاتھوں کمر جنبش
 پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے امیر
 بجا ہے گرفتیر آگیا اعضا میں پیری سے
 پیری میں کس مزہ کو جوانی کے روئے
 تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشے کا تمام
 یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری میں
 غافل یہ موت کہتی ہے پیری میں صبح شام
 ساری جوانی رنج میں گزری ہو گئی رات آئی جو پیری
 لڑی منزل ہو پیری انت بھی بٹ جاتے ہیں
 رنگ پیری کے جوانی میں ہوں ممکن ہی نہیں
 دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے
 خبر انجام کی دیتا ہے پیری میں قدیم خم
 پیری نے قدرت کو اپنے نگوں کیا
 حال پیری کسے معلوم جوانی میں تھا
 دانت ملتے ہیں ہوتے ہیں سراسر سفید
 عہد پیری میں تو کر یاد الہی غافل
 ضعیف پیری ہے نہیں ہوتا ہے قدان کا خم
 پیری سے مراد نوع دیگر حال ہوا ہے
 آتش یہ جان لے جو سر مو سفید ہو
 لوہے کے چنے ہوں تو چھاؤں یہ مرا قصد
 خواب غفلت میں کچھ ہنگام پیری رائیگاں
 ہو گئے پیری میں اپنے موے سراسر سفید
 جوانی کی گئی شب صبح پیری آشک آہنجی
 شب گزری جوانی کی آئی سحر پیری
 ہوا کی ہوی آمد و رفت جاری
 گر پڑے دانت ہوے موے سراسر سفید
 وقت بد کوئی دکھاتا نہیں ثابت قدمی
 چاہئے کچھ تو شرم اے آثم
 فصل پیری میں ہوس دنیا کی تو بہ کر انیس

موت ہر وقت کمر باندھے ہوئے حاضر ہے
 عریاں تنوں کو دیتی ہے سردی کمال رنج
 دہر میں قدر صدف ہے گوہر نایاب سے
 اصلاح پر نہ آئے گا اب تا ابد مزاج
 کدھر گئی ہئے نوجوانی ان آفتوں میں میں چھپا کر
 زنداں نہیں یہ میرے لوطین کے یار ہیں
 سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہے محل کی
 سوداغ دے گئے ہمیں دو دن بہار کے
 ضعف سے اب پاؤں تھرتے ہیں اٹھتے بیٹھتے
 کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی
 عمر اخیر عہد بیاباں رسیدہ ہے
 شام کو آئے جانب ندان باغ میں پہنچے وقت سحر
 قدیمی ساتھ یاروں کے میں تو چھوٹ جاتے ہیں
 بچھو لئے پھیلنے کے اب نہ ہی تپیں سن ہی نہیں
 رات گزری چونک لے غافل سحر کا وقت ہے
 اشارہ ہے کہ اب دن خاک میں ملنے کے آہنجی
 محراب قصر تن کا ہمارے ستوں کیا
 سمجھتا تھا میں دو دن میں بدل جاؤں گا
 گورہ منستی ہے سمجھ کر مجھ کو شایاں مرگ کا
 رات تو کٹ گئی غفلت میں نہ کھو فرصت صبح
 تو رتی آخر کمر کو حسرت آغوش ہے
 وہ قد جو الف ساتھ سواب دال ہوا ہے
 شب ہے اخیر صبح کا تارا بلند ہے
 پیری کو ادھر عزم ہے دنداں شکنی کا
 چونک ہوئی ہے نماز صبح غافل اب قضا
 سیا خزاں اے آشک گلزار جوانی ہو گیا
 بس اب ہشیار ہو کب تک ہو گئے خواب غفلت میں
 لے آشک بس اب چونکو موقع نہیں غفلت کا
 نکالی ہے دانتوں نے کھڑکی اکھر کر
 کیوں نہ ہو خوف اجل سے یسیر کار سفید
 ہلنے لگتی ہے ضعیفی میں بشر کی گردن
 اب تمھیں لوگ پیر کہتے ہیں
 حشر میں کس منہ سے جا بجا خدا کے سامنے

امیر
 امیر
 آثم
 انیس

<p>پیری کہاں اب وہ خوش اور کہاں وہ خوش کر پیسہ پیری میں عیش رکھتا ہے کوئی طول امل عہد پیری میں عیش رکھتا ہے کوئی طول امل دن تو آخر ہو چلا جب سے دھلی ہے دوپہر ہزار روپ بنائے نہیں بنے گا جوان عیش بڑھاپے میں بڑھا خضاب کرتا ہے شیخ جا شکرت کو بڑھاپے کا کٹ گئی سم فنت جوانی بڑی ہزاک قدم پیری ہے سر جھکا کے چلو یہ عہد موسم پیری ہے نکالے ہیں سارے بڑھاپے نے کس بل بکالے ہیں سارے جوانی میں چلتے تھے موسم غفلت ہو دم پیری مال کا رستے کو تکرار غفلت ہو کہ اکثر کچھ لگتا تھا ہے انسان کی سحر موت پیری میں لے چلی ہے قضا جانب عدم جب دست و پا تھکے تو ہمارا سفر ہوا پیری کے ناز اٹھاتے ہیں کس کیسی سے ہم او ظالم غم دور جوانی کدھر گیا مانگتا کیا میں دم پیری خدا سے نروٹ دن جوانی کے نہ پھرتے جو مقدر پھرتا دم پیری</p>	<p>آہ کیونکر جلے چراغ کہ اب تیل ہی نہیں ہستی کا دن اخیر ہے یہ صبح شام ہے جو قد خمیدہ ہے وہ لا ہے ہنگام تند ہی ہے جوانی کدھر گئی سفید بال سحر میں شب جوانی کے بہار دیکھ چکے باغ زندگانی کی غم یہ ہے عیش کے سدھارے دن چراغ شام ہیں مہمان رات بھر کے ہیں یہ وہ دریا ہے کہ جس میں کٹی ہو دھاک ہیں ہے روز بہ رنج و تعب شب برائے عیش چھپ رہے زال در کوہ میں عنقا ہو کر ٹوٹ کر جو دائہ دندان گرا دانہ ہوا ہمارے ابلق ہستی کو تازیانہ ہوا خمیدہ ہو کے بشر پائے در رکاب رہا قطرہ شبہم پر دردانہ کا دھوکا ہو گیا پھینکو کسی گڑھے میں یہ بیکار ہو گیا حال پوچھیں گے جوانوں سے تو انائی کا ہوا گورا محصل زنگبار زندگانی کا یہ قدنگون طاق ہے مرقہ کے محل کا کاسہ سر میں ہے عالم ساغر مخمور کا بیٹھے اب انتظار میں گور و کفن کے ہیں گرا وہ جو پختہ شمس ہو گیا عیش شب وصال سے بہتر ہے خواب صبح برق بدلو جائے ہستی پرانا ہو گیا ان نے مرے چراغ کو دل کے بجھا دیا خزاں میں ڈھونڈتا ہے موسم بہار کدھن سمجھ بے خبر تار و پود کفن ہے کوس رحلت بچ گیا چلنے کی تیاری کرو بڑھاپے نے کھو یا مزہ زندگی کا اب تو دن پیری کے آئے نو جوانی ہو گئی ٹوٹا گھنٹہ تاب و توان سب جھل ہوے مسافر اٹھ شتابی کر نہیں اب رات باقی ہے دن تو آنے لگے دنیا سے چلے جانے کے</p>	<p>پہلو میں دل ہے دل میں انگوں کا کال ہے اے سحر شمع گور ہیں سر کے سفید بال پیری میں ہے حرف زندگی پر پیری کا بوجھ اٹھا نہیں سکتے یہ دست پا روا روی ہیں اب ایام زندگانی کے ہوا بدل گئی پیری میں نو جوانی کی رنج دانتوں کے ٹوٹنے کا نہیں گیا شباب تو سامان پھر سفر کے ہیں موسفیدی سے کہاں زردرق ہستی کو نجات پیری میں زہد و درع جوانی میں رندیاں دیو پیری سے سفر ہو جو زمانہ میں کہیں مزرع ہستی ہوا تاراج پیری کے سبب سفید بال جو سر میں کوئی نظر آیا رہے گسستہ عنان نفس بھی پیری میں صبح پیری میں کھلی مالیت عمر عزیز پیری میں پرورش ہے عیش جسم زار کی چار دن اور جوانی کے گزر جانے دو سیدی آئی بالوں پر عمل اٹھا جوانی کا پیری نے کیا ہے مجھے مہمان اجل کا کیا عجب چھلکے ضعیفوں کا جو آب زندگی گذرا شباب پیر ہوے ہم قریں ہے موت بڑھاپے میں امید رفعت کہاں پیری میں زندگانی جاوید موت ہے نو جوانی ہو چکی پیری میں جینا موت ہے پیری کا جیب چاک ہواے کاش مثل صبح تو پیری میں بھی ہے جو یا شباب کا بیدم سفیدی جو آئی ہے دائرہ صی میں تیری یارو پیری میں نہ فکر رنج و بیماری کرو جوانی تلک لطف تھا زندگی کا شوخی و زندگی تری یہ کب تلک بس کر تراب آیا بدن پہ ضعف تو نے مضحل ہوے بڑھاپا آچکا کس پر نہیں بیدار ہوتا ہے منتظر بڑھے نہ ہوں کیونکر اجل آنے کے</p>
--	---	--

پیری

موسم پیری میں ہیں دل کو جوانی کے مزے
باغ ویاں ہیں پیراں تب قص میں طاؤس ہے
غلطی نہ صبح آتے ہی بیدار ہم ہوئے
پیری کی موت کا نہیں لازم بشر کیا
پیری میں موت کا آئے دہشت خزاں سے کیا
نخل خشک ہے آئے دہشت آرام و خوش
جو جوانی تک سرور و طاقت آرام و محبت تمام
تھے جوانی میں سب کی ہوئی رحلت کا
صبح پیری آئی ہے بجائے ناز و غفلت کا
مکھوے صبح پیری سے ہماری پردہ غفلت کا
اٹھا اب تک نہ آنکھوں سے جوانی کی انگلی
اب نہ زمین بدن ہے پیری میں خود ارانی کا
وصلہ پست ہے دبدم ایام پیری میں
ترقی ضعف کی ہے شبیر جوانی کا
قدم رن نہیں روکے سے پیری میں
شب جوانی کی گئی تو کس کی موت
ہیں کوئی دم میں نہاں نور پیری میں
شکارچہ شہساز نفرت میں وہ پیری میں
نخل انھلیاں آئی ہیں گویوں کے جوبن
ہزاروں انھلیاں آئی ہیں گویوں کے جوبن
کیا جھوس عمر کا ایام پیری میں دلا
شام کو ہوتا نہیں کچھ اعتبار آفتاب

جوار

جنون

دم پیری بھی نہ ہتیار ہوئے ہم تسلیم
اس ریش خضابی سے غرض کیا تری ہر
پیری میں روح کو غم رخصت ہے دبدم
آئی پیری ولولے راہی ہوئے سوئے عدم
جب چلتے ہیں آگے مرے نوخیز اکڑ کر
دم پیری نہیں موئے سفید آہ
ہزاروں ٹھوکریں کھلاتی ہے پیری مری مجھ کو
وقت پیری ڈھونڈتے ہیں نو جوانی کی منگ
اے ضعیفی سایہ سر پر سے گیا دھوپ آگئی
اجل کا ہے پیغام موئے سفید
پیری میں دام چرخ سے ترکی ہوا رہا
یکایک موسم شیب آگیا بعد شباب ایسا
دم پیری دل بستہ مراوا ہو جاتا
پیری میں جسم زار کا کیونکر پستہ چلے
بہت سے سرو قدوں کو جھکایا ضعف پیری نے
پیری میں جل رہا ہے مرا داغ آرزو
صبح پیری کی چلی ٹھنڈی ہوا
وادی غربت کو ہے اب بندگی
پیری میں سر جھکا جے ہوئے ڈھونڈتے ہیں ہم
کہتی ہیں ضعف میں تن لاغر کی جھتیاں
سب موئے تن یہاں تھے حسن و شباب تک
جوانی کس توڑ کر چل بسی
پیری سے آرزوے جوانی جو ہم نے کی
اے شباب آمد پیری کی ذرا دہشت دیکھ
غیر ممکن ہے ضعیفی میں جوانی کی ہتیار
پیری میں نکل جائے نہ کیوں جان بدن سے
پیری میں عقل و ہوش و خرد کوچ کر گئے
اس طرح پیری میں رہتا ہے ہمارا دل داس
آرام و صبر و طاقت تاراج ہو گئے سب
پیری میں دست ضعف سے ہوتا ہے تارتار
یہ جھتیاں ہیں جو پیری میں جسم لاغر پر
خزان شیب نے لوٹا بہار ہستی کو
ہوے جو پیر گئے چھپے جوانی کے

جاگنے وقت سحر خواب سحر نے نہ دیا
جو پیر ہوا پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا
کرتا ہے ساز و برگ سفر یہاں درست
موسفیدی یہ غبار کارواں سے کم نہیں
یاد آتے ہیں پیری میں جوانی کے فسانے
غبار تو سن عمر رواں ہے
عدم میں جا کے اے عمر رواں کہنا جوانی سے
پختہ مغزی کم نہیں اپنی خیال خام سے
فصل بدلی آفتاب زندگانی پھر گیا
کمر کا ہے خم انقطاع امید
فصل خزاں میں بلبل خوشگو کے پر کھلے
کہ جیسے دامن فصل بہاری سے خزاں نکلے
ناخن باد سحر عقدہ کشا ہو جاتا
کیونکر ملے ضیاء چراغ محسوس میں بال
ہزاروں تیر اس دستہ ہیتم کل کہاں نکلے
رکھا ہوا چراغ ہواے سحر میں ہے
نہیں آنے کا زمانہ آگیا
گھر کو جانے کا زمانہ آگیا
شاید سراغ قافلہ رفتگاں چلے
اس راہ سے عدم کو ترے ہمسفر گئے
سایہ کا بھی پتہ نہ چلا جب شجر گئے
الف اپنی قامت کا ہمزہ ہوا
ایسا دیا جواب کہ دندان شکن ہوا
قوتیں سلب ہیں ریشہ مرے اندام میں ہے
شاخ کب ہوتی ہے سرسبز جہاں ہو کھ گئی
محفل میں نہیں صبح کو رہتا اثر شمع
ماندہ سمجھ کے چھوڑ گیا کارواں مجھے
پر گئے پر جیسے معزولی میں ہو عامل داس
پیری کے دور پہنچے جب کشور بدن میں
جوار رخت زریں کو ہسم کیا رفو کریں
خزاں رسیدہ کو تیغ قضا کے چوکے ہیں
پیام موت یہ موئے سفید سرکے ہیں
خزاں میں نغمہ فصل بہار کیا کرتے

تسلیم

تعلیق

تائب

ترکی

توفیق

ثاقب

جلال

جوش

جوار

ہوئی پیری میں اس گھر کی ہی حالت خانہ تن کی
صبح پیری کا گرنہ ہوتا خوف
ہیں عیاں پیری سے اب آثار موت
کہاں پیری میں وہ روشن بیانی
اپنے قد خمیدہ کو سپید صا نہ کر سکا
میر جو یا سر میں اب آنے لگے مو سے سفید
اڑایا چہرہ سے رنگ ارغوانی زرد باقی ہے
گیا شباب تو سر ضعف سے سفید ہوا
شباب آخر ہوا سر میں سفیدی آگئی
برا کہتی ہے عہد پیری کو خلق
طفلی تو کئی کھیل میں پھر پھر کے جوانی
پیری میں وہ فروغ خود کب ہے جو ہری
جو ہری گزری جوانی کی وہ راست
ہیں ضعیفی میں جوانی کے کہاں وہ حوصلے
زندگی جتنی کٹی اب تک وہ کلفت میں کٹی
سرکشوں کی بھی تو پیری نے جھکائی گردن
کیوں نہ ہو روح کو اس جسم خمیدہ سے گریز
کوچ کی حالی کو و تیاریاں
آلگا حالی کنارہ پر جہاز
وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا
ہوے تم نہ میرے جوانی میں حالی
غفلت نہیں لازم پیری میں ہمار کو کوچ کی فکر کرو
آئی پیری تو کہاں رنگ جوانی کی بہار
عہد پیری نے بھلایا دوطر چلنا کو دنا
وقت پیری شباب کی باتیں
نہیں خضاب سے مطلب ہیں یہ مو سے سفید
زیادہ ہوتا ہے پیری میں نفس امارہ
ہو جاتی ہے زیادہ گرا نباری گناہ
لحد کو چاہئے یوں پیر پست خم دیکھے
خزاں پر آگئی ہے اب بہار زندگی ذاکر
رستی شباب جو کھویا گیا ہے پیری میں
ضعیفی میں سب عضو تن گھٹ گئے
موسم شیب میں بنیادہ ہے لعب شباب

در دیوار گر کر جس مکاں کا اٹھ نہیں سکتا
تب مزہ تھا شب جوانی کا
ہے بہار نو جوانی چند روز
زباں کو ہے چرخ صبح دم کی
رستم کا بھی نہ زور چلا اس کمان پر
ہیں نشان یہ کاروان عمر کی رفتار کے
خبار کاروان عمر کی کچھ گرد باقی ہے
اڑاتا خاک ہے سر پر یہ کاروان کے لئے
روانہ ہو گیا ہے قافلہ اور گرد باقی ہے
جو حق پوچھو ہیں یہ حقیقت کے دن
اب بیٹھو ضعیفی میں بیستائے دن ہیں
دیتی ہے نور مس کو نمود سحر جواب
صبح پیری ہے اٹھو اب خواب ہے
اب جگر ہی اور ہے جی اور ہے دل اور ہے
دیکھئے دکھائے کیا پیری میں یہ چرخ بریں
آخر شنگ حادث سے ہوا چور گھنڈ
کچھ بھروسہ نہیں گرتی ہوئی دیواروں کا
ہے قولے میں دمدم اب غلط طر
الوداع اے زندگانی الوداع
پہنچا ہی بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانا
مگر اب مری جان ہونا پڑے گا
اے قافلہ والو صبح ہوئی سونے کا ہے یہ مقام نہیں
کہ بگڑ جاتا ہے تصویر کہن کا کاغذ
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کو دنا
ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں
سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی میں
یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مار نہن کو
پیری میں جو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پست
سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمدم دیکھے
چلی گلشن میں میری موت کی صرصر خدا حافظ
ہم اسکو ڈھونڈتے پھرتے ہیں سر جھکے ہوئے
مگر ایک دوہری کب ہو گئی
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزاں پر آیا

جرات
جلالی
جواہری
حیرت
حالی
خلیل
داغ
ذوق
ذاکر
رضی
سمجھو
سودا

پیری
تھا جوانی فکر و درد بعد از پیری پایا چین
رات نوکائی دکھ سکھ ہی میں صبح ہوئی آرام کیا
کہہ رہے ہیں صاف یہ مو سے سفید
چند روزہ زندگانی اور ہے
چند پیری کی خبر مو سے پہلے
دنیا ہے آمد پیری کی خبر سے پہلے
خط ابھیں نظر آتا ہے سحر کو
خشک کر دیتی خزاں پیری کے باغ حسن کو
تجھ کو کیوں لے بیٹھ گیا ہے سو قیامت پیر پند
ہوش میں عقل میں فراست میں
آتا جاتا ہے فرق روز بروز
کھین کھیل میں کھوپیاں اب بھی قلمت ہو
ضعیفی اپنی دل کچھ کچھ سوچ
کیوں نہ پیری کا بوجھ بھاری ہے
سر پر عصیاں کا بوجھ بھاری ہے
پیری میں شنگوں ہیں شیا یوں سے ہم
بیشہ شباب کا اپنے خار ہے
عہد پیری دیکھئے کیا رنگ دکھائے ہیں
کیونکہ گزرا ہے سخن اپنا شباب اچھی طرح
بس اب بہار جوانی تمام ہے
میں جو نخل خزاں کہیں
نیو ہے

سودا
نغیر
سراج
سعدی
مخزن
نخل

پیری
عہد پیری آگیا ہستیار ہوا کے خاندان
کو لکھ کر انھیں نور کھجور روشن ہو گیا
پیری نے سب سکھا دئے آداب انکسار
پیری نے اپنے آپ ہی خسیہ ہوں
اپنے سلام کے لئے آپ ہی بیٹھو
خاندان عالم پیری ہے کوئی دم
دیکھو لوگوں کی طرح کیوں ہوا چلتے پھرتے
کیا جوانی کا بھروسہ ہے آخر پیری
پیرے سر سبز ہے چھوٹے نہیں عمر رواں
جستہ سے اگر گزری صورت پل کیوں ہوا
قد و قامت پیری میں تیرا صورت میں بڑے
پیری کا لکھ عیب ہزاروں میں شروع
درد و جگر کے ساتھ ہے درد کس شروع
چمکا جو روز پیری جوانی کی راست کا
جاگ کر خاتمہ ہے زمانہ ہے نور کا ترکا
گئی شام جوانی ہے ہو گیا ہے انہی ہستی
بنا اب اٹھو سوئی لے کر تو دیکھ انہی ہستی
پیر کی ہے پیری ہے جو ہر آئینہ اعضا
پیر کی ہے جبریاں ہے جو ہر آئینہ اعضا
قد و قامت پیری ہے اب تو جھلک طاعت میں
گئے دن کئی کے دھوئے خوش ہے ناز بیا
دم لغزش

شوق ہے آغاز پیری اب کہاں لطف شباب
آگئی پیری بھی صد حیف یہ قسمت کا لکھا
جب آئی پیری تو کر ترک سب ہوا و ہوس
عیاں ہے چہرہ سے آثار سب بڑھاپے کے
جوانی کے پیری نے ساماں مٹائے
آگئی پیری جوانی جا چکی
حوص پیری میں جوانی کی عبت ہے شیخ جی
پیری سے جا بجا نہیں تن میں سفید بال
بڑھے سے کسی جوان نے پوچھی یہ بات
اس نے یہ کہا ارے جوانی بابا
طفلی بھی ہوئی آہ جوانی بھی تمام
مائل سو خاک ہے جو قد پر خم
ہستیار اے ساکنان میخانہ عمر
رعشہ نہیں اعضا میں نقاہت کے سبب
غم نقد حیات لوٹنے ہی کو ہے
پیری میں کمر جھکی تو کیا دم کا قیام
کب قد میں بوجہ ناتوانی ہے یہ خم
پیری میں ہے رخصت کا زمانہ جو قریب
ہے تو سن عمر گزران گرم شباب
پیری کا خم پشت سے ہے یہ مقصود
جب زور نے طعنہ ناتوانی کو دیا
جھک کر جو کیا قد خمیدہ نے سلام
روٹھا ہے شباب اس طرح تو ہم سے
یہ قد و قامت یہ جھریاں کب ہیں صغی
پیری آئی دیا پیام رخصت
یہ قد و قامت کا ہے اشارہ غافل
دل میں ہوس درہم و دینار نہ رکھ
پیری میں سرا اس غرض سے ملتا ہے صغی
لو سوے چراغ صبح گاہی نہ لگا
پیری کو شباب سے نہ دے رنگ شباب
وقت پیری قد خم گشتہ سے مجبور رہے
طاہر سراٹھو صبح پیری آگئی
رہا کرتی ہے اب دونوں کی حسرت عہد پیری

دو پر ڈھل ہی گئی وقت زوال آ ہی گیا
جھریاں منہ پہ پڑیں صورت سطر افسوس
کسی طرح سے مناسب نہیں شباب کی حوص
یہ لوگ کرتے ہیں پیری میں کیوں خفا کی حوص
ہوا باغ سونا خزاں سے اجڑ کر
اب بہار زندگی کافی جا چکی
کب بھلا سر سبز ہوتے ہیں شجر سوکھے ہوئے
غافل یہ خط سپیدہ صبح کفن کے ہیں
کیا ڈھونڈتے رہتے ہو جھکے تم دن رات
جو خاک میں مل گئی ہے ظالم ہیہات
پیری کا بھی ہونا ہے ہی کچھ انجام
اب ڈھونڈ رہا ہے اپنی راحت کا مقام
ہر گام پہ ہے لغزش مستانہ عمر
پیری میں چھلک رہا ہے پیمانہ عمر
یہ رشتہ عمر لوٹنے ہی کو ہے
اب تیر کماں سے چھوٹنے ہی کو ہے
خمیازہ کش سے جوانی ہے یہ خم
آغوش و دراع زندگانی ہے یہ خم
طفلی کا زمانہ ہے نہ ہنگام شباب
غافل سمجھ اس عہد کو بھی پاب رکاب
پیری نے ہر الزام جوانی کو دیا
طاقت نے جواب زندگانی کو دیا
رکھنا نہ تعلق بھی سر موہم سے
پیری بھی ہے آہ چین یہ ابروہم سے
ہے بہر حواس اذن عام رخصت
کرتی ہے تجھے زیت سلام رخصت
خم پشت ہے عصیاں کا بہت بار نہ رکھ
یعنی دنیا سے اب سرو کار نہ رکھ
دل مجھ طرف یاد اہلی نہ لگا
اے شیخ سپیدی میں سیاہی نہ لگا
جھک کے ملتے ہیں جوانی میں جو مغرور ہے
چاہئے اب فکر طاعت کچھ نہ کچھ
جوانی میں زمانہ یاد آتا تھا لڑکپن کا

شوق شائق
شاد
شعار
سار
سغی
طاہر

تجسس مقصود

کس کو عالم میں تلاش منزل مقصود نہیں
گود اڑتی ہے اوائے دامن رگبیر میں
کوئی کافر اور دونوں منزل مقصود ہیں
کعبہ ہو یا دیر دونوں گویا ظلمات کے
آب حیاں لینے اسلندری صاحب تاثیر کے
آب حیات میں تلاشی صاحب تاثیر کے
عمر گزری خضر کو صحرانوردی میں گم
منزل مقصود کا اب تک پتہ پایا نہ کچھ

ترک دنیا

جہاں کا چھوڑنا اہل جہاں کو کب گوارا ہو
نہایت بھر گلشن شاق ہے مرغان گلشن پر
ترک دنیا ہے جسے کہتے ہیں آزادی اسیر
جو گرفتار علاقہ ہے یہاں دیوانہ ہے
ترک دنیا کی تو پائی میں نے آفت سے نجات
تن کو نقش بوریائے فقر جو شش ہو گیا
اہل دنیا جمع مقصد سے اٹھاتے ہیں جو لطف
ترک مقصد سے ہیں حاصل وہ مقصد ہو گیا
ہوا ہوں

پیری میں قد دو تا جو ہوا یہ دلیل ہے
اب ہے پیری میں وہ کہاں ہندم
پیری میں اوج نور جوانی کہاں رہا
بڑھا پا بھی عجب استاد ہے جسوقت آتا ہے

یعنی کہ زندگی بھی ہوی باران دنوں
حظ جو عہد شباب میں دیکھا
ہوتا ہے ماہ شب کا تنزل علی الصباح
تو سرکش کو بھی آئین ادب دانی سکھاتا ہے

تجربہ

دلیل پختہ کاری ہے رجوع مسکن اصلی
اسی کے واسطے آنکھیں خدانے دیں ہم کو
حال کھلتا ہے بد و نیک کا وقت بد میں
برسوں دشت جہالت میں گمراہ جھلکتے پھرتے ہیں
راحت کے لئے پختگی کا رہے درکار
غضب ہے جہاں کی بلندی دہشتی
پھر کیا نظر میں آئے ہمارے یہ دہر دوں
عیب کراہیت سے میرا ہے پختگی
اک عمر میں آتا ہے جو کچھ آتا ہے جس کو
سرد و گرم دہر سے ہوتا ہے آدم تیز ہوش
پختہ مغزوں کو تعلق ہونے کشت دہر سے

شر ہوتا ہے جب پختہ زمیں پر خود ٹپکتا ہے
کہ روز و شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں
جو ہر تیغ عیاں ہوتا ہے عریانی پر
کھاتے ٹوکے جب آتے ہیں عقل و شعور کے رستے پر
خامی کے سبب خون ہے دل رنگ حنا کا
بہت ٹھو کریں ہم بھی کھائے ہوئے ہیں
عالم بہت سے دیکھے بہار و خزاں کے ہیں
جب تک ہے خام باقی ہے بد بو پیاز میں
استاد کوئی طفل دبستاں نہیں ہوتا
آب و آتش سے ہے پیدا بڑش شمشیر ہے
جو بھنا دانہ نہ پھر زیر زمیں مدفون ہوا

تجسس مقصود

جب تک کہ دل ہے چاہئے ہم کو تری تلاش
وصل بت ہوتا نہیں ہے یا خدا ملتا نہیں
منزل مقصود کہتے ہیں جسے وہ راہ ہے
شوق کامل ہو تو پھر خضر کی حاجت کیا ہے
کام کیا پھولوں سے خواہاں اس مصور کا ہونیں
پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سو گھستا
شوق مجھ کو منزل مقصود کا
وہ کٹھن تھی منزل مقصد کی راہ
فہیم وہ ہی ہے آفاق میں ترا جو یا
کیوں سر منزل ہے شاطر تم کو رہبر کی تلاش

جب تک چلے زبان تری گفتگو کریں
ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں
جان دے دیکر کیا کرتے ہیں سب جسکی تلاش
دو قدم منزل مقصود ہے کچھ دور نہیں
جس نے کھینچا ہے مرقع گلشن ایجاد کا
یار بگل مراد مرا کس چمن میں ہے
اور طاقت دیچکی رحمت جواب
آشنا نا آشنا سب تھک گئے
کہ جس میں پائے تجھے اس میں بہتری جانے
نقش پا خود سلسلہ ہے جادہ مقصود کا

ہوا ہوں ترک اسباب جہاں سے اسقدر فارغ
دوست سے مطلب دشمن سے ہیں اس باغیں
ترک دنیا سے ملا دامان یار
پنختہ و خام جہاں سے مجھے کچھ کام نہیں
تارک دنیا ہوں میں مجھ کو جہاں سے کیا غرض
رتبہ تجدد اگر چاہے تعلق ترک کر
شغل تعلقات سے انساں فقیر ہے
جو اندروں کی شہرت ہے جہاں نہیں ترک شاہی
دنیا و دیں کی چاہ قیامت کا روگ ہے
واعظ کمال ترک سے یاں ملتی ہے مراد
آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں تارک دنیا ترے
خاصان حق نہ طالب دنیا ہوئے کبھی
تارک دنیاے دوں ہوتے ہیں یوں عزت گر گیا
ہوس دل نے نہ کی دنیاے دوں گھر بنانے کی
بوریا تارک دنیا کے لئے کافی ہے
دنیا کو ترک کر کے وہ حاصل ہوئے منے
لذت سے ترک کر کہ ہو دنیا کا رنج دور
گور میں بھاگ اہل دنیا سے
نہیں اک مرد کو دنیا سے مطلب
طے کر چوں کہیں میں نشیب و فراز دہر
ہستی کو مثل نقش کف پا مٹا چکے
کسی کے ساتھ دنیا نے وفا ہی کی نہیں اب تک
کسی کے خیر و شر سے کیا ہیں کام
تارک دنیا کسی ملت میں بگیا نہیں
سلطنت کرتا ہے اپنے بورئیے پر ہر فقیر
ہجوم اندوہ یاں کہ ہے اب ایسے جینے میں کیا مزہ ہے
دنیا کے خیالات کو دلیں نہ جگہ دیں
ترک دنیا سے خوشی اس مرتبہ حاصل ہوئی
ہم نے جب قطع علائق پہ ارادہ باندھا
عقبہ کو چاہتا ہے تو دنیا کو ترک کر
راحت نہیں دنیا میں نہ دنیا کی ہوس کر
دور جہاں میں قطع تعلق ہے سلطنت
کیا مشبہ کہ دنیا کے علائق سے بری ہو

کھلا رہتا ہے راتوں کو بھی دروازہ مے گھر کا
گل گریباں میں نہیں ہے خار داماں میں نہیں
دست کوتاہ کی رسائی دیکھے
نقرہ خام ہے درکار نہ سونا پکا
اس زمیں سے کیا غرض اس آسماں کو کیا غرض
ریزش پر مرغ نکبت کو پر پرواز ہے
ترک تعلقات کرے بادشاہ ہو
قیامت تک رہے گا نام ابراہیم ادہم کا
اچھے رہے وہی جو ہوئے بتلائے دوست
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبہ بھی چھوڑ دے
گروڑانہ بادشاہ ہفت کشور بھیجدے
دودن کے واسطے کوئی کیا بادشاہ ہو
بن گئے گویا کہ نقش بوریہ زنجیر و طوق
رہے ہم اس چمن میں ملائے آشاں ہو کر
جن پکڑ لے گا جو اس نقش کا عامل ہوگا
کمل بھی رشک قائم و سنجاب ہو گیا
پرہیز بھی دوا ہے جو بیمار نے کیا
خلوت اس انجمن سے بہتر ہے
میں نامرد اس زن پر ہزاروں
تا چند ٹھو کریں یہ بلند و پست کھائے
عاشق نقاب شاہ مقصود اٹھا چکے
تو میں کیوں ہو رہوں اسکا جو میری ہونہیں سکتی
نہیں رکھتے ہیں ہم اپنی خبر تک
لاکھ گلیوں میں گزرتا ہے فقیر اللہ کا
چھوڑ کر عالم کو پایا رتبہ عالمگیر کا
کمال دنیا میں مل چکا ہے کہیں بھی پیوند ہے زمیں کا
خلوت کہ محبوب میں کیا کام کسی کا
اپنے جامہ سے ہر اک درویش باہر ہو گیا
پھاڑ کر خلعت شاہی کو لنگوٹا باندھا
عزت کی آرزو ہے تو کسب علوم کر
پرہیز کو اس سے اسے آزار سمجھ کر
آزاد کی جبیں پہ الف ہے لوئے عیش
زندہ کو جو مردہ کی طرح بے خبری ہو

سیک دنیا

وہی بندہ ہے علائق سے جو آزاد رہے
یاد مولا کی رہے اور نہ کچھ یاد رہے
منعم الحال کو پرہیز کرنا چاہئے
رنج عقبہ ہو جو عارض ترک دنیا چاہئے
ایک تسمہ ایک تہہ ایک چادر چاہئے
مشعل راہ عدم ہو گا نہ دنیا کا فروغ
پہ چرخاں ہیچ ہے دل اپنا روشت سے نجات
بھاگ دنیا ہے وہ اکثر جوشت از دور ہے
چک جانا ہے تب ہم جا میں گئے ہو سکے گا
سب کچھ بیان سے اپنے دنیا سے دھو سکے گا
جب ہاتھ کو وہ اپنے دنیا سے دھو سکے گا
پھینک اسباب جہاں کے سامان چھوڑ
چھوڑنے سے پیشتر سامان کے سامان چھوڑ
جو فقیری میں مزہ ہے بادشاہی میں کہاں
بیٹھ جگہ دشت میں قصر فریح اتان چھوڑ
چاہتا ہے گرفتار کے بعد کچھ لطف بقا
منفہ ہستی سے مانند جہاں سے ہم
پا پاں کیوں ہوں پست و بلند جہاں سے ہم
باز آئے اس زمین سے اس آسمان سے ہم
اٹھایا کوہ

بیان

تعلیم

عیش دنیا سے نہ ہو عیش منعم تیرا
گر حقیقت میں ہے تو سالک راہ وحدت
دل اگر چاہو بچے نار جہنم سے اُسے
دل کو ہٹاؤ خانۂ دنیا سے چند روز
تجربہ مناسب ہے دنیا میں آج
آرائش دنیا سے ہیں خاصان خدا پاک
خوش نفس رہتے ہیں دنیا کے فلاح سے جدا
جو زمانہ کے ربط کو ترک کیا نہ پھنسے کبھی ہم دام ریا
میں ہوں دنیا میں شہ کشور ترک دنیا
دنیا سے ہاتھ دھوئیں کہ سب آرزو کریں
جو ملک دیں لیا چاہے تو بس دے چھوڑ دنیا کو
لائی یہ گزری باد یہ میانی میں جو عمر
مال و جاں لے کے بھی دنیا نہیں کر نیکی وفا
ڈرتا ہے کیوں مجوزہ دنیا کو دے طلاق
زال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا
دنیا سے درگزر کر گزر کہ عجب ہے یہ
جانا جو مقرر ہے مراد ار فنا سے
ہے پر غبار عالم جانا ہے یاں سے اچھا
دنیا سے ربط صاحب دنیا نہ کیجئے
دنیا کے چھوڑنے کا ہمیں رنج کیا ہو تھر
دنیا کے لوگ چاہئے دنیا کے واسطے
جو تعلق سے جہاں کے دور ہے
ترک جس نے کیا ہے دنیا کو
دنیا ئے دوں کے پاس نہ پھلکے گا دکھی
نہ خواہش مند جم کی نہ مطلب فرش قالی سے
دل کو دنیا ئے دنی سے نہیں رہتی رغبت
جو ہیں دنیا ئے دوں پستی پر
منہ پھیرا جو دنیا سے تو حق نظر آئی
ایک رتبہ آنکھوں میں شاہ و گدا کا ہو گیا
زال دنیا سے سروکار نہیں رکھتا ہوں
کہ اس سے محبت کہ جو ہے ساتھ ابد تک
چھوڑ دنیا کو اور عقبے چھوڑ
دین و دنیا میں گرفتار ہے وہ غافل ہے

خاک ڈال اس پہ کہ ہے ترک ہی اسکا نسب
چھوڑ دنیا کو دلا کا فرو دیدار سے بچ
کاروبار زال صد شوہر سے رکھو بے غرض
ڈالو نہ چند روز کی بنیاد کی طرح
محبت نہیں ہے مروت نہیں
پیکاں نہ چڑھے کوئی کبھی تیر قضا پر
روح کو ہرگز نہیں ہوتی کنن کی احتیاج
جو تعلق خلق کو چھوڑ دیا کبھی دام نفس میں ہا نہ رہا
عوض چیز ہو نفل شد مردان سر پر
زاہد بھی آکے سجدہ کریں اور وضو کریں
کہاں تھی سلطنت پہلے یہ ابراہیم ادہم کو
بزار ایسی دولت اسکندری سے ہم
بھاگ اوخانہ رہن کے ٹھہرنے والے
عاشق وہ تیری ہے نہ تجھے فکر مہر ہے
وہی نزدیک اپنے رستم ہے
در پیش یعنی تیرے جانا جہاں سے بھی
اس بستی کے میں ہوں در و دیوار تو ناخوش
اس خاکداں میں رکھ کر کیا کوئی خاک چھانے
اوزن مرید ہمت مردانہ کیجئے
لائے تھے کچھ نہ ساتھ نہ کچھ چھوڑ کر چلے
ہم بیٹھیں اس مجوزہ مکار سے الگ
شاہ ہے آباد ہے مسرور ہے
مرد دانا ہے شخص ماقول ہے
اس دہرے ثبات میں جو ہوشمند ہے
گدا کو بوریا بہتر ہے شاہوں کی نہالی سے
بت ہرجائی سے رکھتا میں سروکار نہیں
منتہی دوران سے بیٹھتے ہیں
احوال کھلا غیب کا آنکھیں ہوں کیا بند
قطع اپنا جس گھڑی دست تمنا ہو گیا
شکر خالق کا طبیعت مری مروانہ ہے
یہ کام نہ آئیں گے جو ہیں خوش و سپر آج
ہاتھ سے اب نہ دست موٹے چھوڑ
چھوڑ بیٹھا ہے جوان سب کو وہی ماقول ہے

عیش عاشق
فدا
قدر
قلق
گویا
لائق
میر
میر
منتہی
میکش
محب

نجات دو جہاں جو جانتے ہیں ترک خواہش کو
انہیں زاہد بھلا پھر رغبت اور دنیا کیوں ہو
تیارک دنیا کو بھی غم سے نہیں ملتی نجات
دل سے جب تک ہر شے شاد کبھی ناشاد بھی
زہر ہے یہ ترک کر دنیا کی لذت اسے دیکھیں
چوستا ہے دل جس نے اٹھایا ہے جہاں ہے
اے مصحفی دل سے یکبار اٹھا ہے
اٹھتے ہوئے وہ یاں سے تو یہ آزادی
ترک دنیا ہی کا ہے نام کہ کھینچ
ہاتھ پھیلا نہ سمجھی پاؤں کو زہار نہ کھینچ
ایک دن اسباب سے نکلتیں کنارہ چاہئے
پیلے ہی اسباب سے نکلتیں کنارہ چاہئے
چھوڑ دو حضرت دل عالم ہستی کا خیال
چندر روزہ ہے یہ سب سوچ لو کیا رکھا ہے
تیارک دنیا کو بدنامی سے ہرگز در نہیں
خوف آزادوں کو کب ہوتا ہے نام و رنگ کا
درویش بر کجا شب آمد سے اختیاج
خانہ بدوش کو نہیں کچھ گھر کی اختیار
خانہ بدوش کو نہیں کچھ گھر کی اختیار
پاتا ہے طفل راحت و آرام دوش پر کسی

نور محمد

ترک وطن
 ہوں گرد باد وادی غربت تباؤں کی
 جانا کہاں ہے اور ہے میرا وطن کہاں
 اسیر مصر ہوئے چھوڑ کر وطن یوسف
 بڑے بڑوں نے اپنے عزیز و جاہ کی گرد
 دوستوں کا کدِ ر خاک وطن سے
 میرے آئینہ کو ہے اگر یوسف کی
 جلیجھ ہو جانے دے آنے دے
 خوش نہیں گری کے موسم میں
 ست کر آواز محرم میں
 ناروا ہے عشرہ غم میں
 وطن کو چھوڑ کے ایسے ہوئے
 نہ آئی یاد زبانِ شہرِ کربلا
 عہدِ غربت کی مصیبت کا گما
 چین کیا جاں وطن سے میں
 تلک آیا ہوں وطن گھڑی
 چھ نہ آؤنگا نظر جس گھڑی
 یوسف عزیز دلہا جا مص
 دلت جو ہو وطن میں تو کوئی
 رکھے جو نہ نظر شوقِ آب
 تو کیا ہے کرے ترک وطن

١٠٠

4.

100

10

22

کسی سے دل نہ اس وحشت سرا میں ہیں نے اٹکایا
خوابات جہاں میں ترک عشرت کرتے ہیں دانا
اگر دانا ہے تو اسے مرد عاقل
دنیا سے دل اٹھا کے مجب سیر دیکھ لی
ایک ہی ہاتھ کا تھا سارا جہاں
چیچ نظروں میں اگر عالم فانی ہو جائے
یہ کہہ کر ہاتھ دنیا سے اٹھایا اہل ہمت نے
تاج سے مجھ کو نہ مطلب ہے نہ کجکول سے کوئی
دلیل مفلسی ہے سیم و زر کی جستجو کر
بے ثباتی ہوئی عالم کی جو ثابت مجھ کو
جس نے دنیا ترک کی مطلوب عقبتا ہو
اسے ولی ترک ملایق دل کو لذت بخش
جب ہوئے تو ساتھ تیرے کوئی وال پر
لطف دنیا میں نہیں جیتے ہی جی سب کو
ترک دنیا میں بڑا مرتبہ حاصل ہے
نزدیک اپنے کچھ نہیں رستم کی ر

نہ الجحان خاں سے دامن لے بھی میرے گویاں کا
 پسند آیا اسی خاطر خم خالی فلاطوں کو
 نہ باید بستن اندر طعنتے دل
 اک دوش پہ جنازہ امید و بیم تھا
 ہاتھ ہم نے اٹھا کے دیکھ لیا
 پھر یہ ہیچیدانی ہم دانی ہو جائے
 مناسب ہے وہاں کے واسطے بھی کچھ اٹھا رکھے
 تارک عالم اسباب رہا کرتا ہوں
 یہ دنیا ہے یہاں ترک تعلق سے فراغت ہے
 ترک دنیا کو کیا دل نے پسند آخر کار
 مدعی کے مدعا سے ہے سوا حاصل طلب
 جیوں ہے دنیا دار کو فکر مر و سماں لذت
 زینت ہی میں ساتھ گھر والوں کا چھوڑا جائے
 آخر اک روز ہے تو اور شب تنہائی ہے
 خاکساری ہی بھلی ہے طلب جاہ نہ کر
 دنیا کو جس نے ترک کیا ہے وہ مرد ہے

تَرْكِ وَطَن

غربت میں پائی مثل گہرا برو اسیر
 رتبہ عالی اگر چاہے وطن سے کہ سفر
 کبھی نہ ترک وطن کر جو زندگی چاہے
 کامل وطن میں اپنے مٹھتا نہیں کبھی
 وطن چھوڑے تو اناں منزل مقصود تک پہنچے
 نہ کر ترک وطن ہرگز جو اپنی زندگی چاہے
 وطن سے ہو سفر مشکل نہ کیونکر خام طبعوں کو
 آکے غربت میں ہیں عیش وطن بھول گئے
 تنگ آیا ہوں بہت اہل وطن سے میں اتیر
 ہرگز مراد ناوک ہوتی نہیں ہے حاصل
 بال جو سر سے جدا ہو وہ نہیں ہوتا سفید
 گر نمائش چاہئے اے دل تو کر ترک وطن
 میرے جو ہر کا نہیں کوئی جہاں میں جو ہری

لو سفر وسیلہ فتح و ظفر ہوا۔
 " بختن میں مشک کم قیمت۔ حلب میں آئینہ
 " صاحب جو سنگ سے باہر کوئی شرارہ ہوا
 " ختم ہوا تو شاخ سے میوہ ٹپک گیا
 " ہوا ہو کر کہاں سے تیر جاتا ہے نشانے تک
 " میں سمجھتے ہیں رہتے ہیں شرجتک کہ پتھر میں
 " بدلا ہو شاخ سے کب جب تک میوے خامی ہے
 " امیر لطف اٹھایا یہ قفس میں کہ چمن بھول گئے
 " کیوں نہ ہو دل کو وامن سے سفر دور پند
 " افسوں جب تک نہیں نکلتا ہے گوشہ کمان سے
 " عیش غربت آدمی کو رکھتا ہے دائم جواں
 " انور کان میں جو ہر کبھی کھلتا نہیں فولاد کا
 " برق مثل گوہر کیوں نہ ہو مجھ کو سفر کی احتیاج

پھولنے پھلنے کی گھر بیٹھے اگر ہوتی امید نکلے جو گھر سے کوئی تو حاصل ہو کچھ مراد اچھا وہ سفر تھا کہ رسول عربی کو گر جنوں میں گھر کی دیواروں ہی سے سر چوڑتے جب گھر بھر سے نکلا تو ہوا زریب گوش درد پر پھر کر کے حیرت منہ پڑے ہر ایک کے کیوں وطن سے بے وطن ہو کر پھرے بازار میں ملے جو بے وطنی میں ذرا بھی آسائش ذوق ہے ترک وطن میں صاف نقص آبرو کیا وطن میں تھا جو میرے لئے غربت نہیں آبرو گر تجھے منظور ہے کر ترک وطن شد الحمد کہ غربت میں وہ راحت پائی دورہ شمس و قمر سے ہو گیا ثابت ہیں بلبل کو کیا ترپنے میں دیکھا چین سے دور نہال آبا نہیں ہے خرمی مانی میں غربت کی آتی ہے نفس سے میرے آواز یہ پیہم بے ترک وطن مرد کی حرمت نہیں ہوتی جہاں کے نیک و بد سے واقفیت کو کیا حال آسمان اہل ہنز کو نہیں رہنے دیتا بلبل نہ رہ چین سے نکلا چین کے پاس تھی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قد کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غائب	حضرت آدم نہ آتے باغ رضواں چھوڑ کر گو نگے کے خواب کی کوئی تعبیر خاک دے معراج ہوئی باعث تکمیل رات نام بھی لیتا نہ کوئی قیس کا فرہاد کا وہی مقصد کو پہنچتا ہے جو گھر سے نکلا اب نہ جائیں گے وطن کی اپنے کلیاں چھوڑ کر لعل سے جو ہر کوخوری ہے بدخشاں چھوڑ کر عقیق جا کے عدن میں گہرین میں رہے بختا پھرتا ہے گھر ہو کر سمندر سے جدا مرد درویش ہوں یکساں ہے مجھے گھر باہر قدر ہوتی ہے صدق سے جو ہو گوہر باہر دل سے بھولے ہوئے ہم یاد وطن بیٹھے ہیں نام کو شہرت جہاں میں بے سفر ملتی نہیں یارب نہ کیجیو تو وطن سے کسی کو دور وطن سے مشت خاک ایدل قدم پر باندھ لیجا ہے لطف وطن شداد غریب الوطنی میں گوہر کی کبھی کان میں عزت نہیں ہوتی کہ جو گھر سے کبھی نکلا نہ ہو سیر و سیاحت کو قدر جو ہرنے ہو جب تک نہ وطن سے نکلے ذلّت میں عمر کو نہ بسر کر وطن کے پاس بے تکلف ہو وہ مشت خس کہ گلخن میں نہیں تم کو بے ہرئی یاران وطن یاد نہیں دشت غربت وطن سے بہتر ہے لیکنے میں قطرہ ہے گوہر کی صورت مرے نصیب کے دانے مگر وطن میں نہیں کمان ہاتھ میں لو نشانے بہت ہیں گھر میں بیٹھے خدا نہیں ملتا غربت میں آبرو سے بسر کر وطن کو چھوڑ کر تا ہے خود بیاں لب خاموش نقش پا عزت کسی کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط پختہ کاری کے تئیں سفر ہے شرط پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں	ثاقب " " " جو یا حیرت " داغ ذوق رند " " سحر سودا " شاد شعار صادر ظہیر عزیز غالب " قدر " کوثر مصحفی " " میر " " "
--	---	---

چرخ گرداں ہے ترقی میں تنزل کو یہ بھول
اللہ کی ہے دین جسے کہتے ہیں عروج
سر بلندی بھی ہے گشتگی بخت کیساتھ
غافل نزول ہی تو کمال عروج ہے
فطرت میں سلسلہ ہے کمال وزوال کا
ساتھ ہے اپنی ترقی کے تنزل مثل عمر
کنوے میں گر کے یوسف نے سر سلطنت پایا
کیا تنزل کیا ترقی وقت کی تاثیر ہے
ترقی اور تنزل ہیں لازم و ملزوم
تنزل سے ترقی اور ترقی سے تنزل ہے
جو خاکسار ہے کب پاٹمال ہوتا ہے
آسمان ہے نہ زمین ثاقب
غم نہیں اے دل ترقی ہے تنزل ہے اگر
ہر ترقی کو جہاں میں ہے تنزل کیا کیا
ہوا آساں میں چڑھنا اتنا بام رفعت پر
جو گرا رتبہ سے اٹھنا اسکا بس دشوار ہے
پرکھا درد کچھ مت رکھ ترقی اور تنزل کا
ترقی اور تنزل کو یاں کے کچھ عرصہ
اوج و حفیض لازم و ملزوم ہیں یہاں
کرے ہے گردش دوراں طرح ہنڈولے کے
جو تنگ دستی میں دل ہمارا عروج کی یاد سے بھر آیا
اچھوں کو پستی بروں کو ہے عروج
کبھی ہے تنزل کبھی ہے عروج
پری ہو یا شباب ہو یا صبح و شام ہو
ہر اک شے کی جہاں میں قدر ہوتی ہے تقابل سے
کسی کی پستی و رفعت کو اعتبار نہیں
ہے اوج یاں کسی کو تو پامال ہے کوئی
بیم زوال فکر ترقی سے سخت ہے
اہل دولت کے لئے ہے تنگ دستی ایک دن
میں صاحبان اوج تنزل سے بے خبر
گو لاکھ ترقی ہو مگر ساتھ ہے شامت
کس کس طرح کے ہوتے ہیں دنرات انقلاب
اوج سے ہم سو پستی ہیں بس اب یوں مائل

آتش یا قوت سے پیدا سمندر ہو گیا
حاصل پر ملک ہوں تو دور آسمان نہیں
خاک اڑے اپنی تو ہو گنبد گرداں تیار
خاک فنا ہی منزل آب بقا ہوئی
گھٹنا ہے بدر کا تو ہے بڑھنا ہلال کا
اس قدر میں کم ہوا جتنا زیادہ ہو گیا
نہ ہو مایوس آخر کو ترقی ہے تنزل سے
شب کو گل کی شکل دن کو صورت ہون چرائی
فلک پہ کل ہے وہی بدر جو ہلال ہے آج
کھلی کیفیت پست و بلند دہریوں سے
کمال ہی کو جہاں میں زوال ہوتا ہے
اوج سمجھے ہو بس کو پستی ہے
دیکھنے ہونگے زمانہ کے ابھی کیا کیا خواص
خاک میں مل گئے شاہوں کے نجل کیا کیا
لگائی نردباں جب سے ترقی و تنزل کی
ہے نہیں ممکن اٹھے پھر اشک گر کر خاک میں
کہ اپنے ذہن میں یاں تو گدا بھی شامٹتے ہیں
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے
کوئی بھلا بڑھا ہے کہ آخر گھٹا نہ ہو
ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند
دکھا دیا بدر نے یہ گھٹ کر زوال عین کمال میں تھا
کیا زمانہ کو یہ پامالی نہیں
عجب رنگ کا ہے زمانہ کا ڈھنگ
نخل ہلال و بدر عروج و زوال ہے
اسے لطف ترقی ہے بڑھا ہو جو تنزل سے
نہ کر سی رہتی ہے گھر کی نہ بام رہتا ہے
دنیا کا کچھ عجیب نشیب و فراز ہے
مجھ سے ہلال نقص کے بدلے کمال لے
جو بلندی پر ہے وہ دیکھے گا پستی ایک دن
پیروں کے مثل پشت جو انان میں غم نہیں
سایہ کہیں ہوتا ہے جد امرغ ہوا سے
یہ دھوپ چھاؤں بھی تو عروج و زوال ہے
جس طرح کوہ سے پانی لب جو آتا ہے

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

ترقی و تنزل

تعمیر
ہم کو منظور ہے یاں قصر و مکاں کی تعمیر
عمر جوں سا یہ دیوار و صلی جاتی ہے
یاداری نہیں ہستی کو کہ ہے ست بنا
محل اپنے بناتے ہیں یہ عمارت کی
کیوں نہ ناز بجا یاداری پر عمارت کی
تو نہ ناز بجا یاداری پر عمارت کی
رہی قائم یہاں منعم سر تعمیر کی ہے
مسکن اس دار فنا میں کہ نہ ماند حباب
گوال پانی میں نہ بنیاد کے غافل
عاقبت نیچے زمین کے تھم رہو او نیچے
یاں بنا تھم نے ہزار اپنے مکاں گہو
مٹ گئے آپ یہ دنیا کا گھر فنا گئے
قبر میں لیکے تعمیر کئے ہیں
جو عمر کو تھمے ہزار سے زیاد
بنائے فنا تھمے ہزار سے زیاد
نہیں ملنے کی جگہ قبر میں تعمیر عمارت
چار دن کے لئے کرتے ہیں یہ تعمیر عمارت
منعم عمارت عمارت عمارت عمارت
دب جائیگا کبھی تو دیوار تک ہے تعمیر
گھر بنانے کی فکر کیوں ہے تو
دوبارہ دو دن کا یہاں ہے تو
خاک و باد

کب ہے دنیا میں ترقی و ترقی سے نجات
سچ ہے کہ ہر کمال کو لازم زوال ہے
عالی قدروں میں ترقی کو منزل ہو نصیب
گردش گردوں سے کب قائم ہے اک طور پر
اہل دنیا کو ہے ہدم جو عروج اوزنزل
ازل سے کاسہ ہر اس لئے بنا وندھا
نہ کر ترقی دولت پہ ناز اسے منعم

گردش ایام سے ہیں روز و شب چھوٹے بڑے
بڑھ کر ہلال بدر ہوا تھا کہ گھٹ گیا
دو پہر کے بعد دیکھو سائے خور کم ہوا
ہو ترقی و تنزل ماہتاب جاہ کو
ان کو کرتا ہے فلک از رہ گین زیر و زبر
کہ ہے عروج میں پیدا زوال کی صورت
عروج ہی کا نتیجہ زوال ہوتا ہے

تعلیم

تعلیم وہ خوب ہے جو سکھائے ہنر
جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے
زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دوں گا
فری تعلیم جب دیتے نہیں ہر جا مدارس میں
بد اصل ہیں جو لوگ انھیں تعلیم ہے عبت
بدی کو اصل کی تعلیم نیکوں کی نہیں کھوتی
بسکہ تحصیل ادب بے ادبوں سے ہے مجھے

اچھی ہے وہ تربیت جو روحانی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دوں گا
تو پھر کیا جہل کا الزام ہے اس قوم غافل پر
کھیتی ہری نہ ہو کبھی بنجر زمین پر
کہ خلقت کو پلٹ سکتی نہیں اکسیر پتھر کی
ہے خرابات زمانہ میں دبستاں اپنا

تعمیر

مکاں بیکار ہو جائیں گے مسکن ہوگا تربت میں
نادان بڑا اُس سے نہ کوئی ہوگا جہاں میں
عمارت استدر رنگین و سبک کیوں بناتے ہو
جو زندگی میں عمارت سے تھے نیٹ بزار
جانا تو ہے مرقد میں اے اہل دول تم کو
بنادانی نہ کر یہاں فکر منعم گھر بنانے کا
قصر تن قائم رہے گرتا ابد تو جانئے
منعم ایسے قصر لاکھوں مل گئے ہیں خاک میں
جب اجل آئے لحد میں خشت زیر سر نہ ہو
سرائے عالم فانی میں تو آباد کر دل کو
بھر ہستی میں مکاں کی ہے بنا مثل حباب
یہاں بہاتی ہے انھیں سیل فنا مثل حباب
خانہ آباداں یہ قصر و خانقاہ کس واسطے

نہ ہواے منعمو مصروف تعمیر عمارت میں
جو ساحل دریا پہ کرے کوٹھی کی تعمیر
رہیگا کب تلک یہ گھر بنا آخر بگڑتا ہے
اب انکی گوریہ دیکھو تو کیا عمارت ہے
دنیا میں مکانوں کی تعمیر سے کیا حاصل
کہ ہے یہ رگزار دہر رستہ آنے جانے کا
منعمو ناحق ہونا زراں اپنی اس تعمیر پر
جز خرابی کے بتا کیا فائدہ تعمیر سے
گو عمارت تو مثال سد اسکندر بنا
ارے ناداں بناتا کیا ہے یہ تعمیر پتھر کی
گھر قیامت تک یہاں کس کا بنا رہ جائیگا
بحر ہستی میں جو تعمیر مکاں کرتے ہیں
ایک دن تو چھوڑنا ہے اس خراب آباد کو

واسطے
وقار
ہر چند
ہدم
یکتا
یوسف

اکبر
عالی
محبت
صابر
نظم

ادب
تراپ
جوش
جرات
مشتم
درد
سخن
شہید

خاک باد و آب آتش سے ہے برپا قصرتن
خانہ تن کی تو تعمیر گرا چاہتی ہے
عقل ہو تو چھوڑ جائیں خلق میں آثار خیر
تعمیر عمارت سے ہے کیا فائدہ منعم
کچھ لطف نہ سنگ و خشت میں آئیگا
اے مہر مکاں بنا کے لینا ہے کیا
کیوں رہتا ہے تجھ کو فکر تعمیر مکاں
ایدل اگر ہے پیش نظر عافیت سرا
فکر تعمیر میں نہ رہ منعم
رنگزریل حوادث کا ہے یہ بنیاد دہر
درو دیوار افتادہ کو بھی کاش اک نظر دھیں

چار دیواری بنی ہے پہلے اس تعمیر میں
قصر کی رکھتا ہے منعم یہاں بنیادِ مٹ
ہے جنوں اہل دول کو قبر کی تعمیر کا
آخر کو علاقہ نہیں کچھ روح سے تن کا
راحت نہ بوقت مرگ تو پائے گا
کیا سر پہ اٹھا کے ساتھ لیجائے گا
آخر اک روز چھوڑ جانا ہے یہاں
پس فکر کیا ضرور ہے تعمیر کے لئے
زندگانی کی کچھ خبر بھی ہے
اس خرابہ میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

میش
" محب
ماه
هر
" مسکین
میر
" "

تعلیم

عیب سمجھیں صاحب جو ہر نہ کیوں تقلید کو
رکھتی ہے پست پست کی انساں کو پیری
تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشتی
کرے تقلید اگر انساں تو نیکو کاروں کی
مقلدوں کو نہ صحبت سے نفع ہو نہ ضرر
کب سبک وضعوں کے پیرو ہوے ارباب قار
جو بزرگوں کے چلن پر ہے وہی ہے کامیاب
تقلید سے نصیب ہو ذاتی صفت محال
سخن میں پیروی کی گر سلف کی
کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی
ناقص کا صفائش سے مطلب نہ بر آئے
وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
رکھو تفسیر قدم پر قدم بزرگوں کے
تقلید کب پہنچتی ہے تحقیق کو شہید
باپ دادا کے چلن پر چل نہ آنکھیں میچ کر
نہ ہو سکے گی فرومایہ سے مری تقلید
لیتے نہیں عاقل کبھی تقلید کا نام
رتبہ ایجاد کب تقلید سے حاصل ہوا
پہنچتے ہیں بڑوں کی پیروی سے فیض کو ادنیٰ

تیغ ناقص ہے جو ہوا بال اس میں ابرو کی طرح
 سایہ پیادہ کا سر منزل پیادہ ہے
 رستہ بھی دھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے
 باتیں کرنا بھی برا ہوتا ہے مغرور کی طرح
 نہ کر سکے گل کا غد دماغ تازہ خشک
 سایہ کی شکل یہ ممکن نہیں دیوار چلے
 چومتے رہتے قدم اے بھر پیر استاد کے
 دیکھا نہ منہ ہلال سپر نے کمال کا
 انھیں باتوں کو دھرا ناپڑے گا
 کہ جم جانے سے کچھ اولاد تو گواہ ہو نہیں سکتا
 جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے
 نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کام دامن سے
 چلو وہ چال کہیں جس کو لوگ بہتر ہے
 ہندی میں شعر کہتے ہیں ہندی زبان میں ہم
 ورنہ گھر تیرا اسی دم خاک میں مل جائے گا
 کہ مثل بھر گہر ہو میان چاہ غلط
 ہر بات کا خود سوچتے ہیں وہ انجام
 نغمہ پروازی ہزار اپنی اڑائے عندلیب
 کہ دن کو نور ہے ذروں میں انجم سے سوا ہوتا

اسیر
اقبال
شک
بیان
بحر
تسلیم
حالی
درو
ذوق
سنفیر
شہید
صدر
صابر
محب
نشاخ
نظم

تقلید
ہوئے متقلدوں سے نہ کارِ محققان
جو ہر رکھے برش کا نہ کوہِ گراں کی

پیشانی

قدر صحت مریض ہے جو پوچھو
 تندرستی ہزار نعمت ہے
 تنگدستی اگر نہ ہو سالک
 تندرستی ہزار نعمت ہے
 کسی نے اسے غافل
 سمجھ لیا ہے ہزار نعمت ہے
 تندرستی ہزار نعمت نہ کر کوئی گم
 تندرستی ہے بڑی نعمت ہر بیمار ہے
 گویا عیش دنیا پیش ہے کچھ
 ممکن ہے جو خلاف ہے کچھ
 غیر ممکن ہے قیامت ہے کیا
 تندرستی یہ اگر ہوئی تو کیا
 پاپ دوست اگر نہیں ہے مزا
 تندرستی کا جب نہیں ہے سود
 صحت بغير ہے بے سود
 جیسے پڑے گھڑی کے زنگ اورو
 صادق اتنی

تندرستی

تندرستی سے نہیں ہوتا ہے کیا کیا حاصل
تندرستی جو نہ ہو زلیبت ہے پھر لا حاصل
تندرستی سے ہر اک کام ہوا کرتا ہے
تندرستی سے بشریاد خدا کرتا ہے
تندرستی کی ہر انسان دعا کرتا ہے
تندرستی کا دم روز بھر کرتا ہے
تندرستی ہی سے ہے رستم و ہن کا نام
تندرستی ہی سے مردان دغا کا ہو کام
تندرستی ہی کرتے ہیں دعا خاص و عام
تندرستی ہی سے ہر زلیبت کا دنیا پیام
تندرستی ہی سے ہر فکر جہاں کرتا ہے
تندرستی سے ہر فکر جہاں کرتا ہے
تندرستی سے ہر نام عیاں کرتا ہے
تندرستی ہی کے صدقے دل و جان کرتا ہے
تندرستی سے ہر لگان سلف ہیں مشہور
تندرستی کے لئے فکر ہے انساں کو ضرور
تندرستی کی حفاظت کرے حتی المقدور
تندرستی کو بلا میں نہیں لایا اکثر
تندرستی کو نہ دیکھا کہ نہیں ہوا جگہ
تندرستیوں

صادق آتی ہے اسے گہری مثال
اپنی جاں اب اسے عزیر نہیں
قدر کی جب نہ تندرستی کی
تہ رہے وقت کے کبھی پابند
تندرستی کی قدر گر کرتے
حفظ صحت سبب ہے ہمت کا
لطف دولت کا تندرستی سے
تندرستی کمال کا باعث
پہلے لازم ہے اپنے پیٹ کی فکر
تھوڑی ورزش کیا کرے ہر صبح
تروتاریک و تنگ گھر دے چھوڑ
کھانا بے وقت کا کرے نہ پسند
دن کو سونا زوال صحت ہے
کرنی محنت کی چاہئے عادت
کام رکھ دنیوی ترقی سے
مار غصہ کو نفس کو کر زیر
دل کو خوش رکھ نہ رنج کو غم کھا
پانی پی طرف کو کھنگال کے پی
وقت کو صرف حفظ صحت میں
وقت ہر کام کا مقرر کر
نشہ سے نفرت اختیار کریں
کوشش و محنت اختیار کریں
تندرستی کہیں جو ہوگی خراب
یاد رکھئے کہ یہ نصیحت ہے
تندرستی میں ہے شیریں نعمت
یہ تندرستی یارو بڑی بادشاہی ہے
حسن و جمال و علم و ہنر گو ملانہ ہو
کھانے کو نعمتیں ہوں و یا فاقہ مستیاں
ہے سب کو تندرستی و صحت ہی دلپذیر
تندرستی کو نپٹ فضل الہی ہو جھٹے
آبرو اور تندرستی جس کو حق نے کی عطا
صحت و حرمت سے گراں دیاں کر دے نباہ
تندرستی سے ہے سامان طرب کا حاصل

قدر ہر نعمت ست بعد زوال
مال و دولت تو کوئی چیز نہیں
سر پہ چھائیں بلائیں سستی کی
تندرستی کو کھو کے دولت مند
تو ہر اک معرکہ کو سر کرتے
اور ہمت ذریعہ دولت کا
پھیر قسمت کا تن کی سستی سے
تن کی سستی زوال کا باعث
تندرستی کا بعد کیجے ذکر
شکر نعمت ادا کرے ہر صبح
صحبت رند بد گہر دے چھوڑ
رہے ہر لحظہ وقت کا پابند
واقعی میں کمال غفلت ہے
حد سے بڑھ کر مگر نہ کر محنت
کو بسر اپنی تندرستی سے
سر جھکا دے گاتیرے آگے شیر
ایک دو لقمے بھوک سے کم کھا
صاف و شفاف دیکھ بھال کے پی
کھو نہ اوقات مفت غفلت میں
کر عبادت خدا کی شام و سحر
تندرستی کو دل سے پیار کریں
تندرستی کو دل سے پیار کریں
پھر ترقی نہ ہوگی تم سے جناب
تندرستی ہزار نعمت ہے
جان بہتر تو جہاں ہے بہتر
سچ پوچھئے تو عین یہ فضل الہی ہے
اک تندرستی چاہئے کچھ ہووے یا نہ ہو
سب عیش اور مزے ہیں جو ہوں تندرستیاں
جو تو نے اب کہا تو یہی سچ ہے اے نظیر
آبرو سے جگ میں رہنا بادشاہی ہو جھٹے
پھر جہاں میں اس سایا رو کو نہا ہے بادشا
اس برابر کو نہا ہے پھر جہاں میں عز و جاہ
تندرستی سے ہوا رتبہ اعلیٰ حاصل

لا اقل
نظیر

ولی

تندرستیوں کو قضا سے نہیں کچھ خوف و خطر
تندرستی سے بشر علم و ہنر پاتا ہے
زندگی کی بہار صحت ہے
شاہ ہو یا گدا ہو یا مفلس
زندگی کا ہے لطف صحت سے
اسکو چاہے نہ کیوں ہر اک دل سے
کیجئے قدر تندرستی کی
ہو نہ صحت جو آدمی کو نصیب
ہے وہ انساں بڑا ہی خوش قسمت
قہر رب ہے مرض جہاں میں شعار

تندرستی نہ ہو پھر موت کھڑی ہے سر پر
تندرستی سے جہاں چاہے چلا جاتا ہے
ایک صحت ہزار نعمت ہے
تندرستی کی سب کو حاجت ہے
اور اسی سے تو عیش و راحت ہے
قابلِ قدر چیز صحت ہے
تندرستی بڑی ہی نعمت ہے
زندگی پھر وبال و آفت ہے
جس کو حامل جہاں میں صحت ہے
تندرستی خدا کی رحمت ہے

ہنر
شعار

توکل و قناعت

جو ہو تکیہ کرم پر اس کے اپنا
دامن دُر سے بھرا بطن صدف نیاں نے
ہوں وہ مسند نشین کشور فقر
ماصل ہیں نان جو میں بھی سو طرح کے مزے
ہے اکل پئے زیت غذا خشک ہو یا تو
تھا سوال زرعبث ہوتا اگر سائل کو فہم
اتنا ہی دور گنج قناعت سے ہے گدا
مرد قانع ہم میں مثل مرموم چشم اے اسیر
بانٹ کھاتا ہوں میں آدمی وہ گدا ہوں قانع
ہم ہیں فقیر اس کے در فیض کے اسیر
بیٹھے جو پاؤں گنج قناعت میں کانگر
فقر و فنا کی بو نہیں کس کے دماغ میں
تباہی میں ہے لازم یاد حق اہل توکل کو
پہنچتی ہے مجھے ہر صبح بے کوشش مری روزی
خدا پر رکھ نظر طالب اگر ہے دین و دنیا کا
آتش جو چاہے پائے توکل کی محکم
تدبیر سے تو کام نہ تقدیر کا ہوا
ہاتھ خالی مرا دنیا میں جو بالکل ہوتا
گنج عزت میں قناعت کی جو نان خشک پر
قناعت دی ہے مثل قبر مجھ کو خاکساری نے

برائے دل کی جو کچھ آرزو ہو
رزق گردوں سے پہنچتا جو توکل کرتے
کہ خدا پر ہے اتکا میرا
کیا مجھ گدا کو نعمت الوان کی احتیاج
سونے سے ہیں کام زمیں گرم ہو یا سرد
صبر تمھوڑا سا تو تھوڑی سی قناعت مانگتا
جتنا کہ اس سے ہے در اہلِ دولِ قریب
مثلِ مرگاں بوریا بیرون در کیونکر نہ ہو
ایک روٹی بھی جو آتی ہے میسر مجھ کو
جس نے کہ بادشاہ کیا بادشاہ کو
کیوں رو برو کریم کے پھیلے گدا کے ہاتھ
عطار اپنے شہر کا ہر اک فرید ہے
خدا پر چھوڑتا ہے نا خدا کشتی کو طوفاں میں
توکل آدمی کے واسطے گویا موکل ہے
یقین ہے دولت کو نین حاصل ہو توکل سے
جو صبح کو طے نہ رہے شام کے لئے
تکیہ خدا پر کیجئے دروازہ بھیڑیے
یہی زاد سفر راہ توکل ہوتا
نعمتیں دنیا کی جو کچھ تھیں ہبسا ہو گئیں
رہو گدا باغ باغ آتش میں اک پہلو کی چادر میں

آصف
اسیر
آتش

عزت و قناعت
توکل و قناعت
بھیک سے بدتر دعا بھی مانگنا انساں کو ہے
ہاتھ آٹے بے طلب نان جو میں گزشتہ ہو
تمنا دولت دنیا کی اے آتش نہیں رہتی
قناعت سے غنی اشد کر دیتا ہے دین شریں
لب نان جو میں خشک رکھتا ہے دین شریں
قناعت شہد ہے آتش ہوا و خوش خلق سے
باغ جہاں میں گل کی قناعت ہے جاے ارش
عمر دو روزہ ایک قبا میں تمام کی
گھنٹہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ
قناعت بھی بہار ہے خزاں ہے
عمر دو روزہ ہو گئی اک حال پیر
خالی رہا زمانہ مرا انقلاب سے
نشد دولت سے شمع پیر میں مست ہے
مردِ مفلس حالت رنج و محن میں مست ہے
جو قناعت کے مزے اشد شفا ہو جائے گا
بھیک کا کاس اے دست دعا ہو جائے گا
خفتی ایام ہے میرے لئے سامان عیش
خفتی بایں کو سمجھتا ہوں میں بایں و رکا
خفتی گلوں سے کوئی بیان شیوہ توکل
عمر اپنی کاٹتے ہیں یہ ایک پیر میں
کھینچے

آتش
انور

توکل و قناعت

خوف کچھ اہل توکل کو نہیں دنیا میں
آپ کھل جائے گا جو عفت و قناعت میں
کس طرح ہم کو بھلا دولت نہ ہوئی
مانگنے کی کسی کج بخت سے عادت نہ ہوئی
لاکھ گروں نے کیا آشک میں غار و زبیل
اہل دولت سے رکے رہنے کی عادت نہ ہوئی
گزر جاتی ہے آسائش سے انساں کی فقیری میں
قناعت کی بجا دولت باقہ آتی ہے فقر سے
چاہئے غور قناعت سے بدلنے نہ دیا
اپنی گداری کو دوشالے کا کچھ نہ دیا
کیا احسان اس چرخ دنی کا کچھ نہ دیا
سریں بھر پھیلے کپڑے بدلتے ہیں یہیں
زندگی بھر یہ چلے کپڑے بدلتے ہیں یہیں
محبت اہل دول سے ہیں عادت ہی نہیں
باتھ پھیلا میں کہیں جا کے یہ عادت ہی نہیں
غنی ہیں دونوں عالم میں ہمیشہ نادار رہتے ہیں
توکل کے احاطہ سے قدم جن کا نہیں گرتا
جو بجا ہے قناعت کب تک رہتا ہے
کسی کے سامنے محتاج بنکر ہاتھ نہ دیتی
کی قناعت میں بے سوال آتا ہے
نہیں لب تک سوال آتا ہے

کھینچ لے خلق سے انسان اگر دست سوال
ہمت بٹھا دے فرشت قناعت پہ گر مجھے
فقیر اللہ کے ہیں بوریائے فقر بستر ہے
آرام سے ہوں فقر کے بستر پہ میں گدا
ہم کو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض
یہ بوجھ اُن کے سر پہ رہے ہیں جو اغنیا
اغنیا نعمت الوال پہ کریں ناز اتمیر
ہوں سارے شہر میں ہیں اگر جا بجا کریم
فقیر گوشہ نشین ہیں خدا کے درباری
کاسٹہ درپوزہ آنکھوں کو بنانا ہے عبت
اتمیر قسمت کا جو لکھا ہے اسی کا ہر روز سامنا
ایسی راحت ملی قناعت میں
جول گیا وہ کھانا داتا کا نام چٹا
قناعت جو کہ وہ زرق مایحتاج سے خوش ہے
ہو مطلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے
یہ تھا منزل عاقبت کا پتہ
خاطر مضبوط دل توانا رکھو
ہو جائیں گی مشکلیں تمھاری آساں
کر دیا کینج قناعت میں بسر اکبر نے
جو قانع ہے کسی دن اسکی قسمت لڑی جاتی ہے
سوئے دولت نظر آئی جو نہ راہ اعز
نہیں یاں کسی آشنا سے توقع
جان اہل توکل انھیں اشخاص کو جو ہیں
کر بیٹھے وہیں فضل خدا ساز پہ تکیہ
تکیہ جو فضل خدا ساز پہ کر لیتا ہے
سب مطالب ترے حاصل ہوئے انشاء اللہ
گر بھروسہ ہے ہمیں اب تو بھروسہ تیرا
سعی و تلاش کب تک اے دل حصول کیا
کو مرے عقدہ کشائیاں نہیں تو میں کچھ بھی بجز خدا
ہے ایک قناعت کو فقط نان جو میں بس
کرم کرنے والا ہی بخشے گا مجھ کو
انسان کی اس کے فضل و کرم پر ہے نگاہ
توکل پیشہ میں جو کچھ خدا دیتا ہے کھاتے ہیں

صور ت غنچہ گل ہاتھ سے زر پیدا ہو
رکھنا قدم کا ننگ ہے پھر عرش پر مجھے
توکل پر نظر تکیہ ہے اپنا ذات باری پر
تکیہ ہے جب سے قادر مطلق کی ذات پر
اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض
یہا مجھ گدا کو خیمہ و خرگاہ سے غرض
شام تک ہکو بھی ہوتا ہے میسر تو خشک
حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم
کسی امیر کا مجرا نہیں سلام نہیں
چاہئے ہر وقت انساں کی نظر اللہ پر
خدا ہے مالک خدا ہے رازق کسی سے ہرگز نہ التجا
سو گئے پانوں کینج عزت میں
اس کے سوا بتاؤں کیا تم سے کام اپنا
سمجھ جو کہ اسکو بخت بیش و کم سے کیا مطلب
بھوکے نے نان جو میں کو من و سلوی کر دیا
قناعت مری رہنما ہو گئی
امید اچھی خیال اچھا رکھو
اکبر اللہ پر بھروسہ رکھو
عزت دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی
جواں حوص ہیں انپر مصیبت پڑی جاتی ہے
مسند صبر و توکل ہی پہ ہم تن بیٹھے
ہمیں ہے بس اپنے خدا سے توقع
محفوظ پیاز و نمک و گردہ جو سے
جب بن نہ پڑی بات کچھ اپنی تک دوست سے
وہ سب کو کوئی گرا پنکھ کے پر لیتا ہے
ہر گھڑی اپنی نظر حضرت وہاب پہ رکھ
اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ
تکیہ اسی کے در پہ تو سب چھوڑ چھاڑ بانہ
کبھی میں نے کر کے رجوع کچھ نہ کہا کہا نہ کہا
درکار نہیں ان کو تکلف کے سمو سے
بڑا آسرا مجھ کو اللہ کا ہے
گھبرانہ جائے گر کوئی مشکل ہوا کرے
گدا سے کام ہے اے آشک نے مطلب ہے سلطان

اک در پہ بیٹھے گر ہے توکل کریم پر
 نہیں ممکن گدا پائے ہوس کو توڑ کر بیٹھے
 عطا قدر مراتب سب گر سہ سیر ہوتے ہیں
 فراغ افکار دنیا سے نجات آلام عالم سے
 کیوں غم آلود ہیں کوچ کی تیاری میں
 کاش کہتے کی طرح اک آستان پر بیٹھے رہ
 روزہ داروں کی طرح ہیں متوکل بخدا
 اے بھر کر خدا پہ توکل حباب دار
 اہل دنیا خوش ہوں یا ناخوش ہوں کچھ پروہا
 قناعت ہے تولدت بورے میں مشکو کی ہے
 نعمت دنیا سے سیری ہے قناعت چاہئے
 ہزار نعمت دنیا نے ہم کو لپیٹا
 عیش کی لذت ملی خوان قناعت پر ہمیں
 میرے روکھے سوکھے تکرے مجھ کو دیتے ہیں سیر
 ہم غریبوں سے نہ پوچھو نعمت دنیا کا حال
 خلعت اطلس و دیبا کی ہوس ککو ہے
 چھپر کو محل جانتے ہیں بے سرد ساماں
 قانع کے منہ سے دولت دنیا خفیف ہے
 ہر ایک لوح جبین پر لکھا ہوا ہے یہی
 بھر کیا نعمت دنیا کا مزہ پوچھتے ہو
 صدقے اپنی قناعت کے کیا فقر میں اپنا فخر رہا
 مٹی ہو اگر دل تو پھر انسان غنی ہے
 جوع البقر بنے گس خوان اغنیا
 نہ سائل ہو کسی سے آدمی اللہ رازق ہے
 ذی قناعت کے گھر میں منزل ہے
 توڑ کر پائے طلب بندہ مضطر بیٹھے
 نعمت دنیا سے سیری بے نوا پیدا کرے
 گر قناعت سے آشنا ہوتا
 عیش دنیا میں لوٹ نہیں ہوتے قانع
 جانور ہو کے قناعت سے ہما سعد ہوا
 آزاد مثل سرو قناعت نے کر دیا
 قانع بلند رتبہ میں اہل ہوس ذلیل
 قانع کو نہیں برق کدورت سے تعلق

اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہئے
 سگ دنیا کو کب سیری ہوئی نان توکل سے
 کوئی تو خوان نعمت سے کوئی نان توکل سے
 ملی ہیں مجھ کو یہ دو نعمتیں خوان توکل سے
 ہیں توکل بخدا ساز سفر ہو کہ نہ ہو
 اس دوراہہ میں ہمیں راہ سفر ملتی نہیں
 حاضر ہے جو مرثام سحر کچھ بھی نہیں
 خشت جبین سے توڑ پیا سوال کا
 آسرا رکھتا ہے یہ بندہ خدا کی ذات کا
 بتختر ہے تو کیا پھل پائیکا فرش مشجر سے
 داغ حسرت تازہ تنور شکم ہو جائے گا
 حلال لقمہ ہمارا حرام ہونہ سکا
 عید کا چاند اپنی روٹی کا کٹن را ہو گیا
 خاک بھر دیتا فلک منہ میں جو نعمت مانگتا
 شکر کر کے کھالیا جو کچھ ملا اچھا بُرا
 چار کپڑے دئے جائے یہی تقدیر سفید
 خوش رہتے ہیں ٹٹی کو وہ دیوار سمجھ کر
 بھاری ہے پاؤں نان مری نان پاؤ پر
 نہ جائے لیکے حوائج بشر کسی کے پاس
 خوان قسمت سے جو ملتا ہے وہ کھا لیتے ہیں
 دست سوال جو اپنا بڑھتا ہاتھوں عزت گھڑتی
 کچھ صاحب اکیر کو حاجت نہیں ہوتی
 میں کم غذا ہوں مجھ کو تو پھلکا ہی روٹ ہے
 قناعت سیکے آئینہ سے پتھر پیٹ پر باندھے
 آستان پر مقام سائل ہے
 حاصل آئینہ کو ہے نان و نمک گھر بیٹھے
 اپنے روکھے سوکھے تکرے میں مزایا کرے
 جام جم کا سُر گدا ہوتا
 خشک لب رہتے ہیں ساحل لب یا ہو کر
 استخوان کے لئے کیوں سگ دنیا ہوں میں
 میں وہ نہال ہوں کہ امید شمر نہیں
 زر کا نہیں نشان گل آفتاب میں
 دریا سے زیادہ ہے کہیں آب گہر صاف

عزت توکل و قناعت

سیمپختی دوران ہے جو انبہ ردوں کو
 میوں نہ قانع کو خشک نان قناعت ہو جائے
 خدا کے گھر سے جو ملتا ہے نان خشک کا کھانا
 ہمارے واسطے نعمت ہی سوکھے نوالے ہیں
 رکھ سبب یہ نظر صرف وہی ہے کافی
 ہے اگر مرد تو خاک عالم اسباب پداں
 کٹا وہ روی سیکے دست ہی سے
 کہ تنگی کا شکوہ خدا کا گلہ ہے
 بندہ کو بندوں سے چھوڑ دیا جات ہے
 حق تعالیٰ قاضی الحاجات ہے
 بنتر گل پہ ہیں غافل مست خواب رام ہے
 فاقہ مستوں کے لئے ہو ناخ کی طرح
 عالم اسباب میں اسباب ہیں
 جو ہے تقدیر پر راضی توکل اس کو کہتے ہیں
 دوا دھو کے کی مٹی ہے وہی اللہ شافی ہے
 نہیں کچھ ہم کو حرص خوان نعمت
 ہے اپنی خشک روٹی نان
 قناعت نے غنی ہم کو کیا ہے
 نہ ہو شاکر تو ہے کفران نعمت

موصی

--	--

--	--

[illegible]

—

<p>آسماں چنچ اٹھے رشک سے حیراں ہو جائے زیبا ہے مرے دوش پہ اب دلق قناعت تم خدا پر رہا کرو حیرت پنشن پہ حصر کیا ہے توکل خدا پہ ہے تھا قناعت میں نہاں گنج فراغ جو قناعت کے ہیں حسی ہماں کام اسے اپنے سونپ دے حالی اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہے رشک رہتا نہیں ہے اہل توکل کا کام بند گدائے باقناعت ہوں نہیں ملتا ہوں سلطان خشک و تر پرستی فانی کے جو قانع ہوا قناعت سے عزیز خاطر عالم نہ کیونکر ہو دل غنی ہے مرا قناعت سے سامان توکل ہے سراخبرام ہمارا کیوں نہ ہوں خوشدل کہ رہتے ہیں قناعت میں ملام غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کیسے مصیبت گر کسی پر ہو قناعت ہی کا خوگر ہو فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کے شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی طرح جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاہکار نہیں ہو قانع کو خواہش زرق و برق ہی ہے تو نگر واقف جو کبھی ہوتے توکل کے مزے سے دولت دنیا سے مستغنی قناعت نے کیا کبھی کسی کا خدا یا نہ کیجیو ممنون گلشن دہر میں شبنم کی طرح قانع ہوں کہتا ہے توکل کہ بچو خانہ بدوشو خلعت زریں مبارک اہل دنیا کو سحر جتنے ہیں کام ترے سونپ خدا کو سودا کیا دیا ان نے کسی کو آسماں ہے جسکا نام طلب نہ چرخ سے کرنا ن نعمت اے سودا کچھ دار و گیر حشر کا ہم کو خطر نہیں</p>	<p>دیکھ پائے جو کہیں شان قناعت میری آتی ہی نہیں کام میں اکسیر کسی کی غم نہیں صاحب توکل کو بیٹھا ہے اب حین قناعت کے زور پر پرہیز بے وقت ہاتھ آیا یہ گنج ان کو فاقے ہیں مزعفر سے لذیذ نہیں جس کا شریک اور انباز دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دل دہی خشکی میں بھی فقیر کی کشتی رواں رہی غنی رکھتا ہے مجھ محتاج کو تکلیف توکل کا مثل اسکندر وہ شاہ بحر و بر ہو جائے گا خوش آتا ہے خدا کو شیوہ ارباب توکل کا بے نیازی پہ ناز کرتا ہوں تکلیف ہماری ہی آرام ہمارا کرتی ہے انسان کو ہر دم بہت دلگیر حوص اے داغ پر زمانہ سے دست حوال کیسے اگر کیا ہی مضطر ہو قناعت ہو ہی جاتی ہے خطرہ جو ہے سو آئینہ دل پہ رنگ ہے نے تاج کی ہو س نہ ارادہ کلاہ کا دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے دوڑے سارے کو کبھی آدھانہ انساں چھوڑ کر ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ جہاں میں ماند کی میاں ہمیشہ محتاج دل غنی ہے مفلس کبھی دنیٰ میں نہ زردار کو تنکے جانتے ہیں خاک کوئی فقر کو اکسیر ہم پرے دوست سے مطلب نہ آشنا سے غرض قطرہ آب ملا تو اُسے دریا سمجھا سایہ کہیں پڑ جائے نہ منعم کے محل کا ہم نے جب دہرایا کمل دوشالہ ہو گیا تری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے اس دنیٰ کے سامنے پھیلائے بے ننگ دست پھرے وہ آپ ہی کا سہ لئے گدائی کا اپنی نظر ہے رحمت پروردگار پر</p>	<p>حیرت " حسین حالی " خلیل " خاموش خوشدل داغ " درد " ذوق " رند " سحر " سودا " سرور</p>	<p>عزت و قناعت توکل و قناعت پسند آیا ہے جس دن سے مجھے شیوہ توکل کا سبجنا ہوں غریبی میں بھی ناں خشک کو چھلکا لے دل جسے حاصل ہے قناعت وہ غنی ہے تفویض ہے ہر ایک کو دولت نہیں ہوتی بس دعا حاجت روا فی کی ہے لے رازق مرے مشق قاروں جمع کر کے کو نہیں دریا ہے بے فائدہ ہے فکر حصول مرام کی کچھ اور ہے گا گردشیں و نہار میں بستر غرض ہے جہاں میں تو ہم کو مکان کو کوئی ہو گلی یا کر خشتی دل کو ممکن ہے قناعت ہو تو عزت میں ہے عیش فقر میں ناں جو ہیں بھی من و سلکے ہو جائے چار دن زینت کے غل و قلم جج کو جو بنتا ہوں یہ ہے خلی و قناعت خیر و خواہشوں کا روز افزون خطر اب چہ نتیجہ خواہشوں کے حصہ میں قناعت آگئی ملکشن ہیں جن نے استخوان پر آفتاب نہیں بے وجہ اس نے استخوان پر آفتاب جانے کچھ تو پایا ہے مزہ اسے دل قناعت میں جو ہے خضر میں ہوگا سفر میں وہی سفیل حاجت گدا کو اس کے نہیں زاد راہ کی کریم دل کو</p>
--	---	--	--

توکل و قناعت

فروغ بخش قناعت قانعوں کے لیے ہے
 ہمیشہ ان کے لیے ہے دلہائے باغ و ناز کا نور
 کھینچ لیں گے جو کہ دنیا کی طمع کے نیا پاتھ
 ہاتھوں انچ پیاں دی جا کر ام سے پھیلا میں گئے
 خود ہی پوچھیں کہ کیا ہے توکل کر کے
 خدا پر بھی اس دامن سے لٹکے لٹکے
 گر کسی ذلیلے کو دے دے توکل جہاں کر
 پھینک دے مانند دولت و شہرت پنازاں ہو
 خدا و بیان نعمت دولت کی قناعت
 کہ جو کو ناز ہے کچھ قناعت
 کہ جو کو ناز ہے اتنی بھی حوس و ہوا
 بس قدر تروت بوی اتنی قناعت کا لٹکا
 خوب تھا انسان اگر میر و قناعت سے اعلیٰ ہے
 بے وقت پر جو ہو وہی کا دوشالہ ہے
 بدین پانچ نقش بویا ہی کا دوشالہ ہے
 اس کی طرح قناعت کا
 رزق اللہ دے گا
 قناعت کی اسی پانچ آکسیر ہے
 اگر اک خاک کی چھٹی ملی باب توکل ہے
 کھو معاش جی ہیں ہر دم جہاں حبش
 دیکھا ہر ایک طرح کہ وہ کارس نہ ہے
 ہوسے آتا

کریم دل کو مرے تو شہ قناعت دے
 وہ صابر ہے جو رکھے مستقل ہر حال میں دل کو
 جنہوں نے توکل کیا اختیار
 مزہ اٹھے گا تبھی گوشہ قناعت کا
 شاداں ہوں اسی واسطے میں صبح سے تا شام
 کہتے ہیں جسے فقر وہ اسے اہل بضاعت
 مثل مرکز ہے مرے پاسے توکل کو ثبات
 جو توکل پر ہیں کیا حاجت انہیں اسباب کی
 روزی پہ شکل ماہ قناعت ضرور ہے
 مستقل اپنے دونوں پا کر کے
 کہاں کے یہ کہاں کے وہ کہاں جاؤ گے کیا محل
 وہی ہے آدمی جو آدمی قسمت پر شاکر ہو
 بھروسہ خدا پر رکھو حضرت شاد
 اسے قناعت تجھ سے بڑھ کر کوئی دتو ہی نہیں
 ملتا ہے جو خدا سے قناعت اسی پر ہے
 ہے قناعت سے مجھے ربط کمال
 کیا ہے شہرہ عالم مجھے فقر و قناعت نے
 شائق طلب ہے کچھ قناعت کی بس مجھے
 فضل ایزد سے ہوا کچھ قناعت محل
 یہ نور قناعت سے منور ہے مراد دل
 نیم ناں پر میں رہا مثل مسہ نو قانع
 منعم کو ناز دولت ناپائیدار پر
 دنیا کی نعمت ان کی نظر میں سمائے کیا
 اسے قنیا قانع جو ہے راحت ہے اسکے واسطے
 ہم فقیروں کو توکل پر ہزاروں ناز ہیں
 کیوں پائے طلب توڑ کے پاؤں ہول طہا ہر
 لذت چٹان خوان قناعت جہان میں
 توڑ کر پائے طلب بیٹھے ہیں مست اللہ کے
 جو ہوا پائے طلب توڑ کے قانع طاہر
 دوشالوں میں کوئی سرخاب کے پر تو نہیں ہوتے
 وفور دول میں مسرت نہیں ہے
 ہوا دھوس سے حذر ہر نفس ہے
 تو جو ہے بندہ حق بیٹھ خدا کے در پر

کہیں جانے یہ فلس جو تیرے دے پھرے
 کہ جب کچھ بن نہیں پڑتا قناعت آہی جاتی ہے
 انہیں جان سے ہے قناعت عزیز
 رہو جو گوشہ نشین تم اسیر کی سورت
 بندہ کو بھروسہ ہے ترے فضل و کرم کا
 سرمایہ ارباب توکل نظر آ یا
 دے نہ چکر تو مجھے گردش افلاک بہت
 رہتے ہیں طائر کے بے صابوں ہمیشہ پر سفید
 ساری کبھی تو ہے کبھی اک پارہ نان کا
 بیٹھے اس در پہ اسکا کر کے
 بھروسہ کر کے بیٹھو شقیقتہ تم اپنی قسمت پر
 یہ کیا ہر وقت گردوں کی شکایت ہو شکایت پر
 تمہارے سفینہ کا محافظ خدا ہے
 اسے قناعت تجھ سے بڑھ کر کوئی نعمت ہی نہیں
 پابند میں نہیں ہوں قلیل و کثیر کا
 طبع میری سوئے زر آتی نہیں
 ہوا ہے مرتبہ مثل یہ شاہی کا گدائی میں
 نے سیم و زر نہ درہم و دینار سے غرض
 ہم کو ہرگز نہیں شائق زر و گوہر کی تلاش
 ہے گردہ جنتاب کا شک نان جو میں پر
 تن غم گشت غم ابروئے سائل نہ ہوا
 تکیہ فقیر کا کرم کر دگار پر
 تکیہ کئے ہوئے ہیں جو پروردگار پر
 حرص سے آرام حاصل عمر بھر ہوتا نہیں
 پاؤں سے ٹھکرا رہے ہیں ساغر جم و کھیکر
 دینے پہ اگر آئے تو ہیں اس کے بڑے ہاتھ
 نان جو میں کو جانتے ہیں ہمیشہ تر لذت
 ہاتھ چھیلا تے نہیں ہیں ساغر جم و کھیکر
 ہاتھوں ہاتھ اس کے لئے رزق خدا دارایا
 بشر میں گر قناعت ہو تو کمال ہی دوشالے ہیں
 وہ سرور ہے جو قناعت گزیر ہے
 نہ ذوق جہاں ہے نہ شوق قفس ہے
 در بدر بکے نہ پھر حرص و ہوا کا بندہ
 سید
 شاداں
 شہید
 شافق
 صابر
 صولت
 ضیا
 طاہر
 طالب
 ظفر

توکل و قناعت

بعد مرگ کے نظر چشم قناعت سے جو کی
 خاک کے ذروں سے تربت پر چاٹاں کھچا
 گر قناعت ہو تو انساناں ہے فرشتے سے سوا
 اسکو رہتی ہے ضرورت اور وہ بے احتیاج
 تخت شاہی کی اگر تجھ کو اوس ہے توڑ
 گوشہ تاج رخصت فرق توکل پر توڑ
 کل توکل نے کیا تکیہ قناعت فرشتہ پر
 ہے لباس خاک رسی مہینت مانوس آج
 گردن حرص اب تو دابی ہے
 قلم قناعت میں رکھا ہم نے قلم
 پاؤں اپنے چوتے ہیں اٹھتے ہیں جب ہم کہیں
 تخت شاہی اس گدا کو بویا ہو جائیگا
 جو قناعت کے مزہ سے آشنا ہو جائیگا
 ایک قطرہ اس کو ڈر ہے بہا ہو جائیگا
 جو قناعت کے مزہ سے آشنا ہو جائیگا
 منکر شان کرم قائل تیرا ہو جائیگا
 قناعت آدمی کو چاہئے رزق مقدر پر
 جانے ہڈیاں کھا کر شرف پایا سعادت کا
 مجھ سے ہر دم

ماہر
منہر
سکین

بستر خاک پئے اہل قناعت منعم
 ہاتھ آئے ہم کو کنج قناعت جو منتہی
 دل سے رکھتا میں اگر کوئے قناعت میں قدم
 یہ توکل کے ہے خلاف منیر
 حرص نعمت کا قناعت ہی کر یگی سامنا
 زرداروں کو اکسیر قناعت نہیں ملتی
 کیا شہد قناعت کی نجومور و نگس کو
 بندوں سے کام تیرا اے میر کچھ نہ نکلا
 اب ترک کر لباس۔ توکل ہی کر رہے
 ہے توکل جب سے ہم درویش میں
 نہ کیونکر شیخ توکل کو اختیار کریں
 آتش کی طرح تہر توکل پسند ہے
 خاک کے ذرے سے بدتر سمجھوں میں ہ قلع ہوں
 پہنئے کفن قناعت ہے لباس فقر میں
 لگ جائے ترا ہاتھ تو رس زرمو جائے
 تو ہے دنیا میں اے قناعت اکسیر
 بگڑا ہے کام یا کہ ہے کام بنا
 سنتے آئے ہیں ہم بزرگوں سے مثل
 تم اختیار قناعت کرو کہ دل ہو غنی
 کیوں حرص و ہوا میں مبتلا ہے ہر کس
 شاید آدمی رہے نہ ساری غافل
 مس لائے تو زر کر کے دکھا دوں تجھ کو
 وہ نسخہ اکسیر قناعت ہے تہر
 جاہ پا کر جاہ کی ہوتی ہے اور الٹی ہوں
 فکر سے کام سنوڑتا ہے جو تو کرتا ہے
 راحت قلب قناعت سے ہو مفلس کو نصیب
 مصحفی گوشہ عزلت کو سمجھ تخت شہی
 مصحفی کو نہیں رہتی ہے کبھی فکر معاش
 گنج قاروں بھی اگر کام نہ آئے تو ہے خاک
 نہ کوئی خوف تنزل نہ ترقی کا خیال
 عقل دی ہے تمہیں اللہ نے سوچو سمجھو
 بے ہنری سے ہیں اب تو ہے شوارزیت
 فقر میں بھی دل ہے دولت سے توکل کے غنی

راحت افزا صفت محل کا ثانی ہے
 پھیلانے پاؤں چین سے تازیت سوئے
 صورت خسرو خاور مرا اخترا ہوتا
 فکر ہو دیڑھ کی کہ پونے کی
 نان خشک اس تیغ کے آگے پیر ہونے کو ہے
 جب تک نہ لئے کوئی یہ دولت نہیں ملتی
 دنیا میں چٹوروں کو یہ نعمت نہیں ملتی
 موقوف مطلب اپنا اب رکھ خدا کے اوپر
 جب تک کلاہ سر پہ رہی در بدر رہے
 کہ ہی چکھتے ہیں جو کچھ دل میں ٹھننے
 زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
 جو صبح کو ملے نہ رہے شام کے لئے
 ہو جو خورشید فلک زرد صوب سوئے کا ورق
 کب تبدیل اس کو شکل رخت شاہانہ ہوا
 بے زر اک آن میں تو نگر ہو جائے
 برکت سے تری گدا سکندر ہو جائے
 کہ شکو کہ اے تہر مقدر یوں تھا
 شاکر کا کفیل آپ ہوتا ہے خدا
 غنی غنی نہیں دل میں اگر ہو ما و منی
 دولت لے تہر ہے قناعت اور بس
 کہ چھوڑ کے آدمی کو نہ ساری کی ہوں
 آ نسخہ اکسیر بتا دوں تجھ کو
 باقی ہے مہر سنا دوں تجھ کو
 جز قناعت بادشاہی لے ہما کچھ بھی نہیں
 پھر تعجب ہے کہ تو فکر میں یوں مرتا ہے
 اہل دولت کو ہے کیوں درہم و دینار کا ضبط
 کیا کر گیا تو عبث ملک سلیمان لے کر
 گھر میں بیٹھا ہوا اوقات بسر کرتا ہے
 زحمت بارکشی سے تو قناعت ابھی
 قبل مردن ہمیں حاصل ہے قناعت کسی
 یہ ہر اک بات میں تقدیر و قناعت کسی
 بند قناعت کا باب دیکھئے کب تک رہے
 گنج ہوں باطن میں گوناہریں میں ویرانہ ہوں

منتہی
منیر
میر
مہر
مصحفی
محب
ماہر

تواضع
عہد طفلی ہی سے ہے مشتق تواضع لازم
حلقہ آسانی سے بن سکتا ہے چوب نکاح
خوشا امیر وہ منعم دار کی صورت
جھکائے سر شجر مبیہ دار کی قلبی
راستی اور تواضع میں ہے الف لام میں ہے
جس طرح لام الف میں ہے الف لام میں ہے
کبھی نہ راہ تواضع سے نہ بادشاہ چلے
اتو کے تخت شہی سے تواضع پر چلے
منزل عالی پہ پہنچا جب تواضع کے لئے
جب اڑی خاک قدم پایا مکان بالائے
منزل عالی ہے ارباب تواضع کے لئے
جو پڑھائی پر چلے گا جو غم کے لئے
جھک کے ارک سے ملے کام ہر اک کے لئے
بو جو غرت میں بھی تواضع کی یک
وہم میں اپنے تھے بہت کچھ یک
غیب دیکھا تو کچھ نہیں ہیں ہم
لیتے ہیں شرم شاخ شرم اور زیادہ
جھکتے ہیں سخی وقت کرم کی صحبت
اکسیر سے نہیں کم جھمکنے کی صحبت
سونا کسے ہے کو بی خاک ایک میں
سفیر اب

اسب

بکر

جگر

حسن

ذوق

سور

متوکل ہوں مجھے فکر نہیں روزی کی
جو وہ چاہے تو مجھے خلق سے کام
اب چند روز کنج قناعت میں بیٹھے
مال کی ہسم کو نہ دولت کی طمع
تمنا نعمت الوال کی منعم کو مبارک ہو
تخت شاہی اگر نہیں تو نہ ہو
نان نعمت میں کہاں جو نان جو میں ہے مزہ
گر کچھ ہو س جاہ و تجمل ہوتی
گرتے سو بار ضعف طالع سے ہم
چرخ چارم پر نہ ہو کس طرح سے اسکا دماغ
ان کا خدا شریک ہے جن کا نہیں کوئی
جو اہل توکل ہیں غذا نور ہے ان کی
قانع تو مشیت خاک پہ مت رکھوئے زر
کیا کہوں جب سے کھلی چشم قناعت ہمد
اگر قناعت میں نام چاہو تو بیٹھو نقش نگین سایدل
صبر کر کنج قناعت میں بہت ہے آرام
جب سے کھینچا ہے ہم نے دست طمع
قانع اسے سمجھے ہے بہ از نعمت الوال
فیض بر عالم بالا سے ہوں جو ہیں قانع
بیٹھے ہوئے کہیں ہیں ہر صبح اٹھکے قانع
نامور دشت قناعت میں ہوں اہل غربت
قانع عزیز رکھتے ہیں کب ہرزہ گرد کو
جو ہو متوکل اُسے پہنچا ہے ہے رزاق
ہو گیا کوہ کی ثابت قدمی سے معلوم

آب و دانہ ہے مرے واسطے ہر ہر آنسو
نظر بندہ کو لازم ہے خدا پر
حرص جہاں میں عمر ہوئی رائیگاں بہت
ہے فقط کنج قناعت کی طمع
ہمیں تو واسطی نان جو میں بھی نان نعمت ہے
بیٹھے رہنے کو بوریہ تو ہے
میں قناعت پیشہ کب منت کش حاتم ہوا
طاقت نہ ہمارے دل کو بالکل ہوتی
تکسب جو نہ دیوار توکل ہوتی
جب کرے اک گردہ نال پر توکل آفتاب
کب ہو روانہ اہل توکل کی احتیاج
خورشید کا گردہ انھیں ہر نان جو میں ہے
اس کیمیا کے روبرو اکسیر گرد ہے
مس سے بھی قدر میں کم اپنی نگہ میں زر ہے
جگہ سے اپنی ذرا نہ سر کو ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو
دل نہ جا سوے ہو س راہ توکل کترا
روز پھیلا کے پاؤں سوتے ہیں
گر جوں مہ نو خشک ملے نان کا تنکڑا
رہے نیساں کی صدف دست نگر پانی میں
کل تو گر گئی ہے پھر آج کا خدا ہے
گرچہ جوں حرف نگین ملتے نہیں سکھ سے
چیں بر جیں ہے ہم سے درم اور درم سے ہم
رتق اپنا بھلا پائے نہ کیوں سنگ میں کیڑا
چین سے رہتے ہیں دنیا میں قناعت والے

وزیر
واسطی

ہوش

ہمد

یکتا

تواضع

اہل دنیا کی تواضع ہے دلا خونریز خلق
خمیدہ روز پیدائش سے ہیں ہم تنہ کی صورت
تواضع اسکی سب کرتے ہیں جو صاحب تواضع ہیں
جھکے جو آپ سے انساں کو جھکنا اس سے لازم ہے
جب تواضع ہم نے کی تسخیر عالم ہو گیا
ساتھ خم کے کاٹ بھی رکھتی ہے یہ تلوار کا
تواضع جسکو کہتے ہیں وہ جو ہر اپنا ذاتی ہے
خم محراب میں ہے سرنگول ہر ایک ساجد کا
جو خم شمشیر میں پایا کیا خم ہم نے گردن کو
خاتم دست سلیمان قد پر خم ہو گیا

اسیر

سفیر اب نہ چھوٹے تواضع کی عادت
حسن آئینہ کا خاکستر سے چمکے ہے دو چند
تواضع نے کیا مسجود دو عالم مجھے گویا
سر بلندوں کو تواضع سے میرے فروغ
کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہے خاکستر سے دیکھ
منعم کو مبارک رہے قالین و نہالی
ملی ہے دولت کو نین ہم کو خاکساری میں
اہل جوہر متواضع ہیں نہیں منت کش
لب پہ فوارہ کے جاری ہے یہ مصرع دم بدم
برسان خاک ہو پا مال راہ خلق اسے میر
تم اختیار تواضع کرو کہ عزت پاؤ
کہا ہے جس کو تواضع وہ ایک گوہر ہے
تواضع جس کا شیوہ ہے پہنچتا ہے بلندی کو
تواضع سب کی کرتا ہے جو عالی ظرف ہوتا ہے
نام رہ جاتا ہے دنیا میں تواضع کے سبب
گردن جھکی رکھتے ہیں مدام اہل تواضع
جو کہ ہیں اہل تواضع ان کو آسائش نہیں
تواضع کو نہال پر شمر کی طرح دنیا میں
کامل ہیں تواضع ہی ہمیں اب ہے مناسب
کر تواضع غم جو ہو پست و بلند دہر کا

جھکے تم سے پیرو جواں کیسے کیسے
خاکساری اے حسیں ہے موجب زینت ہیں
خم محراب ہوں میں کعبہ ارباب ایماں کا
اس لئے صابر کمر میں ماہِ نو کی خیم ہوا
صاف کر دیتا ہے دل کو خاک روں کا مالا
ہے خاک نشینوں کے لئے فرشِ مکاں کاغ
ہو س جانتے ہیں ہم جسے اکبر وہ یہ ہے
دیکھ مثل کمر خم سر شمشیر نہیں
دے اگر خالق بلندی میل پستی چاہئے
رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا
جو آدمی متواضع ہیں انہیں شہرت پاؤ
اور ایسا جس کو کہیں آدمی کا جوہر ہے
کہ چشم ہر کا مردم ہے جو قطرہ ہے شبنم کا
جھکا دیتا ہے بزم میکشاں میں شیشہ گردن کو
اپنے قامت کو خمیدہ مثل خاتم کیجئے
اے بادہ کشاں سرکشی مینا سے ہو کیونکہ
تف ہے نا انصافی گردن بد کردار پر
جو منعم ہیں فروتن جھک کے وہ لٹ سولتے ہیں
بے برگ نہیں شاخِ ثر دار ہیں ہم بھی
جب ملیں جھک کر ہو میں پانچوں برابر انگلیاں

سفیر
شهید
صابر
نظرف
عاشق
قائم
میر
نسخ
ناسخ
نصیر
نفیس
واسطی
وزیر

تہذیب

عجب شے ہے اللہ اکبر ادب
یہ ہے علم اخلاق کی شاہراہ
کوئی قوم اس سے نہیں بے نیاز
ملا جب اسے اشرفیت کا تلج
ادب کیا ہے جھکنا ہے ہر ایک سے
جو اس سے جھکا آدمی سے جھکا
بڑھائے نگاہوں میں تو فیرو جاہ
عیاں اس سے ہوتی ہے شان نیاز
عدو کو اگر یانی یانی کرے

نہ مرغوب ہو دل کو کیونکر ادب
 ادب سے جہاں میں ہے بڑھکر ادب
 رہا آدمیت کا جو سر ادب
 بنا نوع انساں کا زیور ادب
 جو سرکش کو کیونکر میسر ادب
 ملا خاکساروں کو اکشر ادب
 کرے دل کو دم میں مسخر ادب
 اطاعت کا کرتا ہے خوگر ادب
 مخالف کو کر جائے شہر ادب

اشک
" "
" "
" "
" "
" "
" "
" "
" "

تہذیب
 یہی ہے سلیقہ یہی ہے تمیز
 پسندیدہ ہو پھر نہ کیونکر ادب
 کہیں علم کو بحرِ غلط
 تو کہلائے کیونکر نہ گور ادب
 مناسب ہے ہر نظام جہاں
 کہے کیوں نہ ام کا نوکر ادب
 رہا ہے تمیزی کی حالت میں جو
 کر گیا وہ کیا خاکِ تپھر ادب
 مثلِ سچ ہے یہیے ادب ہے نصیب
 نہ سکھائیں ماں باپ کیونکر ادب
 رہا عمر بھر وہ بہ نامِ خصال
 نہ ہونا تھا جس کو میر ادب
 دعا کیوں نہ نکلے دل و جان سے
 کہے جب کہ ہر ناز پرور ادب
 ادب ہی سے انسان انسان ہے
 نہ سیکھے ادب سے جیسے آدمی نہیں
 بہرہ نہیں ادب سے اے ہر بالِ لحاظ
 انسان کو ضرور ہے اے ہر جگہ و وقت
 ادب سے ہوتی ہے انسان کی ہر جگہ و وقت
 اگر اچھا ہوں سے فوراً ہوا جہاں گستاخ
 خلق میں

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

جستجو

میر جگر چوہ گور تر با تھ نہیں گلتا کبک
دم میں دم جب تک ہے اس کے طلبگار رہو
آرام سے اک دن کبھی ہم بیٹھے نہ گھر میں
رکھا تری خواہش نے ہیں روز سفر میں
ہے یہ مشہور کہ ڈھونڈیں تو خدا ملتا ہے
خود بھی ڈھونڈھ کے جو لوگ نہ پائیں فسوس
کوشش کبھی بے کار نہ جائے گی جہاں میں
من عبد و حد قول رسول عربی ہے
رہتا ہے دل پایہ ہمیشہ سراغ گل
ہے کار عند لب کبھی جستجو ہے ہم
کچھ کام لے سکے نہ کبھی جستجو ہے ہم
شرمندہ ہی رہے ہیں تری آرزو ہے ہم
جستجو ہی سے ملتا ہے جو ملتا ہے جہاں نہیں

وانی

دل میں ہے میبشتی سے کروں تو بے زاریا
پر کیا کروں کہ سر پہ ہے عالم شباب کا
ایسر جاتی ہے

خلق میں انساں کی عزت ہے جو ہو عزت کی چال
کہتا ہے اک جہاں انھیں بد وضع ہے ادب
تم اختیار ادب کو کرو کہ جو ہر ہے
جو با ادب ہے وہ خوش بخت و نیک محضر ہے
ادب کرو کہ تمہارا ادب کیا جائے
کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انساں میں نہیں
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں

گھر کے مالک کا سلیقہ جانچئے گھر دیکھ کر
کرتے نہیں کبھی جو کسی کا ذرا لحاظ
ادب فضائل اخلاقیہ کا افسر ہے
جو بے ادب ہے وہ بد بخت اور بد اختر ہے
ادب کرو کہ تمہیں دل میں گھر دیا جائے
فرق پھر تو کچھ اس انساں میں حیواں میں نہیں
عیب بھی کرنے کو ہنس چاہئے

شوق عالم ہر
مضطر میر

جستجو

تشنہ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھ کر کنواں
بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش
اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ
آہی جاتی ہے نظر صورت امید و یاس کی
نہ دے ہاتھ سے دامن سہی انساں
کیوں شکارِ غیر کا ہے منتظر
جستجوے یار سے ہم باز آ سکتے نہیں
ل ہی جائے گا گوہر مقصود
ہر ایک کام میں کراہی پہلے سے کوشش
جو خانہ تن راہ طلب میں کرنے ویراں
جو دل ہو صورت سیما بے قرار تلاش
اک نہ اک دن اُسے ہاتھ آئیگا وہ کام ضرور
ناخن خار آکے خود عقدہ ترا کر دے گا وا
لاکھ ناکامی ہو بند بختی سے اے فرخ نصیب
میں مجاہد رستا تھا تو زائد مجھ پہ ہنستا تھا
لائق نہ جائے گی کبھی اس دل جیسے جستجو
گھر میں سوزن کھوکے ہے بازار میں ہم کو تلاش
رفتہ رفتہ جلوہ افگن ہوگا عکس یار بھی
کی صرف عمر ساری پر گم ہے مطلب اپنا
مدعا جو ہے سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں

رخت کب منزل نے باندھا کارواں کئے واسطے
ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش
جلوہ گر تقدیر ہے آئینہ تدبیر میں
اسی میں خدائی اسی میں خدا ہے
شیر ہو کر تو سنگ منزل نہ بن
گو یہ ہیں سمجھے ہوئے دل میں کہ پا سکتے نہیں
تم نے ڈاکر اگر یونہی کی تلاش
کہ پائے خوبی سے انجام انتہا ہر کام
وہ منزل مقصد میں گھر آباد کرے گا
شہید جھوٹ ہے یہ بات کیمیا نہ ملے
سعی کرتا رہے ہر کام میں انساں دل سے
پہلے پائے شوق میں پیدا کوئی چھالا تو ہو
پر جو باہمت ہیں وہ کوشش سے باز آتے نہیں
اجی جو بندہ یا بندہ جہاں ڈھونڈھا نکل آیا
آغاز خیر ہے تو ہے انجام کی تلاش
چھان ماری ہے خدائی پر خدا ملتا نہیں
جس نے ڈھونڈھا اس نے کب لے بے خبر پایا نہیں
منزل نہ پہنچے ہم تو طے کر کے راہ کو بھی
ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا

اقبال اکبر
مناقب
جلیل
ذاکر
سرور
سراج
شہید
صادر
غالب
فرخ
قدر
لائق
میر

امیر	خزاں نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں	امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
امیر	یہ سب رہیں نہ رہیں عالم شباب رہے	نہ زمر سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے
امیر	بے جوانی زندگی بے عبت	زندگانی بے جوانی ہے عبت
امیر	دیکھ لو سب کو جوانی کے ہیں ایام پسند	سچ ہے اوسط جسے کہتے ہیں وہ ہے خیر امور
امیر	ہم یہ سمجھے گل چراغ زندگی ہو گیا	خشک جس دم روغن حسن جوانی ہو گیا
امیر	یہ بھی معدوم کا اعادہ ہے	کوئی پھرتا ہے جلکے عہد شباب
امیر	لے جیسے کوئی رہرو دم ٹھیک دوپہر میں	وقف شباب کو ہے بس زندگی میں اتنا
امیر	افسوس ہے یہ دن نہ رہیں گے شباب کے	ساقی یہی بہار یہی دور جام ہے
آتش	ہری ہوتی نہیں پھر سوکھ کر شاخ	جوانی کو غنیمت جان غافل
آتش	کرتا ہے بزرگی کو جواں کی خدا قبول	ہر وقت لہو و لعب میں کھو نہ آدمی
آتش	وہ کونسی بہار تھی جسکو خزاں نہ تھی	افسوس کیا جوانی رفتہ کا کیجئے
آتش	جھونکا نسیم صبح کا تھا یا شباب تھا	آئے سفید بال نظر آنکھ جب کھلی
آتش	شب کا عالم صبح ہوتے ہی کہانی ہو گیا	آگئے پیری کے دن عہد جوانی ہو گیا
آتش	دوبارہ پھر نہیں ممکن شباب کی صورت	یہ چند روز جوانی کے بھی غنیمت ہیں
آتش	کہاں چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے	شباب تک ہیں مزے ساری زندگی کے
آتش	مجھے دے گئی داغ کیوں تو بچھڑ کر	نہ جانا تھا یوں چھوڑ کر اسے جوانی
آتش	مست اپنی دھن میں تھا ہے وہ شباب	آدمی کا جب کہ ہوتا ہے شباب
آتش	عالم شباب کا یہ فقط ہے برائے عیش	آتا نہیں خیال کبھی کچھ سوائے عیش
آتش	رکھ حسن استعار میں آنکھیں کھلی ہوئی	دو دن کی یہ جوانی دو دن کا یہ شباب
آتش	فانی ہے رنگ حسن جوانی	فصل بہار گل ہے خزاں
آتش	کوئی دن حسن جوانی اور ہے	یہ غرور اسے خاک کے پتے تھے
آتش	ہوا کی طرح رواں موسم شباب ہوا	عدم کی راہ کا کیا جلد پاتراب ہوا
آتش	مہ و شوں کے نہ کہیں نذر جوانی ہو جائے	یہ وہ شے ہے جو دوبارہ نہیں ملتی آخرت
آتش	عالم شباب کا نہیں موتی کی آب ہے	سمجھو غنیمت اسکو نہ آئیگا جا کے یہ
آتش	وہ دن گئے وہ بات گئی وہ چیل گئی	اب تذکروں سے عہد جوانی کے فائدہ
آتش	ہیں وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ چہرے نہ وہ جلے	گئے ہمراہ ایام جوانی سب مزے باقی
آتش	ہزار شکر کہ ایام شور و شر گزے	فسادی رہا جب تک رہا شباب اپنا
آتش	برف تھا ہنگام پیری جسم رہا	شعلہ تھا عہد جوانی اڑ گیا
آتش	آخر ہوا شباب ہوئی انتہائے عیش	بھرا ب کہاں وہ ولولہ وہ جوش وہ انگ
آتش	اس کو اس کے شباب نے مارا	نہ سنو حال زار بیدم کا
آتش	کہ بکرو بر میں نہ پایا سراغ تازہ و خشک	جوانی اور وہ پیری کد ہر گئی پیہم
آتش	سرایہ حیات ہے موسم شباب کا	ہر کام کے ہے وسط میں خوبی حدیث
آتش	طرفۃ العین میں جاتی ہے جوانی افسوس	مدت عیش گزر جاتی ہے پل میں پرتو

جوانی

نہ کہیں جو بند ہو کے کھلیں چھکریاں وہ

گزار رنگ خواب زمانہ شباب کا

جوانی تلک لطف تھا زندگی کا

بڑھاپے نے کھوایا مزا زندگی کا

گئے عشرت و کامرانی کے دن

گئے وہ ترنگ و ولولہ جاتا رہا

عشق کی وہ شورشیں سب وصل جاتا رہا

اک جوانی کیا گئی سب وصل جاتا رہا

عیش سب خوش آتے ہیں جیتلک جوانی ہے

مردہ دل وہ ہوتا ہے جو کہ شمع فانی ہے

تیار نہ ہو نہیں باغ جوانی یہ رہے گا

گلزار میں آئے نہ خزاں تو نہیں کتنا

گلزار جوانی اور ہے

دوستو زندگی اور ہے

نوجوانو زندگی اور ہے

جس طرح کرتی نہیں ہے عود عمر بے وفا

بہار اہی عدم کو کاررواں جب سے جوانی کا

بدلتا ہی گیا نقشہ نشاط زندگی ہے

جوانی تب فقط لطف بہار زندگی ہے

رہی پیری سو گز دل بس نوجوانی ہے

چلی منہ زار

اس چمن میں جب تک ہم نشہ مٹی تھے	عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا	سودا	جوانی
حوال جوانی پیری میں کیا عرض کروں کہ قصہ ہے	وہ طرز گئی وہ وضع گئی انداز گیا اسلوب گیا	شاد	جوانی
جو لطف زندگی ہے جوانی کے ساتھ ہے	جب یہ نہیں تو جسم کی مٹی خراب ہے	شہیر	جوانی
لوٹ کر آتی نہیں ہرگز جوانی حشر تک	شیخ کی داڑھی میں اگر نگ خضاب آیا تو کیا	شفیق	جوانی
اتھاؤں کیوں نہ وہ لطف زندگانی کا	کہ پھر نصیب نہ ہوگا مرا شباب مجھے	"	جوانی
نوجوانی شہید کیا ہوئی ہاں	کیا ہوا وہ سرور کا عالم	شہید	جوانی
اے جوانو مزہ جوانی کا	وقت پیری ہیں ہو معلوم	"	جوانی
پیری خزاں کی طرح سے آئیگی اے گلو	مثل بہار جائے گا عالم شباب کا	شمر	جوانی
ہو غور کیجئے ہے یہ اعساده معدوم	تلاش پیری میں کرنا شباب کا ہے عبت	شائق	جوانی
حسینوں کے بہار حسن کے دن بھی خزانہ میں	عبثت یہ بے خبر مست شراب نوجوانی ہیں	ظہیر	جوانی
بہار نوجوانی عالم برق جہندہ ہے	بزنک باد صحر چہند روزہ زندگانی ہے	"	جوانی
ویکھ غنیمت کو ہے آخر مثل گل پژمردگی	پیر پر ہفتا ہے تو کیا اے جواں بے فائدہ	ظفر	جوانی
سوائے عیش و طرب سو جھٹتا نہیں کچھ اور	رنگھے ہے آنکھ میں کیا عالم شباب نشہ	"	جوانی
عہد شباب صورت صرصر گزر گیا	جھوٹا ہوا کا تھا ادھر آیا ادھر گیا	عرش	جوانی
ہزار موسم گل ہو کہاں شباب کے دن	بہار خسار ہے اپنی اگر بہار نہ ہو	عالم	جوانی
جوانی کا میدان ہے پُر فضا	ہر اک بات کا اس میں پایا مزا	مرزا	جوانی
کیا ناز ہو عزیز بہار شباب پر	ایسی ہے بے ثبات کہ آج آئی کل گئی	عزیز	جوانی
بیکار مجھ خواب کی باتوں کے خیالات	پیری میں جوانی کو کبھی یاد نہ کرنا	عاشق	جوانی
ٹھہراے شباب اور دو چار دن	تجھے چاہئے اتنی محبت نہیں	"	جوانی
ساتھ اسکے ہی رہتے عیش کرتے	کیوں چھوڑ گیا شباب ہم کو	"	جوانی
افسوس کہ جا کے پھر نہ آیا	کیوں بھول گیا شباب ہم کو	"	جوانی
مثل کا فور رنگ اڑتا ہے	ہاں ٹھہرتا نہیں شباب بیت	"	جوانی
جگر پہ داغ رہا رخصت جوانی کا	یہ رنج ہے کہ وہ عشرت کے سال ماہ چلے	"	جوانی
ہزاروں ولولے تھے دل میں سر میں کسی شوش تھی	عبثت پیری میں عاشق ذکر کرتے ہو جوانی کا	"	جوانی
وقفہ لانہ ہم کو گنہ کے حساب کا	گزرا ہے کتنی جلد زمانہ شباب کا	عاقل	جوانی
اتنا کجتر کرتے ہو کس پر	ہے کوئی دن کی یار و جوانی	علی احمد	جوانی
ہائے جب عالم شباب نہ تھا	جان کو ایک بھی عذاب نہ تھا	غریب	جوانی
پیری میں لاکھ دولت دینا ملے تو کیا	دولت کا جب ہے لطف کہ عہد شباب ہو	"	جوانی
مئے شباب نے بیہوش کر دیا مجھ کو	شور ہی نہیں جس روز سے شور آیا	فدا	جوانی
وا حسرتا کہ دور جوانی کدھر گیا	وہ دن کہاں گئے وہ زمانہ کدھر گیا	"	جوانی
بمولا ہوا ہے زور جوانی میں حال شب	تجھ کو سر نہ رہے عہد شباب میں	"	جوانی
جوانی پہ زیب نہیں ہے غرور	یہ ندی کسی دن اتر جائے گی	"	جوانی
خواب غفلت کا تماشا ہے سدا عیش شباب	شب کو سب لطف مہیا ہے سحر کچھ بھی نہیں	"	جوانی

جوانی

ساقی شراب لایا مطرب رباب لایا
مجھ پر تو اک قیامت عہد شباب لایا

جوانی میں انسان انسان ہے
جوانی ہی انسان کی جان ہے
جوانی میں انسان کل ہے یہ جنگ
طبیعت میں جدت و دل میں جنگ

جب جوانی میں بھی نہ عیش کریں
زندگانی کا بھر مڑ ہے خاک
زندگانی ہے زندگانی ہے
کیا جوانی ہے کیا جوانی ہے

بے ترسے لطف زندگی ہی نہیں
اسے زمان شباب چہر آنا
کہ جو چلی گئی کھنڈ جس پر تھا
وہ مال کیا تو اقم کو کھنڈ ہے

جوانی نہ بچو کہ کیا چیز ہے
جوانی عجب بے بہا چیز ہے
جوانی بے گشتان عمر
جوانی چراغ شہستان عمر
جوانی ہوائے بہار نشا
جوانی گل شاخ ار نشا
جوانی کی موت

مضی

مزا

=

مضی

مضی

=

میش

مزا

=

=

نہ دیکھا مگر کبھی پھر عہد پیری میں جوانی
بشر کو قدر نعمت ہوتی ہے بعد وال اکثر
بہار عیش ہوتی ہے خزاں پیری آئے کو
اب نہ کھانے کی حلاوت کچھ نہ پانی کامرہ
قائم شباب ہی میں مناسبت سوز عشق
بات کہتے گزر گئی افسوس
دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے
شیب میں فائدہ تامل کا
یوں صبا بھی سک نہیں جاتی
دل کے دل ہی میں رہ گئے ارمان
عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چپک
گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا
ہائے جوانی کیا کیا کہنے شور سروں میں کھتے تھے
بن جو کچھ بن سکے جوانی میں
آپ رواں نہ تھا کچھ وہ لطف زندگانی
نہ اٹھا لطف کچھ جوانی کا
دل و دماغ ہے اب کس کو زندگانی کا
وہ عمر خضر موسم پیری میں تو نہیں
چاروں کی یہ جوانی ہے یہ جو بن یہ اچھا
قراہ مہر سے نصف النہار پر جیتنا
نازاں نہ ہو جوانی یہ پیری کی فکر کر
ساری دنیا کی خاک چھانی ہم نے
گر شوق ہے چمن کی نشانی دیکھو
کانوں سے سنا شیخ حلی تھا کوئی
چلتا ہے جویوں اکڑ کے بے دھنکی چال
خم ہوئی ہے پشت ایک دن مثل کمان
یہ یاد رہے کہ وہ بھی دن آئے گا
دو دن کی چپ اندنی ہے جوانی اے تہر
افسوس بہار زندگانی نہ رہی
اے تہر مزے ہیں سب جوانی کے تھے
تماشا گر کو وہ مصروفیت ہے دہرائی میں
جوانی چار دن کی میہان ہے پھول مت ناون
اچھا ہوا شباب کا عالم گزر گیا

عجبت مذکور کرتے ہو تم ایسے بے مروت کا
ضعیفی میں بہت عہد جوانی یاد کرتے ہیں
جوانی روشنی جاتی ہی کہیں کس سے منانے کو
نوجوانی لے گئی سب زندگانی کامرہ
جانے دے اب یہ کام کہ وہ دلوں لے گئے
جلد رو کیا شب جوانی تھی
مرنا ہے اس سے خوب ہی عہد شباب
سوچنا تب تھا جب جوانی تھی
ہوں گیا موسم شباب شباب
کم رہا موسم شباب بہت
مشرکان ہسم زون میں جاتی رہی جوانی
بہت یاد آئی گئی وہ جوانی
اب کیا ہے وہ عہد کیا وہ موسم وہ ہنگام کیا
رات تو تھوڑی ہے بہت ہے رات
جاتی رہی جوانی اپنی شباب کیونکر
کم بہت موسم شباب رہا
جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں
کہیں ہوتے بھی ہیں یہ رنگ ٹھہرنے والے
بس اتنی دیر یہ عہد شباب رہتا ہے
نادان صبح بھی ہے ہر اک شام کے لئے
دیکھی تو عجب چیز جوانی ہسم نے
تو غور سے عالم جوانی دیکھو
یاں آنکھ سے تہر اکٹائی دیکھو
سوچا بھی ہے اے جوان کچھ تو نے آل
اور چپال کا ہونا ہے زبوں تر احوال
خم ہوگی پشت اور ہاتھوں میں ہوا
پھر پاکٹ اندھیرا ہے وہی پیری کا
وہ جوش و خروش و شادمانی نہ رہی
کچھ بھی نہ رہا اگر جوانی نہ رہی
کہ چلے کا خیال آتا نہیں ہے نوجوانی میں
کھڑی ہنستی ہے پیری اور یہی بھول مت دان
اک جن چڑھا ہوا تھا کہ سر سے اتر گیا

قلق

"

"

"

قائم

لا علم

میر

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

منتہی

جوانی کی صورت کا کیا پوچھنا

مصیبت جوانی میں پڑ جائے گر

تو نگو نہیں ایسا یہ دل ہے غمی

نوجوانی میں کبھی قدر نہ حسابی افسوس

شباب آتے ہی سر پر حسرتوں نے آسمان

شباب اس طرح سے گذر کہ اب معلوم ہوتا ہے

حوصلہ رہ گیا اے فصل جوانی افسوس

جھوٹ ہے جھوٹ نہ جلیے تھے کبھی اور نہ ثنا

تجھے مزے عشق کے جوانی تک

عدم کا کوچ ہے اب کاروان جوانی کا

افلاس گھیرتا ہے تو ہوتی ہے زر کی قدر

سوائے عیش کوئی فکر دنیا کی نہیں ہوتی

کر جوانی میں ذرا محنت کہ ہو پیری میں عیش

نہیں ہے سیر اک ساعت مگر ملک جوانی میں

برنگ گل نہ دل میں پھول گلرو

ہائے کس وقت دعا دی ہے جوانی تو نے

گلزار جوانی میں ہے سب طرح کی زہت

جوانی کی سیرت کا کیا پوچھنا

تو وہ دن بھی کٹتے ہیں منہ کیل

جوانوں کو کب ہے غم غم غم

یاد پیری میں سب ایام شباب آتے ہیں

زمین قدموں کے نیچے سے دل مضطر نہ کائی

وہ باتیں اک زمانے کی ہیں قصہ ایک مدت کا

دلو لے دل کے سوا۔ کم ہے زمانہ تیرا

سچ تو یہ ہے کہ عجب خواب پریشاں دیکھا

ہائے لطف وصال ہائے فراق

بھروسہ پا کر کہاں ہے آہ ہم کو زندگانی کا

پیری میں لوگ کرتے ہیں ماتم شباب کا

عجب کچھ ولولہ انگیز ہے عالم جوانی کا

جاگتے ہیں شب کو جو کرتے ہیں وہ آرام صبح

کہوں کیا خضر کوں حاصل ہے عمر جاودانی میں

بہار نوجوانی کو خسراں ہے

کس قدر اپنی دکھائی ہے روانی تو نے

اک روز خراں آئے گی کھٹکا تو یہی ہے

ناظم

نواب

وہی

واسطی

ولی

ہرچند

ہوش

جہالت

غبار جہل اڑا دیتا ہے فیض محبت کامل

یہاں تک اہل عالم اعتقاد ست رکھتے ہیں

سوائے دور و سر فہاش جاہل سے کیا حاصل

ہیں جو جاہل ان کو بنیائی کا دعویٰ عیش

کمال مردم بے علم سے ہے خوش ابلیس

عقل کر دیتی ہے انسان کی جہالت زائل

چاہے نکت جہل تو تحصیل علم کر

جاہل کے آگے ہیج ہے عالم کا قیل و قال

جاہل نہیں سمجھتے ہیں بے علم شخص کو

پیر جو جاہل کرے گمراہ وہ انسان ہو

شعاع مہر تاباں کم نہیں سایہ کو شہیرے

جوانی پر چلے مرد کہیں یہ بھی کرامت ہے

مگر قمار مصیبت ہے معلم طفل کو دن کا

چشم روزن سے نظر آتا ہے کیا دیوار کو

بن آئے درو کی ٹکھڑ میں اگر چراغ نہ ہو

موت سے جان چھپانے کو سپر لیتا ہے

وابستہ یہ علم ہے لوح کتاب کا

دانا کی بات کچھ نہیں ناداں کے سامنے

جاہل وہ ہے خد کو نہیں جانتا ہے جو

رہروی میں کور کی تقلید سے نقصان ہو

امیر

امیر

"

"

"

آتش

"

"

"

"

جہالت

جو علم نہ رکھے تو نیکو کس کو کہاں سے

جاہل کی نظر میں ہیں کتنے ہیں بھی زدی

جہالت نہیں ہے یہ قیاس خدا

وہ جاہل جو اس میں جو مبتلا

نہ جاہل کو علم کبھی دے جواب

نہ جاہل کو بھول کر بھی خطاب

نہ اس سے کرے شک زانغ و زغن

یہ ہیں ان کی ہے رنج و محن

ملاقات ان کی ہے رنج و محن

بلے علم ہو کے چاہے وہی منہ کی کھا گیا

اسے تاب فاضلوں میں وہی منہ کی کھا گیا

کبھی داغ جہالت شست و شو سے مل نہیں سکتا

سیاہی روئے زنجی کی کہیں کا نور ہوتی ہے

خدا محفوظ رکھے اسے جہالت وہ بلا ہے تو

پیر نے جان دی کہین نہ مانا نوح کا کہن

لاکھ بوجھ پار ہو جاہل تو کب مانے

ابو جہت سے کبھی شب کی سیاہی نہ چلی

خلیت کفر کا ہے نام جہالت فہج

ورنہ کیا کم تھے چھوٹے کام نہ دے ناغہ جواب

جاہل ہے جس کی باتوں کا نہ دے ناغہ جواب

شیر کب منہ کا تا ہے شکار مردہ کو

کہنے دے

جواب

جہالت
ٹھوکر پر کھانے ہوئے پھرتے ہیں عالم غفل
ایسی تعلیم سے دانش جہالت اچھی
ایک شے کی بھی تحقیق سے نہیں واقف ہیں ہم
جانتے ہیں غلطے سے چھوٹا آب و خاک و باد کے
جابل سے میں کبھی نہ کوں باجڑے دل
بیدار سے کہوں نہ کبھی بستر کے تو کیا
حسب نسب ز روقت میں بڑھ گئے تو کیا
نہیں جو علم تو نظروں میں تواریخ میں
تعلیم کے انسان کو کیوں سمجھتے ہیں
کہیں کہیں ملے آج کل انسان سمجھتے ہیں
جو نہ سمجھے تو کیا اسے سمجھائیں
جاہلوں کا جواب شکل ہے
کھوئی کیوں ایسوں کے آگے بات بھی
ہر خاموشی ہے جاہل کا جواب
جنہوں میں عقل نہیں وہ بڑے پانے میں
جو عقل رکھتے ہیں وہ بادے دیانے میں
نصیحتوں کا اثر جاہلوں کو کیا خاک
نہال خشک میں ہوتے نہیں شریدا
جاہل کا نیک دل صاف نصیحت سے ہو جاتا
خوہرہ علاوینے سے گوہر نہیں ہوتا
کسی تدبیر

بکنے دے جاہلوں کو کام لینا تو کیے جا
 نادان بکتے بکتے آخر کو ہو گئے چپ
 جاہل جو نکتہ چیں ہوں ثاقب نہ دے جواب
 تہی مغرموں کی باتوں پر بھی جانا ہے تہی مغرمی
 نصیحت جاہل بے شرم پر ہو کارگر تو بہ
 راستی پر آئے جاہل خاک پند و وعظ سے
 نصیحت کارگر ہو جاہلوں کو غیر ممکن ہے
 نصیحت کر نیوالے جاہلوں کے سخت نادانوں
 معترض تجھ پہ اگر ہو کوئی جاہل نا فہم
 نور حق دیکھے گا تاریکی میں کیا
 نا فہمیوں سے رنج ہے دنیا میں اے خلیل
 معترض تجھ پر اگر جاہل ہو اندیشہ نہ کر
 کوئی سمجھ کے بات کرے تو جواب دیں
 یہ وتیرہ جاہلوں کا خاص ہے
 جسے کہتے ہیں جیتے جی قیامت
 جہل کا سرکٹ گیا ہے علم کی توار سے
 دشمنوں کو تیر ہی نادانی پہ آتی ہے ہنسی
 دنیا میں نظفر جو ہے گراں سب رجاہالت
 بات جاہل کی مانتا ہے کون
 بوند پانی کی نہیں چکنے گھڑے پر ٹھیرتی
 کم نظر آیا بہت ہم کو وجود و دانا
 کم ہے جہاں میں ماوہ فہم آجکل
 انساں بذاتہ نہیں ہے بد ہر اُمینہ
 جہالت تو ہے دشمن جان انسان
 اجالا جہالت کا ظلمت سے بدتر
 جہالت برائی ہے تجھ میں کہاں کی
 عالموں کی ہے عاقلوں کو قدر
 اختلاف مذہب و ملت سے کیوں عاقل ٹریں
 ہم اس جہل و تعصب کو کہیں کیا تم سے کیا سمجھے
 جہالت عودتوں کی زہر ہے اولاد کے حق میں
 مرد میدان ہیں تو کچھ جہل و تعصب سے ٹریں
 بے ہنر کی نہیں دنیا میں ذرا بھی عزت
 ابھی جہل و تعصب سے تو نکال مجھے

کتوں کے بھونکنے سے ہاتھی کہیں رکے ہیں
گنبد سے آسمان کی کس نے جواب پایا
ہوتے ہیں معترض یہ خدا و رسول پر
صدادیتا نہیں وہ طرف جو لبریز ہوتا ہے
کہیں چکنے گھڑے پر بوند پانی کی نہرتی ہے
بیل کا کندھا جوے کے بوجھ سے سیدھا ہو
ٹھہرتا ہے کہیں پانی بھلا چکنے گھڑوں پر بھی
نتیجہ کچھ نہیں بنجر زمیں میں بیج بونے سے
نہ برآمان نہ دے اس کا جواب اے جلاؤ
علم کی کب ہے دل جاہل میں شمع
اطفال خرد سال کو شغل فغاں رہے
بات اس کی لائے خاطر میں نہ دے خاطر جواب
وہ ناک میں ہے ناصح جاہل کے کما تھ سے
اڑ گئے جس بات پر بس اڑ گئے
جہالت ہے جہالت ہے جہالت
جو جہالت میں رہ گیا وہ اماں کب پا گیا
تجھ کو اپنے حال پر کس روز رونا آ گیا
کب ہوتا ہے وہ مردم معقول سے ہلکا
اس کو انسان جانتا ہے کون
بات عقل و فہم کی کب طبع جاہل میں رہے
بیشتر جس کو یہاں دیکھا وہ ناواں دیکھا
دشوار تر ہے معنی دشوار کا علاج
بے دانشوں کی خوئے جہالت خراب ہے
بہت بستیوں کو کیا تو نے ویراں
مروت ہے اسکی عداوت سے بدتر
پڑا کرتی ہے تجھ پہ لعنت خدا کی
ہنیں دنیا میں جاہلوں کی قدر
کیا یہ مذہب آئے ہیں لڑنے لڑانے کے لئے
اسے دام ہلاکت اس کو گرا داب بلا سمجھے
مگر نا فہم اس کو بھی کوئی اچھی دوا سمجھے
یہ درندوں کی لڑائی یہ حماقت کیسی
ذات کو پوچھنا ہے کون شرافت کیسی
بغیر علم ہے یہ زندگی و بال مجھے

شما قتب

جادو
جوہری
خلیل
خاطر
داغ
رمز
شوق
صدر
" "
ظفر
ظافر
عاشق
فدا
" "
" "
فوق
" "
" "
کمال
محب
" "
" "
" "
" "
" "

[illegible]

چشم بنیا

نور و جانے عالم غیب کا جب چشم روشن ہو
 کہ بے گل دکھاوے گل گل باریک بنیاں کو
 وہ آنکھیں کہاں جن سے اربابین
 تلخ چار سو جلوہ گر دیکھتے ہیں
 عرفاں میں ہے چشم بصیرت کی صورت
 تیری ہیں ہی آنکھیں تو جلوہ نہیں ہوتا
 خدائی میں خدا کی جلوہ فرامی نظر آئے
 اسی کا نام حق بنی ہے اے نادان پیدا کر
 چشم بنیا تو جو جام سے جب نکلا تھا کام
 وہی چشمید کے اب کا سر سے نکلے
 کہیں تو ہی تو ہے جدھر دیکھتے ہیں
 یہاں بھی تو وہاں بھی تو جہاں دیکھا دیکھا
 اگر آنکھیں ہوں تو یہ جلوہ انوار توتا ہے
 جس شے پہ میرے دیدہ بنیا نے کی نظر
 ثابت ہوئی وہ تجربہ سے بار بار
 دیکھو آنکھوں سے ہر شے میں خدا کی قدرت
 چشم بنیا ہو تو کثرت میں بھی وحدت دیکھو
 آئینہ خانہ میں میرے دل دانا کی طرح
 وہ جہاں

دیکھتے ہی تار جاتے ہیں جو ہیں اہل نظر
 عاشقان دید کو چشم بصیرت چاہئے
 کھلا یہ جب لگایا سر نہ تو حید آنکھوں میں
 جو چشم غور سے دیکھو تو سید
 پڑتی ہے چشم بصیرت ہر وکل میں یکساں
 آدمی اصلاح کر سکتا ہے خوب زشت کی
 دیکھیں نیزنگ جہاں خاک بصیرت بھی نہیں
 چشم بنیا ہو تو پھر خالق کی قدرت دیکھئے
 ایک دیدہ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا
 صورت ہیں اس مہر کی پہچان اگر آوے
 سودا نگاہ دیدہ تحقیق کے حضور
 چشم تحقیر سے دیکھا نہ کسی کو ہم نے
 ہر چیز میں وہ قدرت صانع ہے دیکھتا
 چشم وحدت ہیں جو ماہل ہو تو آجائے نظر
 بنیا ہے اگر آنکھ نظر آئے گا اس کو
 آنکھیں انساں کی ہوئیں دین نبی سے روشن
 میں اپنی آنکھوں کے اوپر ہوں صدقے اور قربا
 جو دور تھا نظر سے دیکھا قریب اس کو
 بلند و پست عالم ایک ہے چشم حقیقت میں
 کیف دولت میں نہ رہتے خندہ زن یوں اہل ر
 کونا دل ہے کہ جس میں وہ نہیں
 دیکھی جو چشم دل سے شکوہ کلاہ فقر
 ڈھونڈتا ہوں یار کو غفلت سے اپنی جا بجا
 چشم باطن میں سے دیکھو جو ہے دلیں جلوہ گر
 دیدہ حق بین و چشم باطنی درکار ہے
 کرتا ہوں سیر چشم حقیقت سے ہر طرف
 کر لے پیرا تو گر سر نہ بینش پہلے
 دولت عقبے سے جس کو حق نے بخشا ہے نصیب
 جو آنکھ ہو تو جہاں آفریں جہاں میں ہے
 چشم بنیا ہو تو ہو باغ جہاں گلہ سستہ
 چشم حق میں ہے تو اللہ کا جلوہ بھی ہو
 پردہ اٹھے جو چشم بصیرت سے راز کا
 چشم باطن سے اگر اہل بصیرت دیکھیں

اس جہاں کے زشت و زیبہ کا سماں آنکھوں میں ہے
 ذرہ ذرہ میں نظر آتا ہے جلوہ طور کا
 کہ شے ہیں تری قدرت کے صحرا و چین و نون
 سب اچھے ہیں نہیں کوئی برا ہے
 سامنے آتا ہے ہر اک ذرہ بنکر آئینہ
 چشم بنیا کے لئے استاد ہے ہر آئینہ
 سب ہے نظروں میں جو دیدہ بنیا ہو جائے
 ہر رگ برگ شجر میں سیر جنت دیکھئے
 ہر چاہ میں آتا ہے نظر یوسف ثانی
 ہر ذرہ میں کچھ اور ہی جمکا نظر آوے
 جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا
 ذرہ کو مہر فلک قطرہ کو دریا دیکھا
 جو شخص اہل ہوش ہے اور ذی شعور ہے
 ایک رتبہ رشتہ تسبیح اور زنا کا
 سو پردہ میں ہر چند کہ وہ نور نہاں ہے
 ورنہ یہ خاک کا پتلا بخرا اندھا تھا
 جدھر جو دیکھا سو فانی ہے حق بقا دیکھا
 دنیا کا حال مجھ کو شیشہ ہے دور ہیں کا
 حصیر فقر ہمایہ بنا قصہ فریدیوں کا
 آنکھ اگر ہوتی تو روتے ساغر جسم دیکھ کر
 پر نہیں ہے نور تیری چشم میں
 اہل دول کو تاج گہر بار سر ہوا
 چشم حق ہیں ہو تو عاشق وہ کہاں ملتا نہیں
 پھر کہو ہاں جلوہ جانانہ ایسا چاہئے
 کونسی جا ہے جہاں جلوہ نہیں اللہ کا
 ہے عشق مجھ کو مالک کون و مکاں کے ساتھ
 کونسی شے ہے جو مخفی ہے کسی انسان سے
 ثروت دنیا مگر اس کو برنگ خاک ہے
 اس آئینہ میں سکندر کا منہ نظر آئے
 لالہ رخسار و سمن بوئے و گل اندام بہت
 صدف صادق اگر ہے دریکتا بھی ہو
 مطلب کھلے حقیقت اہل مجاز کا
 ان کو دل ہی میں نظر آئے خدا کی صورت
 سراج
 سفیر
 سخن
 سودا
 شائق
 شہید
 صادق
 صابر
 صبا
 طاہر
 عاجز
 عزیز
 عاشق
 فدا
 قدر
 قلق
 قلمزم

<p>حاجتمندی</p> <p>خداوند رہتا ہے دل آدمی کا</p> <p>خداوند رکھے نہ حاجت کسی کی</p> <p>میری حاجت نے مجھے خلق میں بے قدر کیا</p> <p>میں غنیمت اسے سمجھا جو کچھ اسے پار ملا</p> <p>حاجت نہیں تو دولت دنیا سے کام کیا</p> <p>چنتا ہے تشنہ دامن فریب مراب میں</p> <p>کچھ احتیاج نہیں ہے تو فخر زیبا ہو</p> <p>جو ہاتھ کھینچ لیا ہو تو پاؤں کو پھیلا</p> <p>غرض اس کو خاک کرتی ہے</p> <p>جس دعا ترک کرے اپنے کرم سے</p> <p>محتاج کسی کا نہ کرے حاجت ہماری</p> <p>بولا ہے طلب قاضی حاجت سے خالی</p> <p>اس جہاں میں نہ کوئی ہوگا طلب سے خالی</p> <p>کہیں اعلیٰ کی حالت نہ ڈالے اہل دنیا پر</p> <p>خدا درویش کی حالت نہ ڈالے خواہی خواہی ہے</p> <p>حقیر اس کی نظر میں پھر تو وہ خواہی خواہی ہے</p> <p>جس عجب دور و تسلسل میں بشر کی احتیاج</p> <p>ہم کو تپتی کی تپتی کو غنی ہوتے تو پھر</p> <p>گر سر پائے فیض عالم میں غنی ہوتے تو پھر</p> <p>اشرفی کے چول کو ہوتی نہ زر کی احتیاج</p> <p>دیکھ کر</p>	<p>محبوب میکش</p> <p>مجھ پہ احسان ہے اے دیدہ بینا تیرا</p> <p>چشم حق میں پیدا کر</p> <p>عالم ہے حباب سا نظریں</p> <p>خدا نے بخشی ہے بندوں کو کیا نظر نایاب</p> <p>میں ابھی کونین کو رکھ لوں اٹھا کر آنکھ میں</p> <p>نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا</p> <p>مشکل بنے ہے آنکے صاحب نظروں کو</p> <p>دیکھتے جو کچھ ہے سب باطل ہویاں</p> <p>کہ ہووے عین حقیقت وہی تو ماری ہے</p> <p>ہمہ داں بنا سکے گی نہ تجھے کتاب ہرگز</p> <p>یاں ورنہ امتیاز وجود و عدم نہ تھا</p> <p>چشم حق میں ہے میرے ایک سا خالی بھرا</p> <p>دیکھ رتبہ دیدہ بیدار کا</p> <p>ظاہر کہاں جلال جہاں آفریں نہیں</p> <p>ذرہ ذرہ سے نمایاں جلوہ خورشید ہے</p> <p>طور منظور نظر ہونے کو سر رہ ہو گیا</p> <p>اپنی نظروں میں ہیں سب لعل و گہر پتھر سے</p> <p>نظر آنے لگی قدرت خدا کی</p> <p>دیا ہے حق نے عجب طائر نظر کو اوج</p> <p>دید اس ہزار ہیں کا تو کر ایک آنکھ سے</p> <p>خیال وہم ہے یہ یا سراپ خواب ہے کیا ہے</p>	<p>وہ جہاں رہتا ہے میں دیکھ لیا کرتا ہوں</p> <p>حق سے ہوگا تو آگاہ</p> <p>کس زرج بڑھی ہے وسعت چشم</p> <p>اٹھائیں عرش پہ پہنچے جھکائیں زیر ثری</p> <p>آنکھ کی تل میں سما جاتے ہیں سب ارض و سما</p> <p>جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکساں لبا لبے</p> <p>اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں</p> <p>چشم حق میں سے کرو تم ملک نظر</p> <p>نگاہ غور سے کر میت سرائے عالم میں</p> <p>جو خدا نے دی ہیں آنکھیں تو کچھ ان کو کام بھی لے</p> <p>تیرے ہی ذوق جلوہ سے وا ہو گئی ہے چشم</p> <p>این و آں کی دوست دشمن سے نہیں ہے حص حص</p> <p>مسند گل منزل شبخ ہوتی</p> <p>ہو چشم معرفت تو زمانہ ہو آئینہ</p> <p>عرصہ آفاق میں چشم بصیرت چاہئے</p> <p>مرتب یہ دیدہ دیدار جو کا ہو گیا</p> <p>کچھ نہیں دولت دنیا کی تمنا ہر سز بر</p> <p>کریمی نے وہ بینائی عطا کی</p> <p>بسیار طور پہ ہے آشیانہ عرش پہ ہے</p> <p>جلوہ اسی کا پیش نظر ہے جہاں تہاں</p> <p>جو بینا ہیں جہاں کا کارخانہ دیکھ کہتے ہیں</p>
<p>حاجتمندی</p> <p>حاجت اسباب کب رکھتے ہیں عالی مرتبت</p> <p>بدتر نہیں ہے بات کوئی احتیاج سے</p> <p>دنیا میں احتیاج سے بدتر ہے کون شے</p> <p>ضعیفوں کو ہے لازم آپ جائیں پائے نعم کے</p> <p>انشا خیال محض ہے اس پر نہ بھولیو</p> <p>جو خود مٹ جائے وہ کیا ہو کسی کے درد کا مرم</p> <p>دینار کی نہ ہسم کو درم کی ہے احتیاج</p> <p>انگشت نما کون ہو حاجت طلبی میں</p> <p>اشرفی کے پیڑ کی جڑ ہے بشر کی احتیاج</p>	<p>امیر</p> <p>عینی مریم گیس بے نردباں افلاک پر</p> <p>رو بہ مزاج ہو گئے اس سے اسد مزاج</p> <p>سو سال کا عذاب ہے اکدن کی احتیاج</p> <p>بلاتا ہے کہیں موت میں دہقاں مورخ من کو</p> <p>ہرگز کسی کے ساتھ نہ ڈالے خدا غرض</p> <p>کوسے محتاج کیونکر وصلہ حاجت وائی کا</p> <p>بس تیری اک نگاہ کرم کی ہے احتیاج</p> <p>ماتھے پہ الف کھینچتے ہیں چھوڑ کے گھبرا</p> <p>زرد رو انسان کو کرتی ہے زر کی احتیاج</p>	<p>حاجتمندی</p>

حُب دُنیا

اہل دنیا کو نہ ہو کیونکہ تلاشِ حرم و زور
انکو آسائشِ بیاں ہے سب سے سب سے
اک جہاں خواہشِ دنیا میں سرسبز ہے
خالی از آرزو دولت و حشرِ الفت ہے
ہزاروں دُوبکر نکلے نہ اس کے جگرِ شنائی کا
بھروسہ کیا زینِ دنیا کی کرنا آسائش کا
مکن نہیں ہے دُوقِ علاقہ بدن کے ساتھ
جنگِ کربِ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ
زالِ دنیا دے رہی ہے نوجوانوں کو فریب
جلد بازی پہ ہے کیا دل شیر اس رو بہ کا
حیرت کا ہے مقامِ حلالِ زماں دیکھ
غفلت میں جا رہا ہے کتنے ہیں چارچرخ
کچھ اعتبار اس کا نہیں ہے وفا ہے یہ
نمازاں نہ ہو جو زینِ دنیا میں چپنا ہے
بیانِ سوہن کھلے چلو اس چپنا سے
نہیں یہ جگہ آسائش نے کے قابل
سیر کی باغِ جہاں کی اس نے کیا جس نے نور
چشمِ عبرت سے نہ دیکھا عالمِ ایجاد کو
دنیا سے دوں کو آگے اٹھا کر نہ دیکھے
عاشقِ جوان ہوتے ہیں کیا پیرِ زلال کے
موتے دھر

جنون

دُوق

خلق

دیکھ کر ماہِ محرم دیکھتے ہیں زر کو کیوں
چڑھائیں ناک بھوں کیونکہ سب محتاج کے در پر
حکمِ حیا و ننگ ہے گھر سے نہ جائیے
فقر و حاجت میں ہوں انسان کو جب صبر و تکب
مجھ کو تو ہے استغنا محتاج ترا ہوں میں
بوریا - تہ بند - بستر چاہئے
میں ہوں - تم ہو - کہ مدعی ہو
کون ہے احتیاج سے خالی
وقتِ حاجت استخوانِ اقربا بھی ہو گیا
برزق کا ضامن خدا ناطقِ کلام اللہ ہے
حاجتیں محتاج بندوں کو نہ کرا بیتیں اگر
ہیں بہت محتاج اس دنیا میں کم حاجت روا
جو غنی تر ہیں وہ مفلوک تر آتے ہیں نظر
چھنے آفات ہوں نازل ہوں الہی لیکن
لیجائیں غرض کس لئے ہم بندہ کے آگے
آتے ہیں کامِ صاحبِ نعمت کے ناتواں
افتادگاں کی حاجت نکلے نہ سرکشوں سے
فقط تفاوتِ شاہ و گدا ہے حاجت سے
اہلِ حاجت کو امیروں سے بھلا ہو بہرہ خاک
رو کے دریا میں مگر پانی سے کب ہو بے غرض
کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
ہیں جو اہلِ شرم کچھ فکرِ تائل ہے انھیں
کس مرد کو نہیں ہے کسی زن کی احتیاج
مرکے بھی چاہئے ہے گور و کفن
سب کے خالق نے بنائے کاسہ سرواڑ گول
موتا ہے احتیاج کا داغ التجا سے کب

حُب دُنیا

کس کس بشر کو لائی ہے دنیا فریب میں
طالبِ دنیا ہیں سب مردارِ خوار
اس زمانہ میں ہے ہر شخص کو دنیا کی تلاش
اہلِ دنیا ہوتے ہیں یوں زر کے گرد

سب سے پہلے ہے یہ دنیا میں بشر کی احتیاج
نجات کی جگہ کو خلق حاجت خانہ کہتی ہے
کہتی ہے احتیاج کہ چلئے سفر کو اب
پھر نہیں کوئی برائی فقر و حاجت سے ہتر
میں کیوں نہ تجھے مانوں مجھ کو تو ضرورت ہے
تارکِ دنیا کو بھی زر چاہئے
محتاج نہ ہو کوئی کسی کا
ہر بشر کے لئے ضرورت ہے
قرض کچھ مانگا تو سب کھا کھا کے قہیں رہ گئے
تس پہ اپنی صورتوں کے روزِ حاتمند ہیں
پھر کوئی بندہ کسی بندہ سے کیا رکھتا غرض
لینے والے سیکڑوں ہیں دینے والے بعض بعض
جو تھے محتاج الیاب وہ ہوئے یاں محتاج
جیتے جی ہو نہ کسی کا کوئی انسان محتاج
ہم کو ہے فقط داور داور سے مطلب
اٹکے جو دانت میں وہ نکالیں خلال سے
کب شمعِ آنسوؤں سے لب ترکے لگن کا
سب ایک سے ہیں جو اٹھ جائے درمیاں سے غرض
گوشِ زرد منعم کے آواز گدا ہوتی نہیں
جو ہے دنیا میں اُسے ہرگز نہ سمجھو بے غرض
کس کی حاجت روا کرے کوئی
کم کسی کو ورنہ ہے آج احتیاجِ از دوج
کوئی بشر نہیں کہ نہ کھاتا ہو جو اناج
کون ہے جس کو احتیاج نہیں
آدمی اس پر بھی پیشِ آدمی سائل ہوا
او ہرزہ کار آگ بجھی ہے ہوا سے کب

تاقب
جوش
حالی
حیرت
راسخ
رند
سفیر
سوز
سرور
شہید
شرم
صابر
صفر
عاشق
فدا
قائم
ناسخ
نظم

آتش
تراب

کیا کیا جواں مرید ہے اس پیرِ زلال کا
چاہئے دندانِ مرگ کو گوشِ خرم
بس غنیمت ہے جسے کچھ بھی ہو عجب کی تلاش
جس طرح مردار پر گرتے ہیں زاغ

سراٹے دہریہ دم لینے کا مقام نہیں
دیکھے نہ پیرِ زالِ جہاں کو اٹھا کے آنکھ
دنیا سے بڑھکے کون ہے ہر جاٹی دوسرا
کیا کہئے آ کے دہر میں کیا کام کر چلے
زاہدا کیونکر کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے
ناداں ہیں وہ جو طالب لذت ہیں دہر میں
منزلِ ہستی میں غافل ہوشیاری شرط ہے
دنیا کی راہِ سخت عجب سنگلاخ ہے
خالی نہیں جہاں میں کوئی مکر و زور سے
اہل دنیا مالِ دنیا پر جھگڑتے ہیں عبت
عدم سے آ کے ہستی میں نہ ہو آرام کا طالب
خواہش دنیا ہے یوں ہر ایک دنیا دار کو
کیا نظر میں ٹھہرے اپنے مالِ دنیا کے دنی
جسے کہتے ہیں عالم اک خراب آباد ہستی ہے
آنکھ کھلتے ہی کہا دل نے جو دنیا دیکھی
عجب کیا ہے جو عاقل گردشِ ایام میں آئے
ذلت جہاں کی باعثِ عزت ہے وہر میں
سٹی ہوئی ضرور خراب اسکی واسطی
آتے ہی قیدِ محبس دنیا میں ہم ہوئے
محیطِ دہر میں راحت کہاں جزِ خلانہ بربادی
جائے اماں کہاں ہے خراباتِ دہر میں
کون دنیا کے فریبوں سے نکل سکتا ہے
جاؤں کہاں حوادثِ عالم کہاں نہیں
مثل ہے کہ جی ہے تو سارا جہاں ہے

عدم کے قافلہ والو قدم بڑھائے ہوئے
 مردوں میں آبرو نہیں کچھ زن مرید کی
 دودن نہ کس کے پاس یہ بد ذات رکھٹی
 برباد مہشت خاک کا ہم نام کر چلے
 سیر کو آئے تھے آدم باغِ رضواں چھوڑ کر
 اے واسطی ہے داغِ ثراں نہال کا
 دفعۂ اک روز اس جا سے سفر ہو جائیگا
 تیمور دوڑ کر جو چلا لنگٹ ہو گیا
 عالم تمام عالم نیرنگٹ ہو گیا
 چار دن کا ہے یہ میلا جا کے پھیر آتا ہے کون
 بحرِ اندا کہاں رہو کو راحت قطع منزل میں
 دوڑتے ہیں جیسے کتے دیکھ کر مُردار کو
 ہے یہ سیمِ قلب مانند دلِ قاروں سیاہ
 کہ ہستی نیستی ہے نیستی دنیا کی ہستی ہے
 گھر پرانا ہے کوئی اس میں بھلا خاک رہے
 کہ دانہ دیکھ کر آدم سے دانا دام میں آئے
 اچھا رہا وہ سب بڑا جو یہاں رہا
 دودن جو آ کے کوئی تہ آسماں رہا
 گردن میں طوقِ گردشِ ایام پڑ گیا
 حباب آسا ہے راہِ سیل میں ہر دم مکاں اپنا
 آیا جو اس خرابے میں ہے کس قدر خراب
 کیسے اس بھول بھلیاں میں ہیں تعمیر کے بیج
 کس شہر کی زمیں ہے جہاں سماں نہیں
 اگر ہم نہیں ہیں تو عالم نہیں ہے

حُبُّ وَطَنٍ

کہاں وہ اہل وطن کی صحبت و ملن کو چھوٹے ہوئی ہوتا
پل مارنے کا ہے یاں بسیرا
خوب روئے حال پر اپنے وطن کا سکے حال
ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے
سرد آہیں جب کسی نے کیں وطن یاد آ گیا
کہتی ہے یاد وطن مجھ سے نہ روٹھ اب من جا

کسی کسی کی ہے یاد صورت خیال کچھ کچھ کہیں کہیں کا
 حب وطن ہے ایمان میرا
 کوئی غربت میں جو آنکلا ہمارے شہر سے
 وہ آدمی نہیں جسے حب الوطن نہ ہو
 چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آ گیا
 چھوڑ غربت کو پلٹ چل رہے پیلے گھر کو

قلق
" "
" "
" "
ناسخ
واسطی

امیر
سمعیل
آتش
" "
امیر
د

وطن کا ہے خیال
وطن کا ہے نہیں

حُبِ وطن
دشتِ غربت میں وہی اہلِ وطن کا ہے خیال
ساتھ میرے آدمی کا جس جگہ پہل گیا
پوچھا نہ جائے گا جو وطن سے پہل گیا
بیکار ہے جو دانت دہن سے پہل گیا
کیسی گھڑی تھی گھر سے بھلا تھا میں غریب
پھر دیکھنا نصیب نہ مجھ کو وطن ہوا
اجاب اپنے اپنے گھروں میں ہیں محو عیش
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا
جہ تگڑے تگڑے یادِ وطن میں دل امیر
کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس
وطن کی یاد ہے ایک بڑی تھلکا غربت میں
پہی ہے ایک بڑی تھلکا غربت میں
گلِ وطن کی جو بولے چلی آرا کے مجھ
پیٹ گئے مرے دامن سے خارِ غربت میں
چراغِ شامِ غریبی نے گلِ غربت میں
دکھائے صبحِ وطن کی بیاں غربت میں
کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہلِ وطن
کہ بڑھکے موت سے ہے انتظارِ غربت میں
کبھی نہ بھول کے اہلِ وطن نے یاد کر
نہ چھٹی آنی مجھے زینہارِ غربت میں
جو دوستانِ وطن

حب وطن

چھوٹی ہے آدمی سے داغ کب حب وطن
گو نہیں ہیں ہم مگر ہر دم مراد دل گھر میں ہے
فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک آئین
الہی ہو نہ وطن سے کوئی قدر سخن
ان دنوں گریہ دکن میں ہے بڑی چور کر
کون جابے ذوق پر دلی کی گلیاں چور کر
راحت سے باز آئے نہ غربت میں جا بیٹھ
اسے چرخ ہم کو رخ گوارا وطن کے ہیں
خاتم غربت مجھ سے کہتی ہے کہ اسے جان وطن
یاد آتی ہوگی اب صبح فوزان وطن
نام لیتا ہوں وطن کا جان میں آتی ہے جان
کیا وطن ہے نام پیارا اسے میں قربان وطن
داغ دل کیا شب تاریک شہستان وطن
ساتھ لیتے آئے ہیں شمع غلش وطن
کیا فرور دیں میں دنیا ہے لے ذوق وطن
دل کو یاد ناوک جو عسزیران وطن
دل میں ہے حب وطن میرے کر شیشہ میں پری
میں ہوں دیوانہ وطن کا یا سلیمان وطن
کہ کے پڑے دامن صحرائے غربت لے بنوں
دست شوق اپنا رسا ہوتا بدایان وطن
اسے خون

داغ

ذوق

فراق

رب

جو دوستان وطن نے دئے ہیں داغ میر
غربت میں ہے جو صورت خط میں لکھوں کہنا
گلہ نا آشنا کا کیا کریں اسے اشک غربت میں
اکیلا بیٹھ کر رویا کیا ہوں دشت غربت میں
ہچکیاں آتی ہیں کیوں عالم غربت میں دلا
در بدر پھر کے ہیں گھر کی دلا قدر ہوئی
صورت احباب کی آنکھوں کے تلے پھرنے لگی
جب لگی حُب وطن کی تو کسی سے نہ بگھی
اجو گیا ہے وطن کیوں ہے دل کو جب وطن
یہاں پر بادئی وطن کا ہے شغل یاروں کی گھن کا
وطن کی یاد میں دل آزار و محروم ہے
غربت میں کیوں نہ اہل وطن مجھ کو یاد آئیں
دے حق نہ کسی کو غم وطن کا
اگرچہ دشت میں گزری تمام عمر اپنی
سفر کس طرح وہ کرے اختیار
پھولا ہوا جو دیکھا نقشہ کوئی چمن کا
دہری ہے پیش نظر دوستوں کی تصویریں
غربت میں آگیا جو کچھ تذکرہ وطن کا
رہے ثبات سے غربت نصیب ہم اسے جوش
مجھے بھولے کچھ ایسے ہاے احباب ملن میرے
پھر اس پہ کہتے ہو جو یا وطن کو جاٹینگے
سفر وطن سے ہے یا تن سے رخصت جاں ہے
ایک برچی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل
یاد جب آیا وطن حسرت نے سردھن کر کہا
لگتا ہے نہ گلشن میں نہ جنگل میں مرا جی
دل پر سے ابھی دور ہو یہ بارالم سب
آرام اپنے دل کو دنیا میں بس وہیں ہے
پردیس میں سچ ہے کیا ہو دل شاد
کیا زمانہ کو تو عسزیر نہیں
تیری اک مشب خاک کے بدلے
نہ لینے دیگا جنت میں بھی آرام
کرتی ہے نیا روز مرے داغ کہن کو
اے بے خبر تو آپ سے غافل نہ بیٹھ رہ

میں جانتا ہوں اُسے لالہ زار غربت میں
تصویر اپنی بھیجوں احباب کو وطن میں
تاتے ہیں ہیں اوروں سے کچھ اہل وطن بڑھکر
نہیں بھولے مرے دل سے محبان وطن ہیوں
کیا عزیزوں کو میں آوارہ وطن یاد آیا
راہ غربت میں جو بھولے تو وطن یاد آیا
آگیا منہ کو کلیجہ جو وطن یاد آیا
آبلے بن گئے موقی جو عسرن یاد آیا
یہ کیا بنائے گا رہ کر کوے کا کیا پیدا
نہیں ہے چرچا کسی سخن کا کھلا ہے دفتر غم و محن کا
وطن کی یاد میں غربت میں چشم پڑھوں ہے
اب دل میں ولولے مرے حب وطن کے ہیں
نالہ ہے یہ بلبل چمن کا
وطن کی آج تلک دل سے آرزو نہ گئی
جسے ہو وطن میں اقامت نصیب
آنکھوں میں صاف نقشہ پھرنے لگا وطن کا
سفر میں صحبت اہل وطن غنیمت ہے
دل کو بندھا تصور یاروں کی گھن کا
نظر نہ آئی کبھی گلشن وطن کی بہار
ادھر ہو کر نسیم آئی نہ تو باد صبا گزری
اٹھائے جو نہ اہل دیار کے آگے
نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں
کبھی غربت میں وطن کی جو ہوا آئی ہے
کون ہے جسکو نہیں حیرت وطن کا ذوق شوق
ہر لحظہ چلی آتی ہے بو مجھ کو وطن کی
آجائے خبر آج اگر میرے وطن کی
پیارے وطن سے بڑھکر پیاری زمین نہیں ہے
جب جی میں بھری ہو دیں کی یاد
اے وطن تو تو ایسی جیسے نہیں
نہ لوں ہرگز اگر بہشت ملے
یہی گر جذبہ ہمسر وطن ہے
غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو
جوں شعلہ یاں سفر ہے ہمیشہ وطن کے بیچ

امیر

اشک

امانت

بکر

بدر

باقی

تسلیم

تجمل

تراب

جوار

جوش

جویا

جوہری

جلیل

حیرت

حالی

حیرت

حیرت

حیرت

حیرت

حیرت

حیرت

<p>اے وطن دوری تری کرتی ہے کس کو سر بلند پست کب ہوتے نہیں اہل سفر کے ہاتھ پاؤں ہیں میسر یہ کہاں غربت میں تنہا ہیں جلا وہ زمانہ ہی گیا وہ دن گئے وہ دل گیا شاہی کی گرا ہو بس او تو گر خدمت وطن سلطنت لے گی نہ زر سے نہ جاہ سے زادہ ثواب خدمت اہل وطن ہے اور تھکتے ہیں غربت میں جو یاران وطن باد آجاتے ہیں نہیں آہ مجھ آہ کثرت سے ضبط آتا ہی نہیں زرخیزیاں ہیں کہیں ہمارے ملک میں زر خیزیاں ہیں کہیں مگر محبت اہل وطن وطن میں خاک آہنگی وطن کی یاد آئے غربت میں خاک آہنگی کہ جبکہ دوست محب ایک جی وطن میں نہیں ساری ترقیوں کی ہے جو الفت وطن سارے سوچنے تو بات بڑی ہے یہ دور کی غربت میں وطن میں غم بوجھ کی اس پر بھی نہ نکلا میں غم بوجھ کی محب وطن نہ چھوٹے نور نظر صفت ہے باہر گئے وطن سے تو بھی رہے وطن میں</p>	<p>یاد آتے ہیں مجھے خار بیابان وطن پھرتے ہیں آنکھوں میں وہ خواب پریشان وطن المدد اے جذبہ شوق فراوان وطن ایک دو دن کو کبھی ہو آئے مہمان وطن بڑھ گئی میرے نہ رہنے سے کوئی شان وطن جان سے دل سے گروں میں تو خواہاں وطن کیجئے کس سے بیان سوز پہناں وطن کچھ مزہ دے بادشور صبح خندان وطن ہائے مجھ کو جان کر مرغ خوشالمان وطن قصر شاہی مصر کا اچھا کہ زندان وطن یاد ہے کیفیت صبح زمستان وطن گو وطن سے دور ہوں لیکن ہوں حیران وطن عندلیب خوشنوا ہے محوستان وطن یاد غربت میں بھی اپنا مجھے گھر آہی گیا جیسے بلبل کو قفس میں ہو چمن کی آرزو غربت میں یاد آیا جو اپنا وطن مجھے ہو کیوں نہ عندلیب کو الفت چمن کے ساتھ آتی ہے ہیں یاد جو یاران وطن کی بے ساختہ یاد آتا ہے مجھ کو وطن اپنا وہ خار بھی سمجھتے ہیں اپنے وطن کے بھول ہم یاد وطن بھول گئے بے وطنی میں دو دن سرے دہر میں بھی جی بھل گیا سنئے مصیبت ایک غریب الدیار کی آیا کوئی ادھر سے نہ پہنچی خبر کبھی کہ بوس گل پریشاں ہو کے رہتی ہے گلستاں میں ہم سے کبھی جدا نہ ہمارا وطن ہوا حشر تک اس غم میں سب جن و بشر رو یا کئے چشم بلبل خون روئے گی چمن کی یاد میں نوک ہے خار وطن کی مجھ کو آزار لذیذ ہاں وطن کیا چیز ہے حب وطن کیا چیز ہے لیا زہر دیکھ ہے اس درد سر کو ہم جو پڑے میں دیکھتے ہیں خواب محل کا پھر مرے پیچھے پڑے اہل وطن کیا باعث</p>	<p>اے جنوں غربت میں وقت سیر گھلائے چمن ہائے یاروں کا بہم راتوں کو مل کر بیٹھنا جلد پہنچا دے وطن مجھ کو دیار غیر سے یہ بھی کوئی زندگی ہے عمر غربت میں کٹی میں ہوں کیا تنگ وطن اے خانہ آوارگی بیکسی اچھا وطن خواہاں نہیں میرا نہ ہو کس میری کے سوا دسوز ہے غربت میں کون زخم دل پر شام غربت میں تک پاشی کرے دام غربت میں کیا صیاد گروں نے اسیر شوق کنگاں حضرت یوسف کے دل سے پوچھے رہنے دے بس اے مٹی غربت یہ ٹھنڈی گرمیاں دل میں ہے یارب یہ کن آئینہ رویوں کا خیال ہنشینوں کچھ نہ پوچھو رعب کا غربت میں حال ہائے اے حب وطن راہزنی کی تو نے اس طرح غربت میں ہے مجھ کو وطن کی آرزو بے اخت یار ہو گیا آنسو نکل پڑے ہے مجھ کو جان و دل سے محبت وطن کے ساتھ لگتی نہیں مطلق کسی صحبت میں طبیعت غربت میں جو آتا ہے نظر جمع احباب جس کو وطن سے عشق ہے اہل وطن سے انس کیا جانئے کیا سحر ہے دنیا ئے دنی میں حب وطن میں سوے عدم کیجئے سفر آسائش وطن کی نہیں قدر آپ کو غربت میں یاد اہل وطن دل میں رہ گئی وطن کو چھوڑنا لازم نہیں گو ہو پریشانی پھرتا رہا ہے ساتھ برابر نگاہ میں کچھ ہیں گریاں نہیں ہیں دوری احباب سے آئینکا منہ کو کلیجا اب وطن کی یاد میں وہ ہوائے روح پرور اور وہ اثار لذیذ غیر کی ہر چیز نظروں میں مری نا چیز ہے یہ سودائے وطن کیا سر سے جائے یاد اس غم غربت میں بھی آرام وطن ہے نہ میں یوسف ہوں نہ یعقوب کے فرزند ہیں</p>
---	---	--

حرم
 آبرو کوئی ہے پھر بھی رکھتی ہے ناکام حرم
 دشمن عزت ہے جھکا ہے جہاں میں نام حرم
 شدت اندوہ انسان کو بھلا دیتی ہے جو حرم
 خاک دانے کی کریں مرغان زریہ نام حرم
 صاحب حاجت رہیں امیر دوار انقلاب حرم
 ہیں غنی ہم کو نہیں اسے گردش ایام حرم
 جانتے ہیں اور بھی دنیا میں کچھ اہل حرم
 رات سے دن تک ننھا صبح سے تاشام حرم
 عاقبت تجھ کو دیان گورنے نقب کیا حرم
 وہ کباب گور کی اب کیا ہوئی بہرام حرم
 حرم سے خالی ہیں خاص و عام حرم
 خاص استغنائے دہریہ جاتی ہے حرم
 گھر سے کیوں مچیں منعم میں لائے جاتی ہے حرم
 چار زانو سے بچائے گی دوزانو جگہ کو حرم
 طمع کی لت مرے پر بھی نہیں جاتی ترسیوں سے حرم
 مگر تحت الثریا میں جا کے قاروں کی ٹولی ہے حرم
 بلا ہے حرم تو اے دنیا کے تمام قزوں کو خاک آزار حرم
 کیا پریشان ان آندھیلوں نے نام قزوں کو خاک آزار حرم
 اہل دنیا کی ہوتی ہے اسے آسیر حرم
 شل موٹے قیدی زندان دراز حرم
 منہ ہے

دنیا میں بے وطن کو نہیں لطف زندگی
 غربت میں گل کھلائے ہے کیا کیا وطن کی یاد
 پاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر میں ہم
 مجھ کو نزدیک بدل جانو یا ران وطن
 غربت میں رہ کے مشق تصور ہے رات دن
 جب سوئے قفس بوئے سمن آتی ہے
 مل جاتے ہیں جب اہل وطن غربت میں
 اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا
 اہل وطن سے پوچھو تم خوبیاں وطن کی
 کھاؤ ہوا وطن کی کچھ اور ہی مزہ ہے
 خاک وطن نہ کہئے اکیر و کیمیا ہے
 ہے دھوپ میں وطن کی کچھ اور نور تاباں
 کیونکہ جگہ وطن کی دل میں نہ ہو ہمارے
 ہے ہم کو جان و دل سے اپنا وطن پیارا
 ہاں تھر یہ سخن ہے دنیا میں سب نے مانا
 وطن میں اہل ہنر کی ہمیشہ عزت ہے
 انسان کو وطن میں بھی ہو چین۔ ہے محال
 ہے بلائے دہر سے اسین وطن میں ہر کوئی
 وطن میں کچھ نہیں بیم گزند انسان کو ہرگز
 وطن میں قدر انسان کی کبھی ہوتی نہیں ہرگز
 وطن میں آبرو پاتا نہیں محبتوں میں انسان
 غربت میں نہیں ہے اور کچھ رنج
 دشت غربت میں نگہ اپنی جہاں جاتی ہے
 کر جائے گا یہ طائر جہاں جسم سے پرواز
 مرمگئی بلبل جو کیا یاد چمن کو
 جو ہیں روشن دل نہ جاویں چھوڑ کر اپنا وطن
 پتھر سے چھلکے رقص نہ اتنا شر کرے
 جیسے قفس میں مرغ چمن کو چمن کی یاد
 راحت وطن کی یاد کر بس کیا سفر میں ہم
 تفرقہ سازی دوراں سے گو میں دور ہوا
 جب آنکھ بند کی تو یہ بندہ وطن میں ہے
 بلبل کو بجا یاد چمن آتی ہے
 کیا کیا تری یاد اے وطن آتی ہے
 خار وطن کو گل سے خوشتر ہے سب نے مانا
 بلبل ہی جانتی ہے آزادیاں چمن کی
 پانی پیو وطن کا امرت سے بھی سوا ہے
 رتبہ تری زمیں کا کچھ اے وطن جدا ہے
 اور چاندنی یہاں کی چاندی سے ہے درخشاں
 جو دن ہمیں تھے پیارے گزرے یہاں وہ سارے
 اچھا وہ دن ہے اس کی خدمت میں جو گزارا
 اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا
 شجر شکر کے لئے اور شجر شکر کے لئے نشاط
 پانی میں مچھلیاں بھی ہیں اک اضطراب میں نساخ
 شیشہ گوہر میں کب پڑتا ہے روزن آب میں
 کوئی سوراخ ہوتا ہے دل دروانہ پانی میں
 خذف کے مول بھی بکتا نہیں روانہ پانی میں
 بھلا کب مردم آبی کو قدر درکنوں ہے
 کرتا ہے مجھے غم وطن زرد ناسخ
 وہی کوچہ وہی بازار نظر کرتا ہے
 غربت میں اگر یاد وطن کی مجھے آئی نواب
 غربت میں خدا یاد دلائے نہ وطن کو وزیر
 بحر سے باہر قدم رکھے نہ سوے پر حباب ہدم

حرم

ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا
 سب آفتوں سے چھوٹ گیا کر کے ترک حرم
 اہل جہاں کو دولت دنیا سے ہے یہ انس
 کرتے ہیں حرم آشنا غیر سے التجا حبت امیر
 کیونکہ نہ ہو مجھے دل پر آرزو پسند
 جس طرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز
 " " "

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
حرص دولت سے ہے اہل حرص کو شوق کتاب
حرصیوں کا شکم بھرتا ہے کوئی جمع دولت سے
اسیر اہل جہاں جتنے ہیں زر کی حرص رکھتے ہیں
جس جگہ ہے باب روزی ہیں وہیں ہر دم حرص
مسرکے تو حرص دنیا دل سے جائے
حرص جو حد سے زیادہ ہے وہ ہے پیغام مرگ
حرصیوں کو کبھی رزق جہاں سے سیر ہونے لے
ہے زرد تن زار حرصیوں سے عجب کیا
برائے کیا مراد نہ چاہے اگر خدا
شش بہت میں حرص دولت کی نہیں کس سے دوچار
لے گیا زیریں میں بھی گنج قاروں اپنے ساتھ
دولت کی حرص نے مجھے دیوانہ کر دیا
طمع دیکھو کہ اہل حرص مٹی آپ لیتے ہیں
دولت وہی ہے کہتے ہیں جس کو کہ ترک حرص
حرص کہنتی ہے کہ پھر نا ہے زمانہ میں ضرور
ناداں کو ہو مبارک دنیاے دوں کی دولت
پہنچے ہوئے پھرتے ہیں جو زنجیر طلائی
اس قدر پھرتے ہیں کیوں خواہش دولت میں حرص
دنیا کی فکر جائے تو دل بادشاہ ہو
حرصیوں کو سوائے سوز غم نصرت سے کیا حاصل
گرد رہتے نہیں بے وجہ حرص دولت
حرص دولت نے مچھنا رکھا ہے قید سخت میں
نہ سماعت نہ بصارت ہے نہ طاقت ہے نہ زور
تا تمول در منعم کو نہ چھوڑیں گے حرص
کیسے حرص زینت ظاہر ہیں نامور
طلسم اے آسمان شاید ہے نعمت خوانِ نیا کی
حرصیوں سے کہو کیا شکوہ گردوں سے ہوتا ہے
ہے دولت جہاں کو محبت بخیل سے
نیش تمنا نعمت دنیا میں نہ سمجھے یہ حرص
دانہ لگے جو ہاتھ تو خرمن کی ہو تلاش
مٹی میں مثل غنچہ لئے ہیں حرص زر
حیرت سے دیکھ قصہ قاروں دلیل ہے

حوص
 شامیان زر کا اور گنبد طلائی چاہئے
 گور میں بھی آدمی جو یا ہے عز و جاہ کا
 اسے حریصو جملہ ساری سے حصول
 کیا ملا مگر کی کو جالہاں کر
 کافی ہو کیا خزانہ قاروں حریص کو
 کنگول تاج شاہ کو سجے گدا سے حوص
 ثابت ہے آدمی پہ خطا ہے ہوا و حوص
 قطع امید دل ہے خلا ہے ہوا و حوص
 کیونکر ہو آدمی سے خلا ہے ہوا و حوص
 نفس ہے موج ہوا کے ماند گرد باد
 تار میں آدمی بھی ہیں ماند گرد باد
 گردش خاک میں ہے ہوا کے ہوا و حوص
 مرشت خاک میں ہے ہوا کے ہوا و حوص
 دنیا کے واسطے تلک و پیر ہے ہوا و حوص
 تو میں جو پاؤں آنے صدائے آدمی
 کیونکر ہو سیر نعمت دنیا کے آدمی
 کو باغی ہے دل میں بلا ہے ہوا و حوص
 مردہ بھی چاہتا ہے لحد پہ گل و چراغ
 اپنی فنا میں بھی ہے بقائے لباس میں
 بولنے دوٹالے میں ہیں تو بلیں لباس میں
 کیا کیا بیاں ہے نشوونما ہے ہوا و حوص
 غارتگر

ہر وقت پست مرتبہ اہل حرص ہے
 اہل دنیا حرص زر میں ہو گئے کیا کیا ہلاک
 جو اہل حرص ہیں نعمت سے بھی محروم رہا ہیں
 حرص تھی مثل گیس بیجا کہ آخر اے حریص
 ہوا حریص کو جز خاک گور کیا حاصل
 اے دل غزلے خون جگر سے غنی ہیں ہم
 دیتا ہے اہل حرص کو گردوں سزائے حرص
 کھایا اگرچہ سارے زمانہ کا ہم نے غم
 اے موت خاک گور سے بھر دے اسے شتاب
 دیکھو تو حال اہل جہاں کا ہے کچھ عجب
 دریا جہاں ہو تر نہ کریں خشک لب کبھی
 قانع وہ ہوں کہ میری دعا ہے یہ ہر سحر
 قاروں کی طرح جمع جو کرتے ہیں مال و زر
 خاکساری، خاکبازی، تنگدستی، مفلسی
 جو ناداں ہیں وہی مرتے ہیں اس تحصیل دنیا پر
 جاتی نہیں ہے حرص و ہوا اہل حرص کی
 شامل دولت دنیا ہوں میں کیا لے آتش
 ہوس نعمت کی بعد مرگ بھی رہتی ہے نساں کو
 حرص و ہوا کو سینہ میں غافل جگہ دے
 آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص میں
 مرنا بھی ضروری ہے خدا بھی ہے کوئی چیز
 کھلا ہے باغ قناعت میں غنچہ خاطر
 لئے پھرتی ہے مجھ کو جا بجا حرص
 سیہ کرتی ہے دل یہ پانچ چیزیں
 بھلے کاموں کی اکبر چاہئے ہوڑ
 تمہا سر میں کمال وہ تو سلطان بنا
 لذت طلبی سے نفس رندی پہ جھکا
 مانند موج رکھتی ہے آوارہ حرص و آزار
 بیٹھ سکتے نہیں قناعت سے
 ہے تہیدستی جہنم اہل حرص و آزار کو
 شکم پروری جنکا شیوہ ہے ان کو
 طلب جاہ میں برسوں رہے اسے اشک غراب
 ہوا و حرص سے خالی دماغ کر غافل

اب رواں سے کم نہیں عمر روان خلق
 زہر قاتل ہو گیا شربت انھیں دینار کا
 دہاں بند ایک دم کھلتا نہیں ہے گا و خرم کا
 خوان نعمت اٹھ گیا تو ہاتھ مل کر رہ گیا
 عبت تمام زمانہ کا بند و بست کیا
 دیں جان اہل حرص غذا لے لطیف پر
 بے دانہ پیستی ہے انھیں آسیائے حرص
 موقوف ابتلاک نہ ہوئی اشتہائے حرص
 کب تک دہن کو کاسے سائل بنائے حرص
 موت انکے پیچھے دوڑتی ہے یہ قفائے حرص
 ہم آشنائے صبر ہیں نا آشنائے حرص
 دشمن کو بھی خدا نہ کرے مبتلائے حرص
 حاجت نہیں ہے اہل دول کو سوائے حرص
 ہیں یہی اجزا ہوس نسخہ اکسیر میں
 رہے پابند کب عاقل کوئی حرص و ہوا ہو کر
 خواہش زدہ فنا پہ بھی دفن و کفن کے ہیں
 گنج قاروں سے بھی اوقات نہیں کھٹی ہے
 لحد میں پاس رکھ دیتے ہیں وراثت زنداں کو
 مطلب کو فوت کرتا ہے کیڑا کتاب کا
 سچ ہے کہ دی خدا نے ہے کیا ہی سمجھ لے
 اے حرص کے بند و ہوس جاہ کہاں تک
 خدا بچائے کہیں حرص کی ہوا نہ چلے
 ہوئی ہے کس بلا کی اے خدا حرص
 دغا بازی، حسد، کینہ، ریا، حرص
 برے فعلوں کی ہے بس نامز احرص
 تھا دل میں جمال وہ مسلمان بنا
 تھا پیٹ بہت حریص شیطان بنا
 روز اس ہوا سے رہتا ہے رنج سفر مجھے
 مائل حرص و آزار ہیں ہم لوگ
 رات دن جلتے ہیں داغ درہم و دینار سے
 اسیر جفا کے شکم دیکھتے ہیں
 کہیں رہنے نہ دیا حرص و ہوا نے ہم کو
 بگڑ نہ جائے کسی دن حباب کی صورت

خارنگر متاع قناعت جہان میں
 باہر نکل نہ کج قناعت سے اے حرص
 ہر شخص کا ہے دانت زمانہ کے مال پر
 جب تک کفن نہ پہنیں گے یہ مردم حرص
 اے سحر کیا حباب صفت سرامٹائیے
 ہیں یہ دندان حرص پوشیدہ
 کیوں زیور و زر کے لئے مرتے ہیں ہوسناک
 کبھی نیت نہ ہو سیر اہل دنیا کی تمول سے
 حرص مال جو مرتا ہے میں یہ کہتا ہوں
 فی الواقعی کہ سپٹ ہے دوزخ حرص کا
 منکشف حال ہوا و حرص جس دم ہو گیا
 آرزو اکسیر کی ہے اور پارس کی ہوا
 بھاگتی پھرتی ہے دنیا دوڑتے پھرتے ہیں ہم
 دنیا پرست خانہ دیں سے رہا بعید
 جا بجا مجھ کو لئے پھرتی ہے دنیا کی ہوس
 آدمی ہوتا ہے سرگرداں بگوئے کی طرح
 لہو حرص و ہوا سے نہ کوئی پار اُترا
 رہے خدا کی حفاظت میں مشیت خاک اپنی
 قانع ہوں میں کشتہ مجھے کیا حرص کو مگی
 خاک میں قاروں کی دولت مل گئی
 حرص کی نہیں دنیا میں قدر کچھ باقی
 حرص میں تمیز نیک و بد کبھی رہتی نہیں
 کوئی بے حس بھی ہوا و حرص سے خالی نہیں
 عقبتے نہ چاہئے تجھے دنیا نہ چاہئے
 صرصر حرص و ہوا چلتی ہے آکر جس گھڑی
 جو ہوشیار ہے دانائے رسم ملک جہاں
 حد سے بڑھ کر آرزو اعزاز کی ناداں نہ کر
 بے تردد راحت منزل نہیں ہوتی نصیب
 دہر میں بے حرص طوفان بلا سے پاک ہیں
 کھلکے منہ اہل طمع کا بند پھر ہوتا نہیں
 اے قناعت توڑ کر پائے ہوس گھر میں بٹھا
 جستجو میں رہتے ہیں پائے طلب ہر دم رواں
 بڑھ سکے تقدیر سے ہرگز نہ ملیگا اے دل

کوئی نہیں نظر میں سوائے ہوا و حرص
 مقراض آبرو ہیں دوپائے ہوا و حرص
 دو سانپ گنج پر ہیں بجائے ہوا و حرص
 اتر گی جسم سے نہ قبائے ہوا و حرص
 اپنی گرہ میں کیا ہو سوائے ہوا و حرص
 تن انسان میں استخوان نہیں
 کیا باندھ کے لے جائیں یہ مال کفن میں
 جو انکے گھر میں ہن برائے ساتوں آسمان برسوا
 گیا ہے زیریں دھونڈھنے دینیوں کو
 آواز ہر نفس میں ہے جبل الوری کی
 خاک کے پتلے نظر آئے بگوئے خاک کے
 اہل دنیا کو بھی کیا کچھ خاک پتھر چاہئے
 ہم سے نفرت ہے اُسے جو شے ہیں مانوس ہے
 کتا کنشت کا نہ غزال حرم ہوا
 بیٹھ جاتا ہے بگولا جب نکلتی ہے ہوا
 آندھیاں اچھی ہوا و حرص کا جھونکا بُرا
 جس نے دنیا سے کنارہ کیا ساحل دیکھا
 ہوا و حرص کی اٹھی ہیں آندھیاں کیا کیا
 شائق ہوں نہ زر کا نہ ہوں اکسیر کا مشتاق
 خاک کیا اب حرص دولت کیجئے
 کہاں گس کی فضیلت ہوئی ہاکی طرح
 روئے دنیا حور بہر اہل دنیا ہو گیا
 آہ بھی دنیا میں رکھتی ہے اثر کی احتیاج
 کم بخت اے ہوس تجھے کیا کیا نہ چاہئے
 رہتا ہے روشن کسی اچھے ہی کامل کا چراغ
 جنون افسر و سوداے جاہ کرنے سکے
 خواہش عورت میں ہو جائے نہ کچھ ذلت نصیب
 داغ دل بن جاتی ہے انجام کو کابل کی حرص
 کشتی درویش کو خطرہ نہیں سیلاب کا
 دیکھ لو بھر کر دہان کا سہ ساحل کی حرص
 در بدر ناحق پھرتی ہے مجھے میری ہوس
 اس فراوانی پہ بھی کچھ کم نہیں دریا کی حرص
 حرص کیوں تجھ کو لئے پھرتی ہے در در کیا ہے

حرص

پیر کی بات اے لڑکے
 بہت درنہ کی حرص و آرزو
 آہ و زاری سے جو پرواز بہت کرتے تھے
 جس شخص کو دنیا کی سنگ دنیا نہ ہو
 حرص دنیا ہے جس کی سنگی
 پارو یہ مردار ہے کرتے ہیں علاج
 کھانا شربت دینار سے خلل آتا ہے
 جبکہ معدہ میں تو بھریں گے خلل آتا ہے
 بے شافی نے سب روٹی سے رکھا محفوظ
 جھک کو دم بھر نہ ہوئی کل چمکیں نام کی حرص
 آبرو یہ

ترباب

ترباب

حرص

سب کو دنیا کی ہوس غار لئے چرتی ہے
کون چرتا ہے یہ دراز لئے چرتی ہے
اگر انسان قانع ہو غنی ہو دونوں عالم سے
ہو اور حرص بیکین اسکی مٹی غار کرتی ہے
کس کو معلوم ہے احوال کمال ہے آج
تجھ کو نادان عیث فکر نہ دال اپنا
یونہی چندے رہا اگر مال اپنا
کرے گی ہم کو رسوا دیکھنا حرص
کسی صورت نہیں گھٹتی دل ناکام کی حرص
غور کر دیتی ہے انسان کو بے کام بھی لے
تم تو یہ چاہتے ہو وہ اسے رنج ہے کس کام کی حرص
جو نہ پوری ہو وہ اسے آشنائے حرص
آسودہ زیر پرچ نہیں آشنائے حرص
دن میں ہزار در جو چہرے گدائے حرص
انسان نہ ہو ذلیل زمانہ کے ہاتھ سے
ذلت کسی کو کوئی نہ دیتے سولے حرص
اپنے سوا کسی کو نہ پایا حرص
کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو حرص
پیر درمیاں نہ ہوئے بشر لیکو پاو حرص

سرام

زوق

زند

راکب

رنج

سوز

لے نہ ہوے

لے جائے

۳۳

۳۴

۳۵

۳۶

۳۷

آبرو پر پھر گیا پانی اٹھی جب اس کی موج
لیگی تحت الشری قارول کو گو دولت کی حرص
جو مقدر میں نہیں اس کی ہے تدبیر حبث
ساتھ کیا لائے تھے اب ساتھ جو لیجائیں گے
حرص ارباب ہوس کی کچھ نہایت ہی نہیں
مال و دولت کی تمنا میں گئی جان حرص
بیجا ہے اہل حرص کو ہر چیز کی طمع
بڑھ جائے کچھ بھی اور جو اہل ہوس کی حرص
رکھتے ہیں حرص ایسی گراختیار ہوتا
ہوئی حرصوں کو دنیا نہ آخرت حاصل
کرتے تھے جمع دولت دنیا کو جو حرص
یقین ہے کشتی حرص تنعم بیٹھ جائے گی
جو لوگ مے حرص سے دنیا میں ہیں سرشار
حرص کے آگے نہیں چلتی قناعت کی بھی کچھ
کیا نعمت دنیا کی حقیقت ہے حرص
حرص نعمت کی بہت کرتی ہے انسان کو خراب
و بال جاں ہوی حرص ترقی دنیا
کس کس کو کیا نہ تو نے برباد
حاصل نہ ہوئے لطف قناعت حرص
نہ لگا فقر کو داغ اسے ہوس لعل و گہر
تنگ آیا ہوں یہ عصیان سے اے بار خدا
اس قدر دیکھا زمانہ میں بُرا آزار حرص
ہے یہ ناممکن کرے جوشا کر تقدیر حرص
عیان ہے حرص دولت کی کشش کو دیکھ اے منعم
دیکھ اے داغ اہل دنیا کو
اے داغ کی طرح سے یہ کم نہیں ہوتی
دل میں ہے غم و رنج و الم حرص و ہوا بند
حرص دامگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
حرص کرواتی ہے رو بہ بازیاں سب ورنیاں
لے نہ جاتے حرص اہل فستہ کو
ہے محال عقل زیر آسماں
ہے جوت مہ و خورشید زرو سیم میر
حرص کے پھیلنے ہیں پاؤں بقدر وسعت

حرص طوفان بلا ہے آدمی خاشاک ہے
کم ہوی لیکن نہ اس پر بھی ذرا خلقت کی حرص
خاک چھنوا تی ہے کیوں خواہش اکیر حبث
دل میں ہے ولولہ منصب و جاگیر حبث
ہو اگر ممکن تو لے لیں پیرہن تصویر کا
ان ہواؤں سے چراغ زندگی گل ہو گیا
دامن ملا ہے ایک ہی حرف سوال میں
پانی چرا میں چشمہ خورشید و ماہ سے
لیجاتے اہل دنیا زرباندہ کرفن میں
یہ کہتے دھوبی کے ہیں گھاٹ کے نہ ہیں گھر کے
ساتھ اپنے لے گئے کہو مال جہاں سے کیا
اٹھائے گی طلاطم موج نقشس پوریا کیا
جینے کی لطافت سے نہیں ان کو سروکار
لے چلا ہے دام میں مجھ کو پھنسانے دانہ آج
دیکھو کہ محل تھوک ہے زنبور عمل کا
پھوٹ جائے بدن اکیر جو کھا جائے بہت
ہوانے مجھ کو فنا کر دیا شرر کی طرح
اے حرص و ہوا ترا بُرا ہو
ہر بواہوس کو لذت نان جویں نہ ہو
بادشاہوں کو مبارک ہو یہ کنکر تپھر
حرص کے دام میں بس دل نے پھنایا افسوس
کر رکھا لقمان و جالینوس کو بیمار حرص
ہیں مگر رکھتے خروں تر بندہ تدبیر حرص
کہ ہے زیر زمین قاروں کو ساتھ اپنے درم کھینچا
ہوس عز و جاہ نے مارا
انسان کو برباد کیا حرص و ہوانے
دنیا میں مخمس کا ہمارے نہ کھلا بند
جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا
اپنے اپنے پورے پر جو گدا تھا شاہ تھا
بہ سکے کب موج نقشس پوریا
حرص ہو جس دل میں وہ غم رہے
تو بھی تو حرصوں کے تئیں در بدر ہی ہے
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

شاقب

جنوں

جاء

جرار

چکبست

حیرت

خلیل

خاکی

خوشدل

داغ

درو

زوق

زوق

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص	آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص	سوز	حرص
کر منہ کو نکلتے ہوسے قناعت یہ بات مان	رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص	"	حرص
مکن نہیں ہے یہ کہ بھرے کاس طمع	دن میں ہزار در جو پھر آئے گدائے حرص	"	حرص
رزق کا ضامن خدا شہد کلام اللہ ہے	تیسرے اپنی صورتوں کے روز حاکمند ہیں	سحر	حرص
حرص کو قتی ہے گرفتار بلا آزاد کو	دام میں پھنسا ہے طائر ایک ان کے لئے	"	حرص
تشہیر کو قتی ہے یونہیں دنیا کی جستجو	تیمور شہر شہر پھرا پائے لنگ سے	"	حرص
تورشتہ عمر اپنی سے مانے جو مری بات	مت حرص و ہوا باندہ کے بودا ہے یہ ناگاہ	سودا	حرص
کب ہم کو ہے بہار میں گلزار کی ہوس	نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس	"	حرص
نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہم نے غنچہ میں	ہوا سے اس چمن کے ہے دلا ترک ہوس بہتر	"	حرص
گھرا من کا اُسی کو ملا زیر آسمان	جس نے جہاں میں آن کے مسمار کی ہوس	سخن	حرص
اے سخن چین سے گزرے جو ہوس اسکی نہ ہو	رکھتی انسان کو ہے خواہش دنیا بے تاب	"	حرص
در بدر پھر نہ عبت طالب دنیا ہو کر	بیٹھ رہ کو چہ دلدار میں تنہا ہو کر	سعید	حرص
جستجوے دولت دنیا حریصو ہے عبت	جنس عقبے چاہئے بازار محشر کے لئے	سفیر	حرص
الفت میں اسکی خاک نہیں تھا سوائے رنج	دنیا سے خالی ہاتھ چلے آشنائے حرص	"	حرص
کس کام کا وہ دل ہے جو ہو مبتلائے حرص	دے اے کریم نقد قناعت بجائے حرص	"	حرص
چھٹ جائیں اس کے ہاتھ سے لوگوں کی گردنیں	ہو جائے شل جو پنچہ زور آزمائے حرص	"	حرص
بیکار جستجو سے نہیں کوئی فائدہ	خالی دُر مراد سے ہیں کیسہ ہائے حرص	"	حرص
رہنا سفیر سایہ سے بھی اس کے دور دور	دشمن ہے آبرو کی زن بوفائے حرص	"	حرص
حرص وہ شے ہے کہ اک دانہ گندم کیلئے	خلد سے حضرت آدم کو نکلتے دیکھا	شفق	حرص
رزق بے گردش ملے جوں سنگ زیر آسما	بیٹھے اک جا پر جو پائے حرص کو توڑ کر	شہید	حرص
تحت الترائے کرے گی رواں حرص مال و جاہ	قاروں کو مرتے دم رہی تو فکر کی تلاش	"	حرص
ہر چند فلک سے در شہوار ہو روزی	مانند صدف تو دہن حرص نہ کر باز	"	حرص
قاروں کا حال اہل جہاں پر ہے منکشف	ہرگز نہ جمع کیجئے مال و درم بہت	"	حرص
جمع سے زر کے دل غنچہ پریشان ہوا	تو نہ دولت کی کراے صاحب داراک ہوس	"	حرص
جوں غنچہ پریشانی خاطر کے سوا کچھ	حاصل نہ ہوا جمع زر و مال سے اب تک	"	حرص
کھوئی عزت ہوس نے دنیا کی	مجھ کو مسمنون اغنیاء کر کے	شہیدی	حرص
اقلیم ہفتگانہ سے قانع نہ ہو حریص	آب حیات کی تمہی سکندر کو احتیاج	"	حرص
گر ہوس دور ہو سب کچھ ہو ہیا دم میں	گنج مقصود کے در پر سے اٹھا مار ہوس	"	حرص
خواب امت کو ترستے ہیں شہیدی تہ خاک	جیتے جی دل سے نکال لے گیا خار ہوس	"	حرص
بدترین آزار ہے آزار حرص	کس طرح پائے شفا بیمار حرص	شاہ	حرص
کس طرح پھولے پھلے نخل مراد	جسکے دل میں ہیں رواں انہار حرص	"	حرص
دلا ہے حرص بیجا ایک دم کی زندگانی ہے	جہاں میں رہنے آیا ہوں نہ میں برسوں نہ تو برسوں	صغیر	حرص
رہتا ہے غرق بحر ندامت گدائے حرص	یارب نہ ہو جہاں میں کوئی آشنائے حرص	صابر	حرص

لے ذرا ۱۲

لے اسپر بھی ۱۲

لے لوانی عمر کے رشتہ سہو
لے نہ ۱۲
لے کبھی ۱۲

لے اگر ۱۲

حرص
گو مرزہ گر جہاں میں تم کو پھراے حرص
تقدیر سے سوانہیں ممکن کر پائے حرص
کیون خوان اغنیاء پیشاں حرص
نازل نہ ہو الہی کسی پر بلائے حرص
پائے طلب شکستہ ہوا کھاکے محو کر حرص
بڑھ بڑھ کر درد حرص ہوا خود دوائے حرص
نصرت پر دو جہاں کی قابض ہوا تو کیا حرص
محتاج ہی رہے گا اگر ہو خلدے حرص
اس آگ کو پھرتے ہی دیکھا تمام حرص
ترب حیات سے نہ جھجے اشتہائے حرص
عریانی اور کس تن پر قباے حرص
صابر نہ تنگ ہو کسی کی سیاہی طرح
دہن حریص کا پر ہے پاشیاں کے لئے
تمام جسم سے موجود ہے خفاں کے لئے
حرف سدا اک انداز جا پردے میں حارم کو
تبسم ریزہ گویا حرص نہ یارب حرص دولت ہو
کسی کو جگر عالم میں نہ یارب حرص ندامت ہو
کس درجہم غلص ماہی کی طرح داغ ندامت ہو
گر بایکناں حریص سے صفت آسپا چلے
پیشانی

حرم
 نادان ہے جاٹ شکر نہ کر حرم شیریں
 نان جوین سے یاں جو تر پیسے جھگڑا
 شاہ و گدا ہے دونوں اس پر ہوا حرم
 کس کی فکر اسے ہے تو اسکو ہے شال کی
 ہونمندی حرم دنیہ میں نہ کر
 ہے وہ غافل جو یاں اشتیاق ہے
 پیچھی ہو وہ بھی ہو دولت بھی ہو دنیا بھی ہو
 اس پر تو چاہتا ہے دولت غلبے بھی ہو
 مستحق ہیں یہ حرم اب زری
 جہتی نہیں پاپ چلیں غزیریاں
 سلطنت کے واسطے برصغیر کو ہے
 ایک دن دنیا میں فوطی تاج و سر ہونے کو ہے
 ہے تیغ تر نہ شہر خنجر کی پیل ہے
 ہو اسکی خانہ ہے وہ کہیے کی پیل ہے
 منعم کے آس پاس ہے ہرم حرم
 مثل گس مصاحب خوان لکھنیل ہے
 مانگے جو زرق اس کے سوا نہیں ہے حرم
 نفیس ہے طمانچہ دست لکھیم کا
 بحر جہاں میں اہل اوس کو نہ تھا ثبات
 جس کی ہوا بندھی ہوئی تھی وہ حباب تھا
 مثل غنما

پریشانی رہی طاہر حریصوں کو زمانہ میں
 بندہ حرم و ہوا طالب مولانا ہوا
 ہوس بھی اہل دول کے لئے ہے ورنہ فقیر
 اغنیاء حرم میں فقیر رہے
 حسب خواہش گر خدا دیتا تو انسان حریص
 پھر گیا منہ ترا عقبے سے کہ جب دنیا نے
 اکھاڑ بخل طمع کو کہ باغ عالم میں
 بیٹھے آرام سے کیا کنج قناعت میں حریص
 جز تارک دنیا ہو ہوس سے نہ سکد و ش
 طمع و حرم و ہوانے کیا انساں کو خراب
 دنیا کی چاٹ چٹتی نہیں کیا کریں حریص
 ہم نے یہاں بچتہ ہزا جوں کو بہت دیکھ لیا
 قابو میں رکھ لجام قناعت سے اسپ حرم
 گنج قاروں بھی جو ہاتھ آئے تو ملتی نہیں حرم
 خوان عالم پہ کبھی ہوتے نہیں سیر حریص
 دم میں ہے ہستی حباب فنا
 نہ جان حرم سے دے کب ملیگا مال بخیل
 حرم دنیا کا ملوں کو بھی لگا دیتی ہے عیب
 حریصوں کو انسی امید پہ مرنے کی حسرت ہے
 چشمہ حرم طمع میں جس نے چاہی شہت و شو
 حرم نے در بدر یہ دوڑایا
 طلب سے بھی نہ ملا شہد خوان دنیا سے
 حال ماہی بحر دنیا میں حریص دیکھ لو
 انساں کو خوار کرتی ہے یہ بد بلائے حرم
 شمشیر آبدار رضا با فضا سنبھال
 جامہ قبا ہوا اسکے سدا عافیت کا آہ
 اس حرم سے خراب ہے دنیا و آخرت
 اس حرم کو جلا تو کل کی آگ سے
 غارت گرنا ہوس نہ ہو گر ہوس زر
 گر بندگی کی ہوس ہے کہ نہ منت خلق کی
 حرم آدمی کو باعث سونگ دعا ہے
 مائل خدا سے طالب خیر مال ہے
 پایا کوئی کم طمع سیم سے خالی

گس کی طرح دنیا دار ادھر اٹھے ادھر بیٹھے
 مرد کال ہے وہی جو گنگ دنیا نہ ہوا
 ہوائے تاج و سر گو شوارہ کیا کرتا
 خواہش عروج و جاہ نے مارا
 حشر تک ہر شے یونہی نوبت بہ نوبت لگتا
 اک طمانچہ ہوس عیش و طرب نے مارا
 رکھے ہے یہ شجر بے ثمر فساد کی جڑ
 اسے ظفر پھرتا ہے دنیا میں طلب کا مارا
 یہ بوجہ نہ دنیا کے ہو مشغول سے ہلکا
 کہ یہ ہے ساری خرابی انہیں تینوں کے کام
 مثل گس ہیں یہ شکر و شیریں پھنسنے
 کوئی بھی ان کی نہیں ہے طمع خام طلب
 میدان حرم میں بڑی بیجا ہے اسکی دور
 کوئی دنیا میں نہ آلودہ دنیہ ہو جائے
 غم ہی کھاتے ہیں و فور اشتہا کے واسطے
 سر پر حرم کو ہوا ہے عث
 کوئی گدا نہیں قاروں کے مال سے واقف
 پیشتر ہیراک ہو جلتے ہیں رہن آب میں
 کہ زیر خاک جا کر لوٹ لیں گے گنج قاروں کو
 داغ کلفت اور اس دھونے سے سیلا ہو گیا
 پاؤں ڈالے مرے تھکا کر توڑ
 ہوئے ذلیل پئے لذت زیاں کیا کیا
 رزق تو پایا مگر کانٹا دہن میں رہ گیا
 کوئی نہ ہو بنام خدا قبلائے حرم
 پھر قطع کر تو اس سے دلا دست و پا حرم
 جھکے ہو بریں راست دلا یہ قبائے حرم
 دل میں اگر ہو تیر تو بہتر بجائے حرم
 دے اس طرح تو حرم کو ایدل نزلے حرم
 کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آئے
 موجب عزت جہاں میں ترک حرم و آزر ہے
 چشم جہاں میں خوار ہے جو یا طعام کا
 نادان ہے مبتلا ہوس مال و جاہ میں
 دنیا کے جو ہیں لوگ وہ سب بندے ہیں زر کے

رکھتا ہو

اللہ دے کسی کو یہ ہوں مفت جلتے خاک
کتنا خراب رکھتے ہیں اہل حصہ مزاج
نہیں کچھ غدر ہم کو دولت دنیا کے لینے میں
خدا باپ نہیں دل کو گوارا رخ ماس کا
محر کو بھی نہ پایا بغض و حسد سے خالی
ساکھو ملا ہے کیا کیا پھولا جو دھاک پہنچ ہے
نہیں ہم فن کو باہم دیکھ سکتے لوگ کا جورا
لگا القاص سے ہے لایجب القاص کا جورا
غصہ آنا تو نیچرل ہے کب کھنا
لیکن ہے شدید عیب کینیہ کرتا ہے
عاس اگر تجھ پہ حسد کرتا ہے
کر صبر کہ وہ خود کار بد کرتا ہے
نہیں انبا سے دنیا دیکھ سکتے اپنے ہمسر کو
بجا ہے ہم سے روپوشی اگر صبا دیتے ہیں
خالی ہے کون رشک و حسد سے جہاں
سورج سے صاف رکھتا ہے دل میں غبار چاند
یا انقلاب

اسب

مشت

زنت

کب

بکر

اک تمنائے جو انردی ہے ناسخ ترک حرص
حرف سکتے کے ہوں کیسے پر ادب کرتے نہیں
یہ سنگ دنیا ہیں کس اسید پر مردوں کے گرد
سعی سے فارغ نہیں ہر چند ہوں میرا اہل حرص
توڑیں جو پاؤں بھی تو جہاں میں پھرے حرص
زہار ہو جو نہ دلا بتلائے حرص
دنیا میں در بدر مجھے کب تک پھرے حرص
دنیا کی ساری خاک اگر ہو غذائے حرص
یارب وہ دن دکھا کہ تری تیغ قہر سے
توڑوں جو اپنے پائے طلب فائدہ نہیں
ہے کشتی نجات قناعت ہی غافلہ
پیٹ کا بھرنا تو کچھ مشکل نہیں
گر حرص و ہوا اور لالچ کی ہے دولت تیرا پٹھری
مکھڑی ہو کو چھڑمیاں مت دیں بدیں پھرے مارا
حرص و ہوا نفس ہے زنجیر پائے دل
عمر کٹ جاتی ہے پر خاک نہیں آتا ہاتھ
ترک لذت شرط ہے آرام ہستی کے لئے
بڑھتی جاتی ہے ہوس عمر ہے جوں جوں گھٹتی
اس سے پہلے کہ جگہ حرص نہ پائے دل میں
ہوں میں تو ناتواں مجھے کیونکر نہ خوف ہو
موتی سی آبرو کو ہو کیا حرص میں فروغ
کوئی دنیا میں نہیں آزاد قید حرص سے
قاروں کی مرگ سے یہ معذہ ہوا ہے حل
غالب جو حرص ہو تو نہ کیوں بیٹھ جائے دل
حرص سے نہ گئی واسطی تلاش جہاں
دنیا میں مجھے تشنگی حرص تو کیونکر
منہ میں تب پڑتا ہے لقمہ کا سہ سائل کی طرح
دامان ہسر پھیلے نہ کیوں اس عروج پر
کی فقیروں نے ترک کیونکر حرص
دے کے لالچ دبا رہی ہے مجھے

عمر بھر میں ہے دم آب کتنا تلوار کو
زر سے جو چسپیدہ دل ہے اسکا رتبہ کم ہوا
قبر بھی ڈھونڈھے تو کوئی استخواں ملتا نہیں
ہے دہن لبرز نعمت سے زباں گردش میں ہے
بیٹھا گیا نہ کونے میں تیمور لنگ سے
ذلت بھی دوڑی آتی ہے ناداں قفائے حرص
یارب قناعت آئے کہیں جلد جائے حرص
ایسی ہی اے حرص رہے اشتہائے حرص
ماری پڑے یہ حرص مجھے ہو عزائے حرص
تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو پائے حرص
ڈوبیں گے بحر غم میں جو ہیں آشنائے حرص
کیجئے کیا حرص بے اندازہ ہے
تو خاک سمجھ اس دولت کو کیا مونا روپا لال زری
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارہ
پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیثات
کب ہمیں یہ کھلا نسخہ اکیر کا ہیج
مہر کچھ لواتی ہے حرص قند ہر زنبور کا
اس کا انجام اب اے طول اہل کیا ہوگا
کب نظر موج ہوا کا کوئی ساحل آیا
پھنستے ہیں شیر داگہ حرص و آزیں
انھتی ہے موج آب گہر میں ہوا سے کب
سرو پایا بے نوا و باتوکل باغ میں
جی لیکے جائے گا مرض لا دوا سے حرص
موج ہوا سے تند ہے برہمن حباب واسطی
کہاں کہاں نہ یہ تیمور ہو کے لنگ پھرا
پانی کا نہیں نام کہ اندھا یہ کنواں ہے
جب حرصوں کو پھرا لیتا ہے درد آسماں
کو تاہ ہاتھ ہو نہ کبھی حرص و آرز کا
ہے سلاطین کو بھی پئے زر حرص
توڑتی ہے پہاڑ مجھ پر حرص

ناسخ

نظیر

نیاز

نسخ

نسیم

نظم

وقار

واسطی

ہوش

ہزبر

ہزبر

یہ انقلاب فلک سے الٹ گئے ہیں قلوب
خوش نہیں کوئی کسی کے عیش سے اس باغ میں
اس دور کے دلوں میں عوض اتفاق کے
نہیں ہے گر حسد بد طینوں کو خوشحالیوں سے
دوستوار رہ حسد مست ہو
اس کو جو بد کہے وہی بد ہے
حاسد بد کیش یہ سانس نہیں
دما میں دوں نہ کیوں اہل حسد کو رات دن ناقب
صدق اس بے ہنری کے کہ بدولت اسکی
نہ اف کرنا جنوں تم حاسد بد خو کی باتوں پر
اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر
جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
موقوف ہے خدا پہ تو کہ کیا ضرور ہے
پانی محسود پہ رورو کے نہ کر اے حاسد
عروج پر جو ہمارے وہ منہ بناتے ہیں
انسان کو حسد کی بلا سے خدا بچائے
ابناے زماں کرتے نہیں غیر حسد بات
باز آئیں گے حاسد نہ کبھی اپنی بدی سے
حاسد کی طبیعت میں ہے خاصیت عقرب
منہ کر دی شکل حاسد کی حسد نے دیکھنا
جلسیں تجھ پہ اگر حاسد تو جل جائیں
لیں چشم طمع حاسد سعادت جان کو اس کو
آدم کے زمانہ سے ہے بنیاد حسد کی
رتبہ عزیز جن کے سخن کا عظیم ہے
آپ وہ رہتے ہیں سرگرداں جو ہیں اہل حسد
عادی جو یہاں تو ہے ہوا بغض و حسد کا
بھرا ہے جھکے رگ و پے میں زہر بغض و حسد
حسد کی آگ سے یارب بچاؤ دل کو
مورث کبر و حسد ہیں نخوت و رشک و غرور
موجزن ہے قلم رشک و حسد غیظ و غضب
جن کے دلوں میں زہر حسد ہے بھرا ہوا
کیا حسد سے چاک ہوتے ہیں جگر مانند صبح
باعث بغض و عداوت زندگی ہی ہے فقط

بجائے انس و محبت ہے بغض و کین پیدا
گل ہوا قریب تو منعم خار لاغیر ہو گیا
کینہ، فساد، بغض، عداوت، عناد
گر اتنا کیوں ہے زار تیرہ قمری کے نشیم کو
دشمنوں کے زوال کے طالب
جس کو اللہ نے بنایا خوب
چل رہے ہیں تجھ پہ آئے ہر نفس
کہ میرے دفتر عصیاں کو جل جلکرتے ہیں
چشم محمدا سے محفوظ خدا نے رکھا
وہ خود ہی آتش رشک و حسد میں روز جلتا ہے
تعجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں محسود ہوتا
پھر دشمنوں سے بغض و حسد کیا ضرور ہے
کبھو قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی
تو ہم بھی غور سے اہل حسد کو دیکھتے ہیں
جب دیکھتے دبی ہے دل کینہ و ریں آگ
کیوں نیک سمجھتے ہیں کہ ہے سخت یہ بد بات
جاتی نہیں کہنے سے جو عادت ہو کسی کی
باز آئے گا زہار نہ وہ نیش زنی سے
دل تو کالا ہی تھا منہ بھی آج کالا ہو گیا
خدا کا شکر کر محسود ہے تو
زمین پر آنے جانے میں جو نقش پائے دولت ہو
شعلہ نے جو قربان برادر کو جلایا
وہ چشم تنگ اہل حسد میں سما چکے
ہم کو یہ ثابت ہوا ہے گردش افلاک سے
کچھ بھی تجھے اندیشہ ہے کرمان لحد کا
مثال مارا نہیں بیچ و تاب رہتا ہے
یہی ہے نار جہنم نہ اس میں ڈال مجھے
بھائیوں کو شان و شوکت کا جتنا چھوڑے
سامنے جہل و تعصب کے ہے گرداب بلا
رہتے ہیں مثل مار و ہی چچ و تاب میں
دیکھ کر تاباں کسی کے آفتاب جاہ کو
ایک سے ہو جائینگے شیخ و برہمن خاک میں

حسد
ایک دن لشکر و شکایت بس ہیں تک ہے دلا
حاسد کو ایک دم نہیں صحت جان میں
رنج حسد سے جان ہے جب تک کہ جان میں
جو اونچا ہو اس کے اون افتادگی پر لوگ
بول بخت میں نہ پائے گا اگر انبار حسد
دو زخمی ہے نہ پائے گا اگر انبار حسد
نیک نامی نہیں پائے گا جو ہو بخوار حسد
خلق لعنت کے منہ پہ کبھی کا کبھی
باغ عالم میں نہیں پھولنے چھلنے کا
نقشہ دل میں جن انسان کے چھپے خار حسد
دیکھتا ہے اگر آنکھوں سے عروج انساں
دانتوں سے کاٹتا ہے اونٹ کو بیا حسد
جس کو یہ روگ ہوا پھر نہیں ممکن ہے شفا
جان کے ساتھ ہی جاتا ہے یہ آزار حسد
جان کے لگے سرگرمیاں ہو بشر
نار لعنت کا لگے الجھ جائے اگر خار حسد
دامن دل میں الجھ جائے لہر نہیں آتی ہے
جس کو دستا ہے انسان کی یہ مار حسد
دیکھ ہو جائیگا

حسرت

مجھے آتا ہے رجم اس طائر ہے پر کی حسرت پر
کہ اڑ سکتا نہیں اور ہے قریب نیاں صیاد
میں
اٹھا ہوں بسکہ زمانہ سے حسرتی ہے گراں مگر
بخارہ دوش احباب پہ ہے دیکھا ہائے
چمن کا نام سنا تھا مگر جو دیکھا کافی
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں رہا عمر حبس
ناکامیوں سے کام رہا عمر حبس
پیری میں باپ ہے جو ہوں تھی شباب میں
ہزاروں حسرتوں کا نقش ہے آئینہ دل پر
مرا سینہ ہے یا اک حسرت آباد تنہا ہے
ذوق امید ہائے حسرت چشیدہ ہوں میں
تخلع زینت اپنی حسرت چشیدہ دم
انسان دل میں کہتے ہیں حسرت سے رہے
تہنا عدم کو ہم چلے دنیا میں ب رہے
ہونے جو بے غرض تو نہ پڑتے غلاب میں
یارب کسی کے دل میں کوئی آرزو نہ ہو

حسرت

حسرت

حسرت

حسرت

حسرت

حسرت

حسرت

حسرت

دیکھ ہو جائے گا برباد کبھی اسے حاسد
کیا پڑیں گے نہ کبھی سنگ ملامت سر پر
یہ وہ ہے نشہ کہ بدنام کرے انساں کو
تیر حسرت کا کرے مرغ رواں کو مذبح
نام حسرت ہے اسی کا اسی کو کہتے ہیں رشک
مرتے مرجائے کرے ترک تعلق اس سے
حاسدوں کی نظر بد سے بچا نا یارب
اس کا سودا ہوا بازار جہاں میں بے سود
طوق لعنت کا تو گردن میں رہے عالم میں
پند دہند ہنرور کو ہے یہ نظم مری

نئے پھول اس چمن سے لئے نے ثمر لئے
عمر رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
اس منزل دنیا سے یونہی چل بے انجم
ناامیدی پاس بھی آنے نہیں دیتی مری
آرزوے نارسا تکتی ہے یوں دل کی طرف
کچھ نہ آیا داغ حسرت کے سوا مرقد میں ساتھ
ممکن ہو مجھ سے کیونکر ترک ہو اے حسرت
چاہئے سب کچھ گراے دوستو آتی ہے شرم
نگدل کو یارو جائے شکر ہے محتاجگی
سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
کھلے گل تو کچھ بہار جانفزا دکھلا گئے
دل میں ہے راسخ ہزاروں حسرتیں
اے اہل بزم میں بھی مرقع میں دھر کے
غنیچہ گل سے غرض کیا مرغ حسرت زار کو
ہم صیغہ اڑتے پھرتے ہیں صیاد
حسرتوں ہی میں موے اسکندر و دازا دم
بھری ہے دل میں جو حسرت کہوں تو کس سے کہوں
دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد
دل حسرت زدہ تھا مائدہ حسرت درد
ہم امیران قفس کو تب خبر دی تو نے آہ

ہنر
خاک کر دے گی جلا کر مجھے یہ ناز حسد
خوش ہو کیوں دیکھکے اے حاسد و بازار حسد
ٹھو کریں کھاتا ہے لعنت کی قدح خوار حسد
مثل نشتر کے چبھے دل میں یہ سرقار حسد
باعث لعنت و نفرت ہے یہ آزار حسد
بھوکو بھی نہ ہو انسان طلبگار حسد
یہ دعا ہے کہ ستائے نہیں آزار حسد
فائدہ کچھ نہیں پاتا ہے خریدار حسد
سر کے بل گرتا ہے دوزخ میں گرفتار حسد
اے ہنر دیکھ نہ ہونا تو طلبگار حسد

افسوس
امیر
انجم
توفیق
تسلیم
تراپ
درد
ذوق
راسخ
سوز
شہید
شائق
ظفر
غالب
مصطفی

خاکساری

خاکساری

آصف

امیر

"

"

"

"

"

"

آتش

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

اشک

"

"

"

"

گر نہ ہوتا تیر پھر تو خاک ہے اکیر بھی
جس قدر ملتا ہے انسان سے انسان جھک کر
دوست دشمن سے ملے چاہئے انساں جھک کر
یہ قول گردیتی ہے روئے گوہر پر
خاکساری کا نہیں تو یہ ٹمکس کا ہے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں
خوش ہوں میں نے یہ بڑی چیز پڑی پائی ہے
حقیقت میں وہی بڑا آدمی ہے
خاک ہم چھاننے آئے تھے یہاں چھان گئے
ہے ایک رنگ سائے درویش شاہ میں
نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا
خاکساری نے اثر پیدا کیا اکیر کا
خدا نے کر دیا حاکم مجھے اکیر اعظم کا
عروج مجھ کو ہوا جب کہ پائمال ہوا
ابولہب سے ہے قدر ابو تراب بلند
صف نوال میں جس کا کہ ہے بھکا ہوتا
خاکساری نہیں دی ہے مجھے دولت دی ہے
وہ نمکنت زمیں کی کہاں آسماں میں ہے
کرتی ہے کام خاک بھی عالی دماغ کا
وائے بر حال نہ امت سے جو گردن خم ہے
جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو
فضل سے اللہ کے توڑا بت پندار کو
یہ جو ہر وہ ہے جس سے کشتہ فولاد کرتے ہیں
پیادے غالب آئے ہیں سوار پشت تو سن پر
یہ خاکساروں سے کوئی پوچھے بک ہو کیوں سنا نظر
گر کچھ فروتنی ہو تو کامل ہوا کرے
کہ جس جگہ یہ فرشتہ کا بھی گزرنہ ہوا
بلند مرتبہ ہر خاکسار ہو نہ سکا
آئینہ ہو گیا دل میں جو نہاں راز ہوا
آئینہ دل کا صفائے ہوا کی طرح

خاکساری میں ہماری چاہئے تاثیر بھی
مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند
یاد رکھ مصرع استاد یہ ہر وقت امیر
جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاکساری کر
دانہ کی خاک نشینی سے ہو نشوونما
یہ ملا اورج خاکساری ہے
عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی امیر
جو سمجھے کہ میں ہوں زمانہ سے چھوٹا
خاکساری کے مزے خوب اٹھے دنیا میں
افتادگی میں بال برابر نہیں ہے فرق
غبار راہ ہو کہ چشم مردم میں محل پایا
دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی
نہ رکھی دولت دنیا کی خواہش خاکساری نے
بلند خاک نشینی نے قدر کی میری
خدا کے آگے ہے سرکش سے خاکسار عزیز
وہی ہے صدر نشین بزم خاکساراں میں
کوئی اکیر غنی دل نہیں رکھتے ایسی
سرکش کی منزلت ہے سبک پیش خاکسار
نظاہر ہوا مجھے یہ بلندی سرو سے
خاکساری سے جھکا ہے سر شوریدہ مرا
محبت سے بنا لیتے ہیں اپنا دوست دشمن کو
سرکشی نے پائی آتش خاکساری سے شکست
کڑے پن کو ہماری خاکساری نے کیا زائل
حذر عالی مقاموں کو ہے لازم خاکساروں سے
وقار میں بھی بڑھا ہوا ہے بلند مرتبہ بھی ہے زمیں سے
کبر و غرور ہے سبب انساں کے نقص کا
فروتنی کی بدولت وہاں بشر پہنچا
خدا نے چاہا جسے وہ عزیز خلق ہوا
خاکساری سے ہوئی ایسی صفائے باطن
خاکساری کی بدولت یہ جلا پائی ہے

خاکساری

امانت

فلک کب چین سکتا ہے بغاغت خاکساری
زمین کے تخت میں ہے تاقیاست گنج قاروں کا
گھر گنج سچم و طلا کے باعث افتادگی
خاکساری ہے دلا آکر شیت آئینہ
خاکساروں سے غرض رکھتے نہیں اہل طمع
خاکساروں سے کبھی چادر تھاب کے پاس
چور آئے نہ ہو گئی دل سے جدا
خاکساری آبرو ہو گئی
خاک پھر ساری کچھ شک نہیں ہیں
خاک بتظیم میں کچھ شک نہیں ہیں
فروتن واجب اٹھا ہوا تھا
جھکی مقتول کی گردن تو اٹھا ہوا تھا
غور و غجز میں صاحب کمال ہونا تھا
جو پڑھنے بد تو گھٹے آئینہ کو خاکسار
جہاں میں کرتی ہے صاف آئینہ کو خاکسار
جہاں میں کرتی ہے خاکسار کے باعث
نمود آپ کی ہے خاکسار کے باعث
خواہش دولت نہیں رکھتے ہیں تیرے خاکسار
سیم وزر کی کیا ہے حاجت صاحب تھی امیر
ابل دنیا سے تواضع نہ مناسب تھی امیر
جھک پڑی شاخ پر جو شاخ شردار ہوئی
جھک پڑی اس چین میں سر بلندی ہے
ہال خاکساری میں پیدا زمین میں ختم ہونے سے
شجر ہو جاتے ہیں پیدائیں میں ختم ہونے سے
جو جھکے

خاکساری

ملا جنہیں انہیں افتادگی سے اوج ملے
انہیں نے کھائی ہے چھو کر جو سر اٹھائے چلے
انہیں نے کھائی ہے عاجزی و خاکساری کی
زمین کی طرح جس نے اس کو ڈھانکا آسمان ہو کر
خدا کی رحمتوں نے اس کو مناسب ہے انکار
ثروت خدا جو دے تو مناسب ہے جاہ سے
مغور آدمی نہ ہو ورنہ کی جاہ سے
جو خاک روں کے رتبہ کو جانتا انور
زمین کا روز قدم بوس آسمان ہوتا
بے خط گزرتی ہے غم نہیں ہے دشمن کا
خاکساری میں عالم ہے مصار دامن کا
افتادگی سے اس نے مجھے آسمان پہنچا
مٹی تلک بھی ہے مجھے آسمان پہنچا
جب سے پند ہم کو آئی ہے خاکساری
رہتے ہیں مثل اکل مٹی کے پیر ہیں
خاکساروں میں صاف ملکیت ہیں
کس جگہ زیر خاک آں نہیں
خاکساروں کی توجہ کبھی ہے کس نہیں
قلب ماہیت کرے ہے خاصیت کبھی
سب خاکسار جان کے کرتے ہیں آبرو
افتادگی نے بخشی ہے قدر گھر مجھے
جادہ کی

نہیں

سرب

سہیں

انور

جو جھکے خلق خدا سے رتبہ عالی ملے
محفوظ ہیں جہاں میں آفت سے خاکسار
چشم عالم سے چھپا یا خاکساری نے مجھے
خاکساری ہیں نقش پا میرے
آبرو اور سر بلندی خاکساری سے یہاں
خاکساری ہے مال پختگی
ہیں جو افتادہ نہیں ہے انکی ملکیت میں فساد
ہمیشہ سے اس ہے پستی سے اوج میں مجھ کو
عجز کا جو ہر اگر ظالم میں ہو غافل نہ ہو
وہ خاکسار ہیں کہ پس مرگ بھی اسیر
کبھی چشم حقارت سے نہ دیکھو خاکساروں کو
اہل دولت خاک سمجھیں خاکساری کو اسیر
تن ہو گیا جو خاک تو ثابت ہوا ہمیں
خاکساری ہے جہاں میں باعث دولت اسیر
میر تو دیکھ دلا خاک کے نیچے چل کر
آفت عالم سے فارغ ہیں ہمیشہ خاکسار
جو افتادہ ہیں ان کی ہر جگہ تعظیم ہوتی ہے
زر ہوا فیض تواضع سے مں قلب اسیر
ملے ہیں خاک میں پر ہے اسیر اپنی وہی طینت
خاکساری سوئے دولت رہنا ہو جائے گی
سوائے سحر ہے کیا ملک خاکساری میں
خاکساری کے تصدق سے ہوا اوج نصیب
خاکساری عیاں ہوئی پس مرگ
افتادگی کو دیتا ہے تعلیم ہر قدم
خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں منعمی
رکھتے ہیں خاکسار تلون سے احتراز
ہر خاکسار صاحب توقیر ہو گیا
دانہ جو اگتا ہے کہتا ہے زبان حال سے
میں ہوں وہ خاکسار کہ فیض بگاہ سے
افتادگی کی طرز کہاں اہل کبر میں
بزم عالم میں جو عاجز پروری کا اور عواج
یہ چاہئے کہ تبخیز میں ہوئے سو معلوم
بننے ہیں کام بگڑے ہوئے صرف عجز سے

خم ہے محراب حرم میں اس لئے مسجود ہے
اسپ گلی کو کیا خطرتا زیا نہ ہے
خاصہ اس میں وہی ہے جو الوپا سخن میں ہے
ہر قدم پر ہیں رہنا میرے
آج فوارہ کو ہے ہو کر خزانہ سے جدا
شاخ سے ٹپکا جو میوہ پک گیا
رعنہ دیوار کب ہیں سایہ دیوار میں
چو ابرغ خانہ مفلس ہوں میں قمر کی طرح
ساتھ خم کے کاٹ بھی ہوتا ہے ہر شمشیر میں
مڑے ہماری قبر میں خاک شفا کے ہیں
نہیں ہے مور عاجز دعوت فوج سلیمان میں
قدر کچھ اکسیر کی سونے کے معدن میں نہیں
دامن سے جھاڑتے تھے حبث ہم غبار کو
ہے صفائے قلب سے سونے کے گھر میں آئینہ
نئی دنیا ہے نئے لوگ نئی محفل ہے
خوف کیا گاؤں زمین کو دشمنہ قصاب سے
ہجوم خلق ہو ہر چند جائے سایہ خالی ہے
خاکساری نے دیا نسخہ اکسیر مجھے
ہوائے خاکساری میں پریشاں خاکساری ہے
خاک اپنی سرہ چشم ہما ہو جائے گی
یہ وہ جگہ ہے جہاں تیر کو کماں دیکھا
صاف اس گرد سے آئینہ اقبال ہوا
کہ پریشاں ہے خاک ساری آج
ہے رہنا کہ سایہ ہمارا زمین پر
مل گئی جس کو یہ دولت کیسا گر ہو گیا
سایہ ہے ایک پیر ہن سرخ و زرد کا
پارہ ہوا جو خاک تو اکسیر ہو گیا
خاکساری جس نے کی ادنیٰ سے اعلیٰ ہو گیا
مٹی کا ڈھیر تودہ اکسیر ہو گیا
منا زمین کا ہے حال آسمان پر
چینیٹیوں کو نذر کر دے اشک کا ہر دانہ شمع
جو آدمی کو مزہ عجز و انکسار میں ہے
سچ ہے کہ عاجزی تو خدا کو پسند ہے

اسیر

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

"

جادہ کی طرح سے ہو کے پامال گرد راہ مدعا ہوں یا غبار مدعی عجب جو ہر ہے بیدل خاکساری بھی زمانہ میں جھکتے ہیں جو خمیہ ہوتے ہیں اسفل بھی انکار سے پاتا ہے مرتبہ خاکساری کی تعلی سے اگر واقف ہو بہر اظہار ہنس رہے ہیں دنیا میں کس خاکساری کو جہاں میں سب سے عالی مرتبہ کبر و نخوت کی نجاست سے یہ طینت پاک ہے خاکساری کا شراس کو خدا دیتا ہے اکسیر ہے دل کی خاکساری بہار اوج مقدر میں ہے فروتن کے اسی کے واسطے نشوونما ہے جو ملے گا خاکساروں سے وہ پائے گا فروغ خاکساری کا وہ رتبہ ہے کہ اللہ اللہ کسی کو قدر نہیں خاکسار کی لے بھر حسن فروتنی کو ذرا آنکھ اٹھا کے دیکھ کوئی نشیب و فراز زمانہ کیا جانے بصیر جانتے ہیں حال خاکساروں کا سرکشی ناریوں کا شیوہ ہے خاکساروں سے بھلا اتنی کدورت کیا ہے پس فنا ہے یہ تو قیر خاکساروں کی یہ انکار وہ شے ہے کہ خاک کا تپلا ہوا ثبوت بگولے کی سر بلندی سے کوئی کاوش نہیں جو بھر بھی فروتن کے لئے کیا ہے مرتبہ وہ انکار سے پیدا خمیہ نور دل خاکسار میں دیکھا خاکساروں سے طبیعت استقدر مالوف ہے بلبلے کی شکل کب سا بون کا قطرہ اڑا ہوا سے دولت منعم نہیں ہے خاکساروں کو فروتنی سے ہے مزدوج آب و گل اپنی روزہ ہماری فاقد کشتی کا نمونہ ہے ہر خاک نشیں منظر انوار خدا ہے	سیکھا ہے طریق پارسائی پائمالی خاکساری اپنی آب و گل میں ہے وہی اعلیٰ ہے دنیا میں جو اپنے منہ سے ادنیٰ ہے سیج ہے تیغ ا میل کستی ہے گر کر بڑھا نہال سے سایہ نہال کا فرش بنجائے فلک دامن صحرا ہو کر خاکساری سے ہوے خلق میں جو ہر پیدا یہ زمیں وہ ہے کہ اس پر آسمان ہوتا نہیں خاکساری جڑ ہے اپنا اصل اپنی خاک ہے لاکھ دانے یو نہیں ملتے نہیں ہر دانے کو کشتہ ہو جو نفس کیمیا ہے کہ دانہ خاک میں مل کر نہال ہوتا ہے جو دانہ خاک میں مل جانتا ہے دیکھ شعلہ کو بد بیضا کیا خاکشاک نے ریشم کعبہ کو ہے سجادہ محرابی سے جمیرا کے تصدق ہو وہ غبار ہو نہیں ہے داغ بدر میں نہیں دھبہ ہلال میں فتادگی میں زمیں میں فلک قار میں ہم نہاں ہیں صورت معنی خط غبار میں ہم آدمی کو ہے خاکساری شرط ایک دامن کے جھٹکنے میں تو برباد ہیں سب اڑا غبار جو تربت سے آشیانہ ہوا جنوں کا فخر فرشتوں کا افتخار رہا جو خاکسار ہوا وہ فلک جناب ہوا کوئی افتادہ زمیں کا نہ محصل ٹھیسرا کہ آسمان ہے اپنے غبار سے پیدا پرواز مہر کو روشن غبار میں دیکھا شاق ہے مجھ کو جھٹکنا گرد دامن گیر کا منکسر کا پتہ بھاری ہے سبک مغرور کا کہ ہر دم تازہ خلعت ہے لباس خاک سے پیدا جو آب علم میں ہیں خاک انکار میں ہیں اپنی فروتنی کا ہے اک پر تو انماز ہر دانہ ذرات میں خرمن نظر آیا	انور بیدل باقی برق بارق بحر تیراب	خاکساری بیان پرتو
---	--	---	-------------------------

خاکساری

خاکساروں کی طرف چشم حقارت سے نہ دیکھو
صاف ہے گردِ تپیدی میں گھر بیکس
دل غنی اپنا ہے گویا ہر میں میں منس کی
مرتبه ہم کیوں نہ جانیں شل خاک اکسیر کا
خاکساری سے سرخس ہیں سب کیوں ہو کر
کیا ملا ترتیب عالی ہیں سب خاکساری
عروج اپنا ہے وجہ خاکساری
زمین ہم نے نکالی آسمان سے
میر پویا خود نہائی بد بنا ہے دھریں
جو برایاں آپ کو سمجھا وہی اچھ رہا
ہوتا ہے خاکساری سے روشن دل آدمی
سچ ہے کہ خاک سے ہی صفا آئینہ میں ہے
جس سے ہر دلعزیزاں ہے
انکساری ہے خاکساری ہے
ٹھکانا خاکساروں کی نہ پوچھو رفعت و ثناء کا
نشان افلاک پر پایا ہے نقش پایے انساں کا
بعد مردن خاکساری بڑھایا یہ عروج
آسمان تبت کا انچی شامبیا نہ ہو گیا
ہم نے ہر اونے کو اعلیٰ کر دیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت
دوست

جبار

جوش

جلیب

جواب

خفیلہ

حصید

خاتمہ

حالی

کہے مت نیک اسے کوئی کرے جو سب کی بدگوئی
دنیا میں خاکساری کا ہر جا لہور ہے
مناسب ہے جھکے پیروں کی صورت
معلوم ہوا جبکہ بے سب سے ہیں ہیں
خیال خاکساری عالم بالا سے بالاتھا
مجھ کو مثل نقش پا ہے خاکساری سے نیاز
گر تمنا ہے شرف کی خاکساری کو نہ چھوڑ
مٹ کے پیدا کر جہاں میں سر بلندی کے نشان
سر بلندی دیکھ کر ہم دانہ ہائے کشت کی
خاکساری ہے مقرر سر بلندی کی دلیل
خاکساری کا مزد پوچھے کوئی دانے سے
وہ نخل خشک ہوں جو لائق اس چمن کے تھا
دل نخوت پسند کو اسے اشک
خاکساری نے دیا مجھ کو عروج آسمان
فتادگی میں بھی ہم سود مند خلق رہے
سر پر زمانہ ان کو بٹھاتا ہے غافل
وہی رفعت رہی مٹی بھی ہو کر خاکساروں کی
جو خاکساری سے رہتا ہے سرفرو و توفیق
جو ستمگر کوئی ادنیٰ کبھی اعلیٰ نہ ہوا
مٹ جاتا ہے آخر کو جگہ سے نہیں اٹھتا
لازم فروتنی ہے ہر اک سر بلند کو
غبار خاکساری نے چڑھایا اوج پر ہم کو
برنگ سایہ زمیں بوس خاکساری ہوں
خاکساری پہ ہے موقوف صفائے باطن
نہ ہوا کم جو نگاہوں میں وہ اعلیٰ نہ ہوا
نہ ہو جہاں کو جو افتادگی کا نام عزیز
ترقی منسل عالم میں پائی خاکساری سے
مس طلا کرتی ہے دیتی ہے شفا بیمار کو
خاکساروں کو جو چھو جائے وہ ہو جائے غنی
چاہئے انجام پر کرنا نظر آغز میں
دیتے ہیں سر کشان جہاں عجز سے وہ شے
دبا زمیں میں جو دانہ ہوا وہ نخل بلند
ہے اس کے دامن زمیں پر مبرا جو دست غبار

بھلا کہئے اسے جو آپ کو سب سے بُرا جانے
وہ کوئی جگہ ہے کہ جس جائز میں نہ ہو
جہاں میں آدمی جب تک جواں ہے
پھر جو نظر آیا وہی اچھا نظر آیا
زمیں سمجھا کئے زیر قدم جب آسمان آیا
سر بلندی کا نہ میں خواہاں نہ طالب جاہ کا
مل کے مس اکسیر سے دم بھر میں کندن ہو گیا
خاک ہو کر خاک میں بن آسمان میری طرح
آپ کو خاک ندلت میں ملا کیونکر نہ دیر
تخم نخل بارور ہوتا ہے ملکر خاک میں
کہ برومند ہوا خاک میں مل جانے سے
ہوا ہوں رحمت پروردگار سے پیدا
طرز افتادگی بتا دے تو
ہوں غبار پائے بدنامی مگر سر پر ہوں میں
برنگ نخل اٹھے گر پڑے شمر کی طرح
جو خاکساری سیکھتے ہیں گرد راہ سے
غبار اٹھا پس مردن زمیں سے آسمان ہو کر
وہ سرفراز برنگ غبار رہتا ہے
قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا
افتادگی سیکھے کوئی نقش کف پا سے
جھکنے کے واسطے سر مینا دراز ہے
کئے پیدا نہ کیا کیا آسمان ہم ان زمینوں سے
ہے اپنا شیوہ افتادگی پسند مجھے
آئینہ خاک میں ملنے سے جلا دیتا ہے
قطرہ جب تک نہ ہوا آب تو دریا نہ ہوا
کسی حسین کے دل میں نہ ہو غبار کی جا
کہ انساں سے بھی بڑھ جاتا ہے سایہ قد انساں کا
عاجزی سے یہ اثر خالق نے بخشا کاہ میں
مس طلا ہوتا ہے جب کرتا ہے مس اکسیر کو
دستکش ہو خاکساری سے نہ پتلا خاک کا
دیکھو زمیں سے چرخ ستمگار زیر ہے
سبب عروج ہو کیونکر نہ خاکساری دل
عروج اپنا دکھاتی ہے خاکساری دل

تراپ

تجمل

تسلیم

تعلیق

توفیق

ثاقب

جنوں

جاہ

جرار

خاکساری
 عاشق امید غفوی کی ہے انکسار سے
 مغرور ہونہ طاعت پروردگار پر
 خاکساری سے نہیں بہتر ہے تخت جم ہیں
 خاکسے انساں بنایا اور پھر وہی مر کر ہے خاک
 جو کہ اعلیٰ ہیں جہاں میں جھک کے چلتے ہیں وہی
 خاکساری کے لئے تویہ ہی بس جو ہر ہے خاک
 مری خاکساری سے رفعت ہوئی
 خودی مٹ گئی کہیں ہو گیا
 خاکساری کے سبب حق نے دیا ہے رتبہ
 پینہ ہوئی تو بشر کا ہے کو انساں ہوتا
 بے نیکی ابدیم بیباک خاکساری سے
 ہوئی دہنگی رہ گئے واں کی زمین بنکر
 گئے ہم جس جگہ بس رہ گئے وہاں سے یہ کہاں
 خاکساری کے سبب پہنچا کہاں سے یہ کہاں
 دل ہمارا وہ ترقی یاب رفعت ہو گیا
 جسم سے ہم خاکساروں کے کجی رونق کی آگر
 دب گئی نار جنم ایک مشت خاک سے
 دور اندیش سر جھکا کے چلیں
 جو ترقی ہے انکسار ہیں
 ان دنوں کچھ خاکساری ہی پسند آتی ہیں
 ورنہ عالم عرش اعلیٰ سے جی تھا اعلیٰ دماغ
 خاکساری

تشیق

۶۳

طالب رفعت کو پستی ہے ضرور
 ہے سرکشی سے رتبہ افتادگی سوا
 فروتنی سے ہے شان اہل و قر کی صابر
 خاکساری سے ہو حاجت روائی کو فروغ
 ثروت میں بھی پایا ہے انھیں شاخ ثرور
 خاکساری سے کرے حاصل علوم و تربت
 بوریے پر متوکل اگر انساں ہو جائے
 ہو منکر جو منصب عالی بھی دے خدا
 فکر صیقل ہے جنت آئینہ دل کے واسطے
 چھوڑی عروج پر بھی نہ ہسم نے فروتنی
 آئینہ خاک سے پاتا ہے جلا کیا ہے عجب
 اگرچہ خاکساری کیمیا کا سہل ہے نسخہ
 خاکساری نے ظفر دل کر دیا ایسا غنی
 خاکساری شعبہ رحمان ہے
 سمجھ حقیر تو اپنے کو ساری دنیا سے
 کہیں کیا تم سے شان خاکساری
 نہیں خائف ذرا بھی تو خواں سے
 اسے کیا غم مصیبت کا جہاں کی
 فساد و فتنہ کی جہاں ہے تکبر
 بہت ہی تلخ نخوت کی ہر اک بات
 شریفوں کو نہیں زیب تنجرت
 چکھو مغرور اس کا کچھ مزہ تو
 چڑھو گے بام رفعت پر بہت جلد
 تکبر سے تمھیں ہو جائے نفرت
 نہیں پھر تو سن دو راں کا کچھ خوف
 مفرح روح پرور دلکش ہے
 حماقت ہے تری کبر و تفاخر
 بنجیوں میں ہی اس کو پاؤ گے تم
 خدا کی چاہتے ہو مگر عنایت
 عجب دلکش ہے عاجز دل لگا کو
 جو دل کو کشتہ کیا آتش قناعت سے
 خاکساری بڑھ گئی جتنا مراتب بڑھا
 خاکساری اوج پر پہنچی تو پستی ہو گئی

میش
ماشق

<p>خاکساری میں ہے راحت سرکشی میں اضطراب خاکساری کو اگر بہتر نہ سمجھا اوج سے ہوئی ہے خاک نشیں سرکشی سے بعد بلند فروغ مجھ سے ہے مردم کو سرمہ کی صورت ذرے لڑا رہے ہیں نظر آفتاب سے یہ ہے انسان خاکی خاکساری اُسکی رفعت ہے سرکشی سے ہوا استاد ملائک مردود گردن کشی طاقی ہے انساں کو خاک میں ہر ایک شخص جھٹک دے ہے خاکاروں کو شیوہ عاجزی نہ چھوڑاے فیض ہو تو بھی خاک راہ کسی خاکسار کا خاکساری پیشہ کرتا خلق آنکھوں میں رکھے مزرع دنیا میں بے افتاد کے کب ہو عروج انکساری جنہیں دنیا میں پسند آئی ہے نہ بشر چشم حقارت سے کسی کو دیکھے جو ذہمال ہیں ہر ایک سے وہ جھکتے ہیں غوہ بشر کے نہ ضعیفوں سے زور پر اس خاکسار کو یہ ہوئی ہے پسند خاک بشر کو چاہئے کمتر سمجھنا سب سے اپنے کو کیا کیا بلند مرتبے ہیں خاکسار کے زر ہے کیا مال انکسار ہے مول ہنیں کیونکہ نہ ابر رحمت آہیں خاکساروں کی منکسر ہوتے ہیں ہنر والے ہے جراتوں کی سینہ سپر خاکساریاں مثال بدر جو کسب کمال کرتے ہیں خاکساروں کی تو گدڑی ہی میں ہے زینت تزیین جب خاک ہوے تو اوج پایا وہ خاکسار ہوں کہ نہیں خوف اہل اوج آنکھوں پہ لوگ مجھ کو بھٹاتے ہیں خلق میں جو خاکساروں کا کچھ نہیں ڈرتو کیوں خوشامد ہو پھر شاکر خاکساروں سے جھکی ہیں عرشوں کی گردنیں جھکے ہی رہتے جو صاحب کمال ہونا تھا خاکساری میں فقط ہوش سنبھالے میں نے</p>	<p>خاک نے آرام پایا سپر رخ چکر میں رہا مہر عالمتاب ذرہ میں ستایا کس لئے مقام سرمہ ہے آنکھوں میں خاکساری سے میں خود اگرچہ مکدر ہوں خاکساری سے افتادگان خاک کی ہمت بلند ہے بڑھا اکیر کا بھی دیکھو رتبہ خاکساری سے خاکساری سے نہ ہو کس لئے عزت میری بہتر ہے آدمی جو ذرا سر جھکا چلے بھرا ہے گرد و غبار اپنے پیرہن کے بیچ یہ وہ شے ہے نہیں خدا کے پاس بہتر جہاں میں اس سے کوئی کمی نہیں طور کے سرمہ کا عالم میں بہت اعزاز ہے خاکساری باعث نشو و نماے دانہ ہے وہی آنکھوں میں جگہ پاتے ہیں ابرو ہو کر ہو جو ادنے تو اُسے اپنے سے اعلیٰ سمجھے نہیں زمین سے سر شاخ میوہ دار بلند اتنا جھکے کہ سر کو دھرے پاٹے مور پر ہوتی نہیں زمین سے ہرگز بلند خاک جو بڑھ کر بولتے ہیں اے قلق وہ منہ کی کھاتے میں ساتوں فلک بگولے ہیں میرے غبار کے ہے یہ اکسیر کیسیا کیا ہے بخارات زمین سے سنتے ہیں اے قدر بادل ہے نخل جھک جاتے ہیں سر والے گرد سپاہ ہوتی ہے ٹٹی سپاہ کی جھکا کر آپ کو پہلے ہلال کرتے ہیں لاکھ پہناے کوئی قائم و سنجاب ہمیں مل مل کے اڑے غبار میں ہم میری زمین سے خاک نہیں آسمان بلند سب سے جھکا ہوں ابرو خمدار کی طرح زمین کے پاؤں پر سر جھکا ہوا ہے سر آسمان کا کیوں نہ مسجود ملائک ہو یہ پستلا خاک کا طلوع بدر سے پہلے ہلال ہونا تھا قدر سے خاک ہوا خاک سے انسان ہوا</p>	<p>خاکساری ضمیمہ کرتا ہے انسان کو جو ہر شرافت کا اصالت جس میں ہوتی ہے وہی تلواری ہے خاکساری ایسی خوش آئی ہیں خاکساری میں رنگو اتنے ہیں پیرہن سٹی کا طالب خاکساری کر شمار جے اگر عرفاں کا طالب خاکساری کر شمار دیکھتے ہیں آئینہ اکشر لگا دیوار پر دیکھ لے آئے زمین کے آسمان رہتا ہے خاکساری سر جھکا دیتی ہے ہر منظر کا کرتی ہے صاف آئینہ کو خاک دیکھ لے جو ہر نہ پوچھ جو ہیں ہر اک خاکساری میں خاکساری چاہئے عبد خدا کے واسطے کمزربیا ہے جناب کبریا کے واسطے گذر میرا جہاں اوتا ہے سب آنکھیں جھپکتے ہیں میں ہوں وہ خاک جو ہر سر خیمہ خیمہ درہوں نہ کیوں میں فرش زمین نقش پا کی طرح جھے نہ کیوں میں ق نے بنایا ہے خاکسار جھے ازل سے ق نے بنایا ہے آدم چاہئے اٹھانے ہم خاک ہے اصل طینت آدم چاہئے اٹھانے ہم بات کی تیر کو کچھ پاتے تو اٹھانے ہم جے و قربا جانتے ہیں دل بے گداز کو خاکساری</p>
---	---	---

